(۱۰) دان اس کے دو قسم ہیں ایک خارج دوم داخل۔ خارج دان وہ ہے کہ ان اشیائ
کو جن کا تعلق صرف نام سے ہے بخواہش نتیجہ یا نیک نامی دینا اور داخل وہ ہے
کہ اپنے نام اور دیہہ ابھمان (فخر جسمانی) کو ایشور ارپن کرنا یعنے یہ سمجھنا کہ نام مفروض ہے
او میں دیہہ سے فارغ ہوں اس صورت سے دیہہ کے ابھمان کو تیاگ کرنا یہ سب
سے اوتم (اعلےٰ) دان (خیرات) ہے ۔

(۱۱) برت (روزہ) یہ بھی تین قسم کا ہے ایک برت (روزہ) جسمانی (دیہہ) دوم برت حواس
(اندری) سیوم برت من (دل)۔ غذا وغیرہ سے عرصہ محدود کے لئے برت رکھنا برت
جسم ہے۔ حواس کو اپنی لذّات سے باز رکھنا برت حواس ہے ۔
جیو (روح) کو دوبینی سے اور دووالی سے پاک رکھنا یہ برت من کا ہے ۔

(۱۲) دھیرج یعنے تبدیل حالات میں مستقیم المزاج رہنا ۔

(۱۳) آرجو یعنے گفتار رفتار و بیوہار (فعل) رسوہار (راست) رکھنا اور ہمیشہ حسب ارشاد شاستر
برتنا ۔

(۱۴) ست سنگ اس کی دو قسم ہیں ایک بیرونی۔ دوم اندرونی ۔
بیرونی وہ ہے کہ برہم گیانی مہاتما کی خدمت میں حاضر ہو کر شردھا (ارادت) سے اُنکے
سخنان کو سننا۔ اندرونی یہ ہے کہ شنیدہ سخنان کو تنہا بیٹھ کر شدھ (سلیم) بدھ (عقل) سے

وچارنا اور اُس کے تات پرج یعنے معنے کو نیچے گرنا۔ اِن کرموں کے کرنے سے انتہکرن شُدھ ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ ہر وقت لینکام ہو کر اِن کرموں کو کریں تاکہ انتہکرن کی شُدھتا یعنے صفائی حاصل ہو کر گیان کا ادھکار ہو +

سوال۔ کب تک یہ کرم کرنے جوگ (مناسب) ہیں +

جواب۔ جب انتہکرن میں وشیوں کی واسنا اور مان (فخر) اور موہ (محبت) اور دنبھ (ریا) کا خیال تک نہ اُٹھے۔ اُس وقت کرموں کا پھل حاصل سمجھنا۔ مگر اُس وقت بھی اِن کرموں کا تیاگ نہ کرنا۔ بلکہ استحکام طبیعت کے لئے اُن کو اپنے سبھاؤ (عادات) بنا لینا +

سوال۔ اوپاسنا کا کیا روپ ہے +

جواب۔ سب اندریوں سے برتی کو ہٹا کر اونکار کے دھیان میں لگانا یہاں تک کہ من اور اونکار ایک روپ ہو جائیں +

جیو اور من اور اونکار اِن تینوں کا ایک کرنا اوپاسنا عظیم ہے۔ من کو پتھر اور اونکار کو چکمک جانکر اِن کو آپس میں ملانا جس سے آتم گیان کی اگن پیدا ہوتی ہے جو تمام اگیان رچت کرموں کو جلا کر باقی شُدھ آتما ہی رکھتی ہے +

دوسرا طریق یہ ہے کہ اونکار کو پرانوں کی رفتار میں دھیان رکھنا۔ یعنے اونکار

جو نتیجہ حاصل ہوتا ہے جس کو سوہنگ کہتے ہیں اُس کو پرانوں کی آمد و رفت میں
سُننا۔ جب دم باہر سے اندر کیطرف آوے تب سو کا دھیان کرنا یعنے وچارن
کرنا اور جب اندر سے باہر کیطرف جاوے ہنگ کا دھیان کرنا غرض کہ مَن
اور پران اور سوہنگ ان تینوں کو ایک کرنا اس کو سُرت اور شبد کا میل
کہتے ہیں +

مذکورہ بالا طریقوں میں سے کسی پر عمل کرنا وکھیپتا (پریشانی) کو دور کرکے چت (خاطر) کو ایکاگر (جمع)
کرنا ہے اور آخر کار گیان کی حصول میں بہت ہی مدد ملتی ہے +

گل دوم

یہ جہان مثل راہ گذر ہے۔ ہر کہ ومہ کو گذر درپیش ہے۔ ایک دن اور ایک رات
کا گذارہ ہے۔ کیونکہ جو کارروائی اوّل روز اور اوّل رات کو ہوئی ہے وہی اخیر
تک جاری رہتی ہے۔ اس مختصر راہ کے طے کرنے میں صدہا طرح کے
تماشا ہائے و نعمائے و اشیائے دلفریب و اہمات و رنج و راحت و افلاس و
دولتمندی وغیرہ سدِّ راہ ہیں جس کے باعث سے یہ راہ نہایت و ردور دراز
و طویل ہوگیا ہے۔ اس میں ایک سڑک تجویز کی گئی ہے۔ کیسی سڑک ہے کہ

جس کے دورویہ اشجار ثمر و سایہ دار لگے ہوئے ہیں۔ اور جس میں مناسب فاصلہ پر
فرودگاہ یعنے منزلگاہ و چاہ وغیرہ آب سرد موجود ہیں اور جو لوگ اُس راہ سے اس سفر
کو طے کرتے ہیں وہ بآرام منزل مقصود پر پُہنچتے ہیں۔ اب اس کا نتیجہ دکھایا جاتا
ہے یعنے یہ کہ وہ سڑک گیان (علم حق) ہے اور اشجار دورویہ سنتوکھ (قناعت) اور ویراگ (ترک) ہیں
جن کا ثمر ترپت یعنے سیری اور سُکھ یعنے راحت ہے اور جن اشجار کے
زیر سایہ خواہش و الفت کی دھوپ و تپش سے امن حاصل ہوتا ہے اور اس
سڑک پر سات منازل بفاصلہ مناسب مہیا بہ سامان آرام موجود ہیں اور وے یہ ہیں*
(۱) شُبھ اچھا یعنے نیک ارادہ (۲) سوچارنا یعنے راست و دروغ کو جاننا
وچار کرنا کہ میں کون ہوں اور جگت کیا ہے (۳) تَن مانسا یعنے دائما خیال کو
یکسو رکھنا۔ جگت کیطرف سے کھینچکر ست آتما میں محو کرنا۔ (۴) ستواپت
یعنے حق الیقین کرنا کہ میں شُدھ چیتن آتما ہوں اور جگت مثل امواج و
حُباب کے مجھ میں ہے اور دائما سوائے آتما کے اور کچھ نہ دیکھنا۔ (۵) اسنسکتا
یعنے بے اختیاری۔ انانیت جسمانی کو بالکل دل سے دور کرنا۔ سریر کے
دکھ سکھ۔ عزت و بے عزتی۔ مرگ و حیات سے آپ کو فارغ جانکر سدا
آنند رہنا۔ (۶) پدارتھ ابھاونی یعنے تمام اشیاء کو نیست و نابود یقین کرنا

کہ بدھی تک و تمام اسماء و صفات تک خواہ نیک ہوں خواہ بد ہوں سب کو دل سے فراموش کرنا اور باقی صرف گیان (علم) ماتر (صرف) آتما میں قائم رہنا۔ (۷) ترُیا یعنے ذات حق کہ جس میں کچھ کہنا و سُننا نہیں۔ آپ میں آپ قائم نہ کچھ ست نہ اَست نہ ہے نہ نہیں نہ میں نہ توں نہ یہ نہ وہ۔ سب سے فارغ صرف ذات ہی ذات ہونا۔ یہ سات منازل اس سڑک کی تدریجاً ابھیاس یعنے ست سنگ اور ست شاستروں کا وچار۔ ویراگ۔ سم یعنے خیال کا روکنا۔ سنتوکھ یعنے قناعت و صبر۔ اس رفتار سے عبور ہوتے ہیں اور آخر کار منزل مقصود یعنے بیغم آباد یا آنند پور میں پہنچاتے ہیں پس اس زندگی کے بسر کرنے کے لیئے اس سڑک کو آراستہ کرنا اور اس پر سفر طے کرنا ضروری ہے۔ ورنہ سوائے دکھ اور غم کے کچھ حاصل نہیں۔ اس لیئے دانایان دور اندیش تمام تکالیف برداشت کر کے اس راہ پر اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اگر زمانہ ایک حالت پر رہتا اور ہمیشہ صحت بدنی و دولتمندی و حصول لذات نفسانی ہوتی تو کون صبر و قناعت و فقر کو اختیار کرتا۔ سو جو شخص اپنے کردار کا منصف ہے۔ وہ تو اپنی بہبودی کے واسطے تدارک کرتا ہی۔ اور جو شخص کبھی اپنے اعمال نامہ کو الٹ کر نہیں دیکھتا۔ صرف کاروبار دنیا کو فرض عظیم سمجھکر اس میں

شاغل رہتا ہے۔ وہ اُس نعمت عظمےٰ سے محروم رہکر ابد تک رنج والم برداشت کرتا رہیگا۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ بڑے بڑے زیرک اور دانا حاکم و دولتمند اہل علم وفقیر اس غفلت آباد دنیا میں ایسے گرفتار ہیں کہ اگر اُن کو چارپایہ یا وحشی سے نسبت دیجاوے تو مناسب آتی ہے ورنہ صرف دیکھنے کے انسان ہیں اور کوئی وصف انسانیّت کا نہیں رکھتے ✤

گُل سیوم

مُخمّس۔ سرائے دنیا ہے کوچ کی جا ہر ایک کو خوف دمبدم ہے ✤

رہا سکندر یہاں نہ دارا رہا فریدوں یہاں نہ جم ہے ✤

مسافرانہ ٹکے ہو اُٹھو مقام فردوس ہے ارم ہے ✤

سفر ہے دشوار خواب کب تک بہت بڑی منزلِ عدم ہے ✤

نسیم جاگو کمر کو باندھو اُٹھاؤ بستر کہ رات کم ہے ✤

دنیا عجب مقام ہے مگر افسوس کہ مدام نہیں ہے کوئی گُل آج تک ایسا نہیں ہوا کہ بادِ خزاں سے پریشان ہو کر خاکستر نہوا ہو۔ حسب قول سعدی فرد

اگر تو در چمنِ روزگار ہمچو گُلی ✤ دمیدہ بر سرِ خاکِ تو خار خواہد بود

بمعنے دم

اس دنیا میں آمدن نشان رفتن و زیستن نشان مردن ہے۔ عمر کی خوش رواقی پر پھولے ہوئے اس دار فنا کو بقا سے منسوب کر کے خواب خرگوش بے ہوئے ہیں۔ بھلا کہانتک۔ ابھی نقارہ کوچ کا بجا اور تمہاری الوداع نہ نام و نشان اے حباب تو کیوں اپنی سرافرازی پر پھولتا ہے۔ یہی تیری سرافرازی باعث زوال ہے۔ اُدھر تیرا سر کا اُٹھانا اور اِدھر ہوا کے جھونکے سے پامال ہوکر گمنام ہونا۔ عمر کا اعتماد کب تک۔ جس کی بنیاد ہوا اور جس کا مقام آمد و رفت ہو اُس پر اعتماد کرنا گویا موج پر سوار ہو کر دریا کو عبور کرنا ہے۔ دم قدم ہے عمر کا۔ اسی قدم سے اُس کی رفتار ہے۔ رفتار کیا منزل عدم کیطرف ترقی ہے۔ تا وقتیکہ مرگ کیحالت جو آخری منزل اس سفر مستعار کی ہے نہ آوے تب تک کسی فعل کا اتمام نہیں ہوتا اور کوئی کام درجہ اختتام پر پہنچکر ہمیں آزادگی بخش نہیں ہوتا۔ وجود کی ضد سے عدم ثابت ہے ورنہ ہم سب کا اوّل بھی عدم تھا۔ اور آخر بھی عدم ہوگا۔ صرف درمیان میں چشم زدن کے لیئے وجود کو اختیار کر کے آب سراب میں غوطہ کھا کھا ڈوبتے ہیں جس کی اصل عدم ہو اُس کو اُس کے مخالف کلمہ سے اظہار کرنا گویا اصلیت سے آپ کو بے علم ثابت کرنا ہے۔ جس کو وجود کہتے ہیں یہی عدم ہے۔ کیونکہ

اسی کے ذریعہ سے عدم ثابت ہوتا ہے۔ اور ہماری نجات کا باعث ہو کر ہم کو

اپنی طرف کشش کر رہا ہے۔ پس وجود ایک جزو عدم کی ہے اور ہم سب لوگ دریائے

عدم کی امواج ہیں۔ باوجود موجودگی کے معدوم ہیں۔ ہمارے افعال کُل عدم سے

ہو کر عدم میں محو ہوتے ہیں گویا ہمارا اصل عدم ہے پس ہم کیوں عدم کے آنے

سے ملول ہوتے ہیں۔ عدم تو ہمارا دار القرار اور دار الامن ہے جب تک پھر

اپنی اصلی حالت کو نہ پہنچیں تب تک کشاکش خیالی سے جو دنیا کے نام سے

موسوم ہے رہائی نہیں پا سکتے۔ پس ہم کو مناسب ہے کہ موجودگی وجود میں بھی

عدم کا تصور کر کے ایسے معدوم ہو جاویں کہ پھر عدم کا خوف دل میں نہ رہے +

تعیّن نے بے نام کو نامدار بے نشان کو بانشان بے تعلّق کو باتعلق

بنایا ہوا ہے اگر ایک لحظہ پردۂ تعیّن کو دریچۂ یقین سے اُٹھا کر دیکھیں تو صرف

ایک ذات ہے کہ جس میں سوائے سکوت کے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ جو چیز

خیال سے ظاہر ہوتی ہے اُس کی تائید اُس وقت تک ہے کہ جبتک اُسکا خیال

مثل شعلہ مجمر سینہ میں جوش آور رہتا ہے جب خیال فرو ہووے تو اُس شے

کی ہستی جو ہم نے پہلے مانی ہوئی ہے زائل ہو کر باقی ہستی حقیقی رہ جاتی ہے

کہ جس کو زوال کبھی بھی نہیں۔ اب جو لوگ کسی کو زندہ اور کسی کو مردہ مان رہے ہیں

سو باعث یہ ہے کہ ان کو اصلیت کی کچھ خبر نہیں قفس جزویت میں گرفتار ہو کر

ٹیں ٹیں پڑے کرتے ہیں ورنہ نہ کچھ ہوتا ہے نہ کچھ ہو گا اور نہ کچھ ہوا تھا یہ

کُل ایک ذات باہمہ و بے ہمہ خود بخود قائم ہے۔ اور اپنی عادت حقیقی میں مصروف

ہے۔ بقول عارف۔ **فرد**

چندیں ہزار جامہ بدل کرد و ہر حباب　　　دریائے بیکران حقیقت ہماں کہ ہست

دیگر **فرد**

باور چہ مے کند کہ زیک بحر بے کنار　　　موج سراب و آب بقا جلوہ مے زند

عمر کا گذرنا نہایت خوش ہے گویا یہی باعث ہے جو ہم کو فرحت وہ اس دار

کُہنہ میں ہے۔ اگر عمر قائم ہوتی اور ہمیشہ انسان پر ایک حالت وارد رہتی۔ تو

نہائیت ہی تنگ آجاتا۔ اس لئے باز ار کثرت جو شوق تماشا بینی سے ظہور

میں آیا مثل شاہراہ کے بنایا ہے کہ وہ ذات جو دائما اپنی وحدت میں مستغرق

معدن آرام و سکوت پریشانی و حرکت سے مبرا ہے اس آشوبگاہ کثرت میں

جو پُر از پریشانی و تکان ہے ماندہ ہو کر پھر اپنے حجرۂ توحید میں داخل ہو کر آرام پاوے

پس عمر کا مستعار ہونا اور ہمیشہ گذرتے رہنا قابل تعریف ہے۔ بقول محقق **فرد**

شکوہ کردن از شتاب عمر کافر نعمتی است　　　عمر چوں آب است باشد آب شیریں درگذار

جامۂ تن حباب اکبر ہے کُل آفات کا مورد ہے۔ واہمات تعلّقات رسومات
اضافات۔ رنج و راحت کا معدن۔ دوئی کا سرچشمہ ہے شہوت غُصّہ۔ طمع
اُلفت و انانیّت کا گھر ہے۔ حرص۔ اَل۔ حسد اور خواہش کی مادر ہے۔ محدودیّت
تنگی۔ بے توقیری۔ خوف اور امید ہمیشہ اس کے درمیان رہتے ہیں۔ اسکا
چاک ہونا کُل مصائبؔ آفات مذکورہ سے پاک ہونا ہے۔ پس جب یہ چاک
ہو یا کوئی ذریعہ اسکے چاک کا آکر بنے تو مقامِ شُکر ہے۔ طرفہ دیکھو کہ دور اندیش
موجودگی جامہ تن میں اسباب اسکے چاک کا مہیّا کرتے ہیں۔ گویا جو جو اسکے
لوازمات ہیں اُن سے مُنہ موڑ کر اس کے دافع سے محبّت جوڑتے ہیں مراد یہ ہے
کہ جین حیات میں حالتِ مرگ اختیار کرتے ہیں۔ اگر بنظر غور دیکھیں تو یہ
جہان گورستان ہے اور جامہ تن کفن ہے پس جس قدر یہاں موجود ہیں
مُردہ ہیں اور اُن کی حرکات رقص مُردہ ہیں صرف نام کے لئے سکندر اور دارا
بڑے بادشاہ۔ رُستم و زال بڑے پہلوان۔ سُقراط اور افلاطون بڑے حکیم۔
مجنون و فرہاد بڑے عاشق۔ محمدؐ و عیسےٰ بڑے پیغمبر۔ رام و کرشن بڑے اوتار
نانک اور کبیر بڑے سنت مشہور ہیں۔ ورنہ دریائے نیستی کی لہریں نیستی ہیں
غرق ہوکر صرف اسماء سے مشہور ہیں۔ سو کیا ہیں۔ کچھ ہی نہیں۔ صرف ابجد کے

حروف مشہور ہیں۔ پس اس دنیا کی شہرت کا انجام دیکھ کر محقق اس سے پہلو تہی
کر کے اُس ذات میں جو نام سے مُبّرا اور نشان سے مُعرّا صرف صرف ہی محو
ہو کر ذات میں ذات ہو گئے ہیں۔ موت ہماری دایہ ہے ہمیشہ ہم اُس کی گود میں
پرورش پا رہے ہیں۔ زندگی گویا اس کا انگشت سے پکڑ کر بازار اور گلی میں سیر کرانا
ہے۔ اور حالتِ مرگ گویا اپنی گود میں لوری دیکر سلانا ہے۔ موت وہ طاقت ہے
کہ جسکے آگے بڑے بڑے شہ زور پشہ کے برابر بھی درجہ نہیں رکھتے۔ اور
بڑے بڑے حکیم اُسکے دریافت کرنے میں طفل نادان سے بھی کم درجہ رکھتے
ہیں اور بڑے بڑے صاحب کشف اور کرامات اس کا بھید کھولنے میں بے زبان
ہیں۔ یہ وہ طاقت ہے کہ جس کے ذریعہ سے ذات باری تعالے اپنے بوقلموں
خزانہ مخلوقات کو پھر اپنے صندوق گمنامی اور محویّت میں کھینچتی اور ڈالتی ہے۔
پس یہ موت نہیں بلکہ ذریعۂ وصال اور دفعیۂ ملال ہے۔ اس کا آنا ہمارے
کُل امور کا انجام پانا ہے۔ اَے موت تو عین راحت ہے تیری یادگاری اور
دوستی ہمیں آلام و تشاویش سے بچا کر گوشہ عافیّت میں قرار دیتی ہے۔ اَے
موت تیری گود میں سوئے ہوئے کو کسی کا مقدور نہیں جو جگا سکے۔ اَے
موت تیرے چنگل میں گرفتار شدہ کو کوئی اور مُصیبت اس جہان کی دُکھ نہیں دسکتی

گویا تو دکھوں کا علاج اور خاتمہ ہے۔ اے موت تیری امداد کے سوائے وصال
ربانی حاصل نہیں ہو سکتا۔ تیرے ارادی لباس سے ملبوس ہو کر فقرا و اولیا
داخل بذات حق ہوئے ہیں۔ اے موت تو وہ بھید الٰہی ہے کہ جس کو آج تک
نہ کسی نے کھولا ہے اور نہ کوئی کھولیگا تیرا آنا ہی تیرا سِرّ ہے گویائی تو بجائے
خود رہی۔ خاموشی بھی تجھ کو نہیں جان سکتی گویا ذات باریتعالےٰ کی تو خاص
خواص ہے۔ تیرے محبّان اس دار سے رہائی پاکر گم در گم ہوتے ہیں۔ اے
موت تیرے سوائے شہوت۔ غصّہ۔ حسد کینہ۔ ظلم۔ طمع۔ فخر سے نجات
نہیں ہو سکتی۔ جب تیرا تصوّر کیا جاتا ہے اُس وقت ان کا نشان بھی نہیں
ملتا۔ طبیعت سرد ہو جاتی ہے آرام در آرام ہوتا ہے پس تو اس دردِ دکھن
سے خلاصی کا عجیب نسخہ ہے۔ تیرا اور میرا آپس میں ہمیشہ کا اتفاق ہے صرف
درمیان میں پردۂ تن سے قدرے جدائی صورت زندگی میں ہو گئی ہے سو
کچھ مضائقہ نہیں۔ تیری عمدہ اور لطیف صورت جو ارادی موت کے
نام سے مشہور یا موسوم ہے میں نے اختیار کرکے تیرا اتفاق بحال رکھا
ہوا ہے سو عجب مونس ہے کہ جس کا ہجر کسی وقت میں نہیں۔ ایسی موت
سے کیوں آدمی ڈرتے ہیں یہ تو عین راحت ہے۔ زندگی دریائے موت

کا حباب ہے حباب کا اثبات کب تک ضرور آخر کو اپنے بحر عمیق میں داخل ہو کر گم ہو جاویگا۔ پس کمر بستہ ہو کر دریائے نیستی میں مستغرق ہو کر عدم کی سیر کرو کہ وجود جسکا بیرونی تماشا ہے۔ خیالی محبّت میں گرفتار ہو کر کیوں خوار ہو رہے ہو؟

گل چہارم

سوال۔ ظاہر ہے کہ کل چیزیں لفظ کُن کے کہنے سے پیدا ہوئی ہیں اور کُن فرمودۂ خدا ہے معلوم ہوا کہ مَنْ وغیرہ بھی اُس سے ہیں تو یہ کیا سبب ہے کہ مَنْ بُرے کام کرتا ہے؟

جواب۔ ہر ایک چیز مختلف کام کے لئے مختلف تاثیر اور مختلف صورت والی پیدا ہوئی ہے۔ ایک کا فعل دوسرے سے نہیں ملتا۔ آتش کو سوائے جلانے کے اور کوئی کام نہیں۔ پانی کو سوائے سردی پہنچانے کے اور تشنگی رفع کرنے کے اور کوئی کام نہیں۔ سانپ کژدم وغیرہ زہر دار ظاہر کئے ہیں وہ اپنی تاثیر لوگوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ مادہ گاؤ گھاس کھا کر دودھ لوگوں کو بخشتی ہے۔ اسیطرح بخاطر انتظام کثرت بیشمار اشیاء بیشمار افعال کے لئے حکمت ازلی سے قائم ہوئی ہیں منجملہ اُنکے ایک لطیف طاقت جس کو مَنْ یا دل کہتے ہیں انسان

کے وجود میں داخل کی گئی کہ جس سے کُل امورات دنیاوی و جسمانی سرانجام

ہوتے ہیں گویا یہ آلہ برائے تکمیل کاروبار دنیا خدا نے انسان کو بخشا ہے اور

اس میں دو صفتیں موجود ہیں ایک نیک دوسری بد جس طرف زیادہ مشق ہوتی ہے

وہی کام اس سے نمودار ہوتے ہیں۔ لیکن ہر دو اوصاف یعنے نیک جس کے

فروعات ۔ دانش ۔ معرفت ۔ ترک ۔ آزادی ۔ تواضع ۔ خوش خُلقی ۔ قناعت

صبر ۔ شکر ۔ حلم ۔ حوصلہ ۔ تسلیم ۔ رضا ۔ خداپرستی ۔ خاکساری ۔ سخاوت ۔ علم ۔

عمل ۔ صفائی ۔ وفائی ۔ ضبط حواس ۔ سرزنش نفس ۔ محویت ۔ محاسبہ ہیں

اور بد جس کے فروعات بیدانشی ۔ جہل ۔ اُلفت ۔ گرفتاری ۔ خشم ۔

طمع ۔ شہوت ۔ انانیت ۔ حسد ۔ بُغض کینہ ۔ ریا ۔ بُخل ۔ خوشامد ۔ کبر ۔

نخوت ۔ سیاہ دلی ۔ بیوفائی ۔ کذب ۔ میل بہ لذات ۔ پیروی نفس ۔ اُلفت جسمانی ۔

تلخ گوئی ۔ غیبت ہیں ۔ ہر وقت اس میں رہتی ہیں ۔ اور ہر دو اوصاف سے

حسب موقع کام لیتا ہے ۔ مگر جس طرف ایزادی مشق کی ہوتی ہے وہی وصف

غالب آکر اس مَن کو اُسی صفت سے موصوف کر دیتا ہے اگر صحبت بد سے

اوصاف بد اس کے استعمال میں رہے تو بعد عرصہ کے مَن کو سوائے خیال

بدی کے اور کچھ نہیں سوجھتا ۔ اُس وقت خانہ زاد دشمن ہو کر وہ بلا ہائے

وتکالیف نازل کرتا ہے کہ جس کا علاج احاطۂ امکان سے بعید ہو جاتا ہے
گویا مَن معہ اوصافِ بد دشمن خونخوار کمین ہیں ہے + **فرد**

ہیں دشمنِ جان ڈھونڈ کر اپنا جو نکالا   سو حضرتِ دل سلمہ اللہ تعالےٰ

اور جب صحبت نیک سے اوصاف نیک عمل میں لاتا ہے اُس وقت تمام بدی سے
پاک ہو کر نیک ہو جاتا ہے اور بعد عرصہ کے اِس مشق کے فیض سے اُس درجہ پر
پہنچتا ہے کہ جہاں درجۂ مَن سے گذر کر واصل بخدا ہو کر خود خدا ہو جاتا ہے **بیت**

چوں شدہ دل پاک از کبر و ریا
بیگماں او ہست ذاتِ کبریا

پس مناسب ہے کہ اوصاف نیک جنکی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے عمل میں لاوے
تاکہ مَن جو دشمن ہو کر بُرے کام کراتا ہے دوست خیر اندیش ہو کر منزل حقیقت
کیطرف راہنما ہو گا کیونکہ یہ عادت جبلّی حکیم ازلی نے اس مَن میں ڈالی ہے کہ
جسکے ساتھ اس کا اجتماع ہو گا۔ اُسی کی صورت بن جاویگا تو اس میں کچھ
مقام اعتراض نہیں کہ کیوں یہ مَن بُرے کام کراتا ہے۔ جو لوگ اس جہان
میں عَلم نیکی گاڑ کر کے شہرۂ آفاق ہو چکے ہیں یا ہیں یا ہونگے وہ تمام بدولت
اس مَن کے ہے تو ثابت ہوا کہ معدن نیکی مَن ہے اور برائی بھی اسی سے ہوتی

ہے۔ سو پروردگار نے اس کو یعنے انسان کو دانش بخشی ہے کہ اس طاقت لطیف

مَن کو ایسے طریقہ سے عملمیں لاوے۔ کہ جس سے بہبودی دارین متصور ہو۔ اسمیں

دونو صفتیں موجود ہیں کیونکہ کارروائی دُنیا سوائے ہردو اوصاف یعنے اوصاف

ذمیمہ و اوصاف حمیدہ کے پوری نہیں ہوسکتی۔ تقاضائے بشریت ایسا ہے کہ

اسمیں ہر قسم کی عادات رہتی ہیں اور وقت پر اس کو کام دیتی ہیں لیکن ایک عادت

خدا نے اسکو ایسی بخشی ہے کہ جسکے ذریعہ بشریت سے گذر کر درجہ ملائک پر پہنچتا ہے وہ

عادت دانش ہے۔ جب دانش سے درجہ ملائک تک پہنچا۔ کیا معنے کہ اوصاف

نیک سے موصوف ہوا تو اُس سے آگے درجہ خدا ہے۔ پس اس مَن کے ذریعہ سے

اس درجہ تک رسائی ہوئی۔ اور اگر دانش کو پیش نظر رکھ کر عمل نہ کیا۔ تو تقاضائے

بشریت سے مَن اوصاف ذمیمہ میں مشتغل ہوکر درجہ بہائم پر پہنچتا ہے پس مناسب

ہے کہ اس مَن کو معدن نیکی و بدی جانکر برا حصول آرام و سعادت دارین بذریعہ

دانش کا مل نیکی کیطرف مائل کرے تاکہ یہی مَن معدن آرام ہو جاوے *

گل پنجم

سوال۔ خواہش کس کے ذریعہ ہوتی ہے وہ کس کا پیدا شدہ ہے غصہ چوری اور

بُری عادات کس سے پیدا کیں اگر خدا نے بنائیں تو کیوں؟

جواب۔ خواہش۔ غصّہ۔ چوری۔ شہوت وغیرہ عادات ذمیمہ اگیان
یعنے غفلت کے ذریعہ ہوتی ہیں اور نظر غفلت میں اِن کی اصلیت معلوم ہوتی ہے
غفلت نام نظر محدودیّت تعین جزویت۔ تقاضائے بشریت تعلق ملکیت کا ہے
اور یہی امور باعث ظہور عادات ذمیمہ ہیں کیونکہ آپ کو حسب محدود صورت
ایک خاص نام سے موسوم اور محدود مکان یا اشیاء کا مالک جزویّت میں غرق مانا
اُس وقت دوسرے کی تلخ گوئی یا نامتابعت سے غصّہ پیدا ہوتا ہے
اور اپنے مال مملوکہ میں سے قدرے نقصان دیکھ کر خیال چوری دل میں آتا ہے
آپ کو محتاج جان کر دوسرے کی مملوکہ چیز کے چُرانے پر مستعد ہوتا ہے
اسی طرح حسب موقعہ دیگر عادات بھی ظاہر ہوتی ہیں۔ پس یہی غفلت ہی
ذریعہ ظہور خواہش۔ غصّہ ودزدی وغیرہ ہے اور اِن عادات کو بھی خدا نے
بنایا ہے اِس غرض سے کہ جو لوگ غافل ہو کر فخر جسمانی سے مال مشترکہ کو اپنا
مِلک جانتے ہیں اور نظر محدود سے آپ کو کچھ اَور کا اَور یقین کر کے دوسروں پر
دست تعدّی دراز کرتے ہیں اور دوئی کو درمیان میں لا کر خدا کی وحدت
میں فرق ڈالتے ہیں اور خدا کو حاضر وناظر نہ جانکر ارتکاب فعل بد کا کرتے ہیں۔

ان عادات سے اپنے جرم کے لئے سزایاب ہوں اور تکالیف برداشت
کر کے اپنے فخر جسمانی سے نفرت پذیر ہو کر راہ نجات کو ڈھونڈھیں پس ان
عادات کے پیدا کرنے میں بھی خداوند کریم نے اپنی معدلت و شفقت
ظاہر کی ہے۔ یعنے اشارتاً اس جرم کبیرہ کے لئے سزا دیکر ہم کو بیدار
کیا ہے یہ نظر جزوئیت اور فخر جسمانی ایسے سخت جرم ہیں کہ ہمیشہ انسان
پر خواہ مخواہ بلاہائے شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ اُلفت۔ حسد۔ کینہ۔ بغض وغیرہ
نازل رکھتے ہیں اور جب ان سے پاک ہو کر نظر کلیت اور محویت بذات
اختیار کرتا ہے اُس وقت غصہ۔ چوری۔ اُلفت۔ حسد اس طرح مفقود
ہو جاتے ہیں کہ جس طرح سورج کے نکلنے سے تاریکی جاتی رہتی ہے کیونکہ
جسنے سب کو ذات حق دیکھا ہے وہ کس پر غصہ کرے اور جسنے اپنے مال کو مال مشترک
یا مال خدا سمجھا ہے وہ کس پر کس وجہ سے الزام لگاوے پس فخر جسمانی
اور ملکیت اشیاء اور خیال اقبال دور کرنے سے سزائے غصہ و چوری و
شہوت و ظلم سے بھی خلاصی پاتا ہے سو مناسب ہے کہ اپنی ذات کو پہچان کر
قید جسمانی سے خلاص ہووے تنگی جزوئیت سے نکل فراخی کلیت میں آوے
اور گوشہ محدودیت سے پرواز کر میدان بیحدی میں مقیم ہووے تاکہ قہر خدا

ہے جو بصورت شہوت و طمع و غضب و اُلفت و انانیت و حسد و کینہ نازل ہوتا ہے مامون اور محفوظ ہو کر گوشہ عافیت و طمانیت میں سکونت پذیر ہووے

بیت

گلِ توحید نروید ز زمینے کہ درو
خارِ شرک و حسد و کبر و ریا و کین است

گلِ ششم

جس قدر جاہ و حشم و دولت و متاع ظاہری ہے یہ تمام فانی ہے وقت پر اپکا حصہ ہے حالت خواب میں کوئی چیز عالم بیداری کی کام نہیں آتی اور کوئی چیز عالم خواب کی عالم بیداری میں کام نہیں آتی اور حالت سکھوپت یعنے خواب گراں میں تمام اسباب و علم اور خیالات گم ہو جاتے ہیں۔ جب چین حیات میں دنیا کا یہ حال ہے کہ شب و روز میں ایک حالت پر قائم نہیں رہتی تو بعد مرگ یا بوقت مرگ اِن کا کیا سکھ ہوگا اِس لیئے دانایان و عارفان اِن تمام اشیاء کو خیالی و بے بنیاد سمجھ کر اپنی طبع لطیف کو آلودہ نہیں کرتے بلکہ اِن کی شاہد اور روشن کنندہ سے جو حجرۂ دل میں بصورت جان مقیم ہے

دل واصل کرے اور اُس کو اپنا آپ جان کر ہمیشہ پر سرور و مُبّرا از شادی و غم
رہتے ہیں اور جو لوگ اس جہان اور اس جہان کی اشیاء کا آغاز و انجام نہ ہو چکیر
اُسکو راست جانتے ہیں وہ ہمیشہ دام بلا میں گرفتار رہ کر مثل سبو چہ چرخ چاہ
پیدا ہوتے و مرتے رہتے ہیں ❊

گُل ہفتم

خواہش نے اِس جیو کو ایسا خراب کیا ہے کہ پرم برھم سے نزول و بیکر اس درجہ
خسیس پر جس کو جیو کہتے ہیں پہنچایا ہے۔ خواہشمند کو کبھی آرام ولی نہیں سدا
اُس کا دل پریشان رہتا ہے۔ اگر تمام جہان کا پادشاہ ہے اور ہوس
رکھتا ہے تو وہ مفلس اور رزیل ہے۔ اور اگر مفلس بے وسیلہ معاش
ہے اور ہوس سے مُعرّا ہے تو شاہنشاہ ہے پس اِس خواہش کو چھوڑنا
ہی مکت کا حاصل کرنا ہے اور خواہش کو دل میں رکھنا گرفتاری ہے۔ اسکے
سوائے اور کوئی بندھن و مکت نہیں ہے۔ اور مَن ایسا خراب و بے عنان
(گرفتاری) (نجات)
ہے کہ جس کام میں اُس کا رجوع بہت عرصہ رہے اُس کا سروپ ہو جاتا ہے
پس اُس کے چھوڑنے میں یا اُس کی طرف سے نافر ہونے میں بہت سے

دلائل پیش کرتا ہے جو سدّراہ ہوتے ہیں غرض کہ اُس کام کو بالکل نہیں
چھوڑ سکتا۔ کیونکہ مَن مثل مُرغ کے ہے لوبھ و لجّا اُسکے دو پر ہیں راگ
دویش یعنے شادی و غم اس کی چونچ ہیں۔ جسم درخت پر اس کا آشیانہ
ہے۔ نیک و بد عمل اس کی غذا ہے جب ایسے مُرغ کو وچار روپی قفس میں ڈال کر ویراگ
اور سنتوکھ کی مقراض سے اسکے دو پر کاٹے جاویں۔ اور جگت کو
متھیا یقین کرنے سے اُس کی چونچ شادی و غمی کی توڑ ہی جاوے
اور آپ کو جسم سے فارغ ست چت آنند روپ آتما جاننے سے غذا عمل
نیک و بد کی دور ہیجاوے۔ تب وہی مَن پرماتما سے ایک ہو کر پرم آتما روپ
ہو جاتا ہے۔ جسم کی صحبت نے چیتن تت کو نہایت تکالیف و تشاویش
برداشت کرائی ہیں اور کرا رہا ہے اور جب آپ کو جسم سے فارغ سمجھے اُس وقت
آرام دائمی حاصل ہو۔ جسم کے پیدا ہونے سے آتما پیدا نہیں ہوتا۔
اور جسم کے مرنے سے مرتا نہیں۔ پس اس جسم کے ساتھ ہمارا کیا تعلق
ہے۔ میں اور آپ اور سب مخلوق آتما ہیں غلطی سے آپ کو جسم ماننے
لگ گئے ہیں۔ جب یہ نظر درمیان سے دور ہو جاوے تو ایک آتما ہی آتما
ہے جب ایسے آتما کا درشن ہوتا ہے تو ہر طرف سے وہی نظر آتا ہے

سے قبل تک ایک برہم آتما دیکھتا ہے۔ اس یقین اور نظر کا نام حصول پرماتما ہے
اور ایسے شخص کو برہم گیانی کہتے ہیں۔ پس مناسب ہے کہ آپ سدا آپ کو
ست چت آنند آتما جانیں اور آپ کو جسم سے مبرّا اور فارغ سمجھیں اور تمام
اشیاء کو صرف خیال سے ظاہر ہوا جانکر اپنے آپ میں قائم رہیں اور جگت
کچھ چیز نہیں ہے صرف مَن نقاش نے یہ تمام تقلیدی تصاویر کھینچی ہیں
اگر تمام اشیاء کا نام روپ دور کیا جائے تو باقی ست چت آنند آتما
رہیگا۔ پس جہاں نام روپ ہے اسکے سوائے اور کچھ نہیں ایک نرگن
نرنکار (بے صورت)۔ اجونی (پیدا نشدہ)۔ نروکار (بے عیب)۔ ابناشی (باقی)۔ ادویت (واحد)۔ اچل (قائم)۔ اکرتے (غیر فاعل)۔ اکھنڈ (یکساں)
اناد (غیر ابتدا)۔ اسنگ (لاشریک)۔ پرم برہم۔ اپنے آپ میں قائم ہے۔ سوائے ایسے
پورن برہم کی شناخت کے غمہائے جہاں اور اندیشہائے پرلوک سے
رستگاری نصیب نہیں ہوتی۔ پس ہم کو اور کچھ نہیں کرنا ہے۔ آنکھوں سے
سب جگت کو پرماتما روپ دیکھنا ہے۔ اور کانوں سے برہم گیان سننا ہے
مکھ سے پرماتما کا گیان یا گوبند گیت کا وچار کرنا ہے۔ ہاتھوں سے
دان کرنا اور گورو سنت مہاتما پُرکھوں کی خدمت کرنی ہے۔ پاؤں سے
ست مارگ یعنے سنت کے پاس چلکر جانا ہے اور مَن میں ہمیشہ آتم دھیان

رکھنا ہے جب اِس صورت سے تمام اعضا اور تن کو عبادت میں شاغل کیا تو تھوڑے عرصہ میں پرم پد حاصل ہو جاویگا۔ جہان کا کوئی کام قابل سوچنے کے نہیں ہے بلکہ تمام قابل فراموش کرنے کے ہیں +

گُل ہشتم

آزادگی وہ نعمت ہے جو تمام لذّات نفسانی سے سیری بخشتی ہے اور تمام سر دردیہائے زمانہ سے فراغت دیتی ہے بدوں آزادگی کے سر مو آرام زیر گنبدِ نیلگون نہیں ہے۔

فرد

غلام ہمّتِ رندانِ بے سر و پایم ... کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ

دیگر

ملک آزادگی و گنجِ قناعت گنجیست ... کہ بہ شمشیر میسّر نشود سلطان را

دیگر

غلامِ ہمتِ آنم کہ زیرِ چرخِ کبود ... زہرچہ رنگ تعلّق پذیرد آزاد است

آزاد طبع کو ہر جا و ہر کام میں آزادی ہے تعلّق سی فارغ کو کوئی شے گرفتار نہیں کر سکتی۔ غفلت سی انسان اس ہیچ میں پابند ہے کیونکہ جہان

اسم وصفت ہے۔ اسم وصفت خیال سے پیدا ہوتا ہے۔ خیال خود لغزش پذیر ہے لغزش پذیر پر اعتماد کرنا دانائی سے دور ہے۔ آرام دلارام میں ہے۔ کیونکہ مکت نام فراغت ازاوہام ظاہری و باطنی و حصول جمعیت خاطری و طمانیت ہے۔

ست سنگ نام رجوع دل بطرف حق ہے ست آتما سب کا اپنا آپ ہے آزادگی کا حصر اپنی طبیعت کے رجوع پر موقوف ہے۔ کیونکہ جس طرف خیال مصمم کیا جاوے۔ اور ہمیشہ اُسکے پورا ہونے کی آرزو رکھی جاوے تو امید ہے کہ ایک روز مُراد بر آویگی اور اگر دل سے نہ چاہے تو کوئی ذریعہ اُسکی تکمیل میں کارگر نہیں ہوتا۔ دنیاوی امورات صرف مثل چاہ تاریک کے ہیں ان میں افتادہ انسان کو بالائی حالات کی یعنے شناختِ الٰہی کی کچھ خبر نہیں ہوتی۔ جب ترک و آزادگی و دانش کاملہ کی رسن کو گلے میں ڈال کر اوپر کیطرف مائل ہو تو ضرور ہے کہ وہ نکلیگا۔ اگر نکلنے کا ارادہ ہی نہ کرے تو دنیا میں کوئی اُسکے نکالنے میں لائق نہیں ہے خواہش بجز قناعت کے سیر نہیں ہوتی۔ پس صابر اور قانع ہونا مناسب ہے۔ +

گُل نہم

غفلت کے باعث سے انسان کو مرگ جو ہمیشہ اُسکے سر پر موجود ہے فراموش

ہو رہی ہے۔ ورنہ تمام مخلوقات لقمۂ مرگ ہیں یا مرگ مثل آتش سوزاں مخلوقات کو جو
مانند برگِ کاہ ہیں جلاتی ہے۔ اِس دنیا میں امید زندگی کی باندھنی محض نادانی
وحماقت ہے ہستی کی بُنیاد صرف رفتار نفس پر قائم ہے جو مثل ارہ وودم
زندگی کو قطع کر رہا ہے۔ پس ایسی بے بنیاد ہستی پر نازاں ہو کر سامان جاہ
وحشم میں مست رہنا کونسی دانائی ہے۔ صرف غفلت میں کاروبار ناپائدار
مزہ دار یقین ہوتے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر غفلت کو دور کر کے سخنان
کاملان کو تہ دل سے فکر کرے یا آنکہ اپنی دانش کاملہ کے ذریعہ سے
حالات نیرنگی زمانہ کو سوچے۔ تو ضرور ہے کہ اسکو اپنی گذشتہ زندگی پر پشیمانی
پیدا ہوگی اور آئندہ کے لئے اپنی بہبودی کی طرف مائل ہو کر صحبت عارفان
وعمل بر سخن ایشاں و نفرت از لذاتِ دنیا و قناعت از آرزوئے ترقی مال
وحشم اختیار کریگا۔ ورنہ مثل نر گاؤ کے چشم بند چہار طرف چاہ عیالداری
کی گشت کرتا رہیگا۔ تمام اشیاء دنیا خیالی ہیں۔ اِنکی حصول سے جاہل
کو خوشی ہوتی ہے۔ عارف کو یہ تمام اشیاء اپنی طرف کھینچ نہیں سکتیں
کیونکہ اُس کی نگاہ میں یہ تمام ہنگامہ خیال وخواب کا ہے یا صرف آب سراب کی طرح
دھوکا ہے۔ جسم کی اُلفت و انانیت سے اس جوہر پر صدہا صدمہ نازل ہوتے

ہیں۔ آپ کو پہچاننے سے تمام طلسمات جہاں کا پردہ ایک لحظہ میں کھُل جاتا ہے جسم عناصر اربعہ سے مرکّب ہے اور اُس میں رہنے والا آتما پاک اور عین علم و نور ہے اپنی بے علمی سے آپ کو جسم ماننے لگا ہے اور تمام تکلیفات اس جہان اور آئندہ جہان کی اسکے واسطے مقرر ہوئی ہیں اگر انسان آپ کو بذریعہ وچار اور ست سنگ جسم سے جدا جانکر صرف ست چت آنند آتما جانے تو مُکت ہو کر پرماتما روپ ہو جاتا ہے۔ دنیا میں سوائے دردسری کے اور کچھ حاصل نہیں۔ اپنے سروپ میں مگن رہنا ہی آنند ہے ✦

گلِ دہم

اُن لوگوں کی سعادتمندی قابل تعریف ہے جو اپنے وقت کی ترقی میں ہرگز غفلت نہیں کرتے۔ لذّات دنیا میں گرفتار نہیں ہوتے بلکہ اُن کو ہمیشہ زہر کے برابر سمجھ کر مَن کو قابو میں رکھتے ہیں اور ابھیاس کر نہیں ایک دن بھی تغافل نہیں کرتے کیونکہ ایک دن کے ناغہ سے بہت کمی ہو جاتی ہے گوشہ میں یکجا بیٹھ کر اور تمام اطراف سے خیال کو روک کر آتما میں مگن ہوتے ہیں۔ یہ جہان بمثل گرم دھوپ کے تپا ہوا ہے اور آتما شانتی سرود یعنے چشمہ آرام و سردی ہے یہ نہ سمجھو کہ ابھی

تم نوعمر ہو بلکہ اِس عمر کو غنیمت سمجھ کر خوب طور پر اپنے نفس امّارہ کو مغلوب رکھو
دائما شاداں و آنند روپ رہو۔ جہان نہ ہوا ہے نہ ہے نہ ہوگا یقین واثق
سمجھو اگرچہ انسان کو دائماً بُرے سنگ سے اثر پیدا ہو جاتا ہے لیکن تاہم
احتیاط واجب ہے کیونکہ مَن ایسی متحرک طاقت ہے کہ ایک لحظہ میں یہ راغب
بہ آزادی ہو جاتا ہے اور دوسرے لحظہ میں ایسی جیسا گرفتار کوئی نہیں ہوتا
لحظہ میں عرش معنے پر پرواز کر کے لاہوت کے باغ میں مقیم ہوتا ہے اور دوسرے
لحظہ میں فرش صورت پر نزول پا کر آشیانہ یا قفس ناسوت میں گرفتار ہو جاتا ہے
پس مناسب ہے کہ ہر وقت و ہر لحظہ و ہر فعل میں اپنی برتی کو سروپ آکار یعنے ذات
حق میں محو رکھو نام روپ یعنے اسم و صفت پر بالکل نگاہ نہ کرو اور نہ دل کو
باندھو۔ تمام اشیاء کو ہست بھانت پر یعنے ہستی علم سرور دیکھو
دل میں ہمیشہ خواہش قطع تعلق کی رکھا کرو۔ کیونکہ جو آرزو دل میں پختہ ہوتی
ہے اُس کا ثمرہ ضرور ایک روز ملتا ہے۔ رشتہ داروں کی مرضی کے پابند
اس قدر نہ ہو کہ تم کو مثل خر کے بار تعلق سے لاد کر جس راہ سے چاہیں لیجاویں
بلکہ مثل شیر زبان آپ کو سنبھالو اور قفس آہنی تعلق کو پنجہ ابھیاس و
ویراگ سے توڑو۔ دنیا میں کسی کو قیام نہیں۔ پس جو وقت دشت

آزادگی کی سیر ہیں گذرے وہ غنیمت ہے صحبت عارفان ہیں اپنے وقت کو خوش رکھو۔ بیت

ناسخ نہو جو ہوس خوانِ اغنیا یاد آیا یہ مجھے لبِ نانِ جوین سے

دیگر

عیشِ دنیا ناپائدار البقائے نیست دیدی غنچہ را یک تبسم کرد عمرے در پریشانی گذشت

دیگر

جاں بجاناں دہ و گرنہ از تو بستاند اجل خود تو منصف باش اے دل این نکو یا آں نکو

گل یازدہم

ضرور اس مَن کا ایسا حال ہے کہ ہمیشہ ایک صورت پر نہیں رہتا لیکن یادگاری سُخنان عارفان اس کو اپنی عادت شیطانی سے باز رکھکر راہ راست کیطرف روانہ کرتی ہے۔ مَن مثل بچھیرے کے ہے جو اپنی مادر کے پیچھے اور آگے کودتا پھاندتا رہتا ہے۔ مادر کون ہے او دنیا یعنے غفلت۔ کودنا کیا ہے کبھی کسی لذّت کی طرف مائل ہونا اور کبھی کسی طرف۔ جب اس مَن کو مرضی موافق اسباب لذّات نفسانی و عیش جسمانی حاصل ہوتے ہیں اُس وقت شاداں ہو کر پھولتا ہے اور جب

برخلاف مرضی ہوتے ہیں تو رنجیدہ ہو کر سکیچ جاتا ہے لیکن یہ حالت مَن کی باعث
نادانی از علم توحید و بلا تمیز حق و باطل ہوتی ہے جب اس میں تمیز حق و باطل
آتی ہے اُس وقت اِس کو اپنی کردنی سے پشیمانی ہوتی ہے جو اُس کی رکاوٹ کا
باعث ہوتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جب مَن میں اضطراب ہوتا ہے اُس وقت
تمام لذّات گم ہو جاتی ہیں اور نہایت بیقراری رونما ہوتی ہے اندھیری سی چھا
جاتی ہے لیکن بیچاؤ کرنے کا چارہ صرف یہی ہے کہ جب یہ پریشان ہونے لگے
اُس وقت اُس کو روکے۔ وچار کرے۔ جس چیز کیطرف مائل ہو اُسکے عیوب
کو سوچ کر اُس طرف سے اُس کو روک رکھے۔ گذشتہ کا خیال نہ کرے۔ آئندہ کا
فکر نہ کرے صرف حال میں شادی و غمی سے فارغ ہو کر گذران کرتا رہے فرصت
یا بیکاری کی وقت مَن کو ہرگز اختیار نہ دیوے۔ کہ اپنے کردار ظاہر کرے بلکہ اس
پر ایسا نگراں رہے کہ اِس کو سوائے یادگاری سروپ و سخنان عارفان کے اور کوئی
خیال نہو کیونکہ جہان کوئی چیز نہیں صرف خیال کا نام جہان ہے جب تک کثرت
یعنے انیکتا کیطرف خیال مائل ہوتا ہے اُس وقت تک بے قراری و بے آرامی
ہوتی ہے اور جب وحدت میں مستغرق ہوتا ہے اُس وقت قرار و آرام ہوتا ہے۔
پس مناسب ہے کہ ہرگز اِس مَن پر کہ جس کا سروپ سنکلپ یعنے خیال ہے اعتماد نہ کرنا چاہئے

ایک اور علاج اس کے روکنے کا یہ ہے کہ جہاں مَن جاوے وہیں برہم دیکھے جو کچھ نظر میں آوے یا جو آواز سنائی دیوے یا جو احاطۂ فکر میں آوے سب اس کو ادوَیت نِرو کار ست۔ چِت۔ آنند۔ آتما دیکھے۔ نہ آپ کو دیکھے نہ غیر کو دیکھے نہ خیال کو نہ کسی دوسری چیز کو۔ جب اِس صورت سے نظر قائم ہوگئی تب ہمیشہ آنند رہیگا۔ آپ کو جسم سے فارغ جاننا بھی ایک عمدہ علاج گرفتاری مَن کا ہے اخلاق ذمیمہ سے اجتناب بھی نفس آمارہ کو سرزنش ہے۔ صحبت کا قدر مہجوری میں معلوم ہوتا ہے موجودگی میں تھوڑا قدر رہتا ہے۔ منصف مزاج کو ہر وقت ایک حجاب ہے۔ حالات زمانہ سے چشم پوش رہنا گویا عافیت دارین حاصل کرنا ہے۔ آزادگی نعمت عظیم ہے بجز آزادگی سرِ مو آرام اِس ہوار ناپائدار میں نہیں ہے سوائے قناعت کے کسی کو سیری نہیں۔ قناعت دولت عظیم ہے

گل دوازدہم

معاملات دنیاوی میں بڑی بڑی خرابیاں ہوتی ہیں۔ جس قدر خواہش اور غصب زیادہ ہوتے ہیں اُسیقدر بے توقیر اور پریشان ہوتا ہے۔ بادشاہ لوگ حرص اور غصہ کے غلام ہیں۔ وائے ان کی متابعت میں صدہا طرح کی تکالیف

برداشت کرتے ہیں۔ اب ظاہر حال اس جہان میں بادشاہ کے برابر کوئی آسودہ حال نہیں ہوتا۔ مگر باطن میں اس جیسا کوئی خراب نہیں ہوتا۔ جس قدر مال اُسیقدر وبال۔ اگرچہ اِس جہان میں زر نہایت عزیز ہو رہی ہے اور اُسکے لئے تمام لوگ خواہ کہ خواہ سرگردان ہیں۔ کردنی ناکردنی سب کرتے ہیں مگر اِس بجز کارروائی کے اور کوئی آرام نہیں ملتا لیکن کارروائی کا خیال کسی کو نہیں سب کوئی اسکے جمع کرنے میں مصروف ہو رہا ہے سو یہ محض نادانی ہے اِسکے جمع کرنے سے سراسر سر دردی اور غمخواری ہوتی ہے کسی قسم کا آرام حاصل نہیں ہوتا اِس واسطے گیانوان دور اندیش اِس کی حُب سے دل کو پاک رکھتے ہیں جسم کی کارروائی کو پراربدھ پر چھوڑ دیتے ہیں سو بخوبی ہوتی ہے۔ کیونکہ جب تک پراربدہ ہے تب تک سریر زندہ رہتا ہے جب پراربدہ تمام ہوگئی اُس وقت سریر ناس ہو جاویگا۔ جب یہ حال ہے تو کیا اندیشہ۔ صرف تھوڑا اِتر کھا رتھ جسم کی پرورش کے لئے واجب ہے۔ جو لوگ جسم کی کارروائی کو پراربدھ پر چھوڑتے ہیں اور آتم گیان کی طرف پرکھارتھ کرتے ہیں وے قید زادن و مردن سے نجات پاتے ہیں جو عمل تمام عمر دلنشین ہوتا ہے وہی اخیر وقت پر یاد آتا ہے بجز ابھیاس کے کوئی کام خواہ دینی ہو خواہ دنیوی

ماتحل نہیں ہوسکتا۔ پس مناسب ہے کہ خیال کو روکنے اور جگت کو جھوٹا یقین کرنے اور آتما کا وچار کرنے کا ابھیاس کرتا رہے تعلق کی رشتے قطع کرے الفت وخشم وطمع وشہوت وانانیت وخودستائی وکینہ وبغض وحسد کو دل سے دور کرے پرماتما کو ہر جگہ دیکھے۔ کوئی کام بغیر وچار کے نکرے۔ گوشہ نشینی وآزادگی صحبت جہلا سے پرہیز۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوشی۔ ان کاموں سے انسان نہایت آرام میں رہتا ہے۔ سوائے آزادگی کے کسی صورت سے زندگی بہ آرام نہیں گذر سکتی۔

گل سیزدھم

زہے نصیب اُن لوگوں کے ہیں کہ جن کو جسم خاکی میں جگت کیطرف سے ویراگ پیدا ہوکر ست پرماتما کیطرف میل ہوا ہے۔ یہ تمام کچھ صرف دیدنی ہے گیان تام فہمید کا ہے۔ کوئی ظاہرا محنت اعضا یا قواء کی تحصیل معرفت کے لئے درکار نہیں صرف خیال کو پھیرنا ہے یعنی بجائے کام [شہوت] کے جت [ضبط] کو دل میں قائم کرنا ہے وبجائے کرودھ [غصہ] کے دھیرج [حوصلہ] وبجائے لوبھ [طمع] کے سنتوکھ [صبر] وبجائے موہ [الفت] کے ویراگ [ترک] وبجائے اہنکار [انانیت] کے وچار [دانش] پیدا کرنے میں اور ہر وقت دل کی طرف

متوجہ ہو کر اسکو خواہش ہائے الوان سے روکنا اور لذات نفسانی کی طرف مائل نہونے دینا۔ من ہیں دائما یہی سوچ رکھنا کہ نہ میں سریر ہوں اور نہ میرا سریر ہے نہ میں اندریاں ہوں اور نہ میری اندریاں ہیں۔ بلکہ ان سب کا شاہد اور سب کا روشن کنندہ میں پورن ست چت آنند آتما ہوں یہ وچار ہر وقت اگر من میں قایم رہے تو تمام آفات ارضی و سماوی سے مامون و محفوظ رہکر واصل بذاتِ حق ہوتا ہے اور جہان میں گذارہ کے لیے خوش خُلقی۔ تواضع۔ راستگوئی۔ حوصلہ کیناره گیری۔ قناعت۔ صبر۔ حلم۔ خاموشی و صُحبت عارفان۔ اجتناب از جاہلان اختیار کرے۔ مثل مسافر آپ کو سمجھ کر زندگی بسر کرکے جان بحق تسلیم کرے زندگی مثل حباب ہے۔ لحظہ بلحظہ اس کا رنگ کچھ اور کا اور ہی ہوتا جاتا ہے حال کا دم غنیمت ہے۔ گذشتہ ہاتھ نہیں آتا۔ آئندہ کی کچھ خبر نہیں ثابت ہوا کہ ہمارا ایک ہی دم ہے۔ حیف ہے کہ اس ایک دم کے لئے ہنگامہ برپا کرکے اپنی جان کو گرفتار کرکے خالی ہاتھوں مرجانا ایک تو یہ سر بسر آفت عظیم ہے۔ دوسرا خواہش کو بڑھا کر دائما اسکے پورا کرنے میں مبتلا رہنا آفت در آفت بلا در بلا ہے ✤

گل چہاردہم

کام (شہوت) ۔ کرودھ (غصہ) ۔ لوبھ (طمع) ۔ موہ (الفت) ۔ آہنکار (انانیت) ۔ نہایت ہی زور آور ہیں ہمیشہ جیو کو سرگردان و پامال رکھتے ہیں ۔ ان پر غالب آنا نہایت ہی جوانمردی اور عالی ہمتی ہے وچار اور ست سنگ کے ذریعہ سے بآسانی مغلوب ہو جاتی ہیں جب کام کا خیال دل میں جاگیر ہو تو اس وقت اسکے عیوب کو سوچ کر خیال کو اس طرف سے باز رکھے اور جت (ضبط) میں جو اس کے مخالف عادت ہے قائم ہوئے اسیطرح کرودھ کے وقت دھیرج (حوصلہ) اور لوبھ کے وقت سنتوکھ (قناعت) اور موہ کے وقت ویراگ (ترک) اور آہنکار کے وقت وچار (دانش) کرے ۔ جب انکے بجائے یہ دشمن ہو گئے تو پھر ہر صورت سے آرام رہیگا ۔ فی الحقیقت ان تمام میں سے کام بہت زور آور ہے جسم کی حالت پر بھی اس کا ہونا یا نہ ہونا بہت منحصر ہے یعنے اگر جسم فربہ اور قوی ہو تو غلبہ شہوت کا بھی زیادہ ہوتا ہے اور اگر جسم لاغر اور ناتواں ہو تو غلبہ بھی کم ہوتا ہے اور یہ بات بھی عموماً نہیں خیال پر بھی بہت کچھ منحصر ہے ۔ اگر خیال ایک طرف لگا رہے اور دوسری طرف راغب ہونے کی اسکو فرصت نہ ملے تو کیا مقدور ہے کہ کام (شہوت) اپنا زور دل میں پیدا کر سکے صرف بیکاری یعنے بےوچاری

سے ہے کہ خیال اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرتا ہے اگر اس پر پورا پورا ضبط و چار کا ڈالا جائے۔ تو اپنی عادت سے باز رہکر آرام اختیار کرتا ہے۔ دوسرا ایام جوانی کے نہائیت زور آور ہوتے ہیں۔ اِس عُمر میں نفس پر قابو ڈالنا تحسین ہے*

گل یازدھم

فرد

بہ پیری ہر کس از خوفِ مرگ فکر کند | صد آفرین بر آں کس کہ مے کند بہ شباب

دیگر

جوانی بر سرِ کوچ است فرصت دان جوانی را | دوبارہ کس نمے یابد متاعِ رائیگانی را

اگر موسم شباب میں ویراگ ور وچار دھیان ہوں تو نہائیت ہی خوش نصیبی ہے کیونکہ یہ عُمر تمام لذات کا گھر ہے اور تمام عیوب کی کان ہے ہر عُضو شیطنت کی طرف مائل ہوتا ہے۔ سالکان عامل و عارفان کامل نے اِس عُمر کی نسبت بہت کچھ لکھا ہے اور قسم قسم کی تدابیر اس عمر کے لئے قلمبند کی ہیں۔ مگر سب سے عمدہ و آسان تجویز یہی ہے کہ بد صحبت سے پرہیز کرے۔ عیاش و زانی و قمار باز و خلاف گو و ژاژ گو سے چار چشمی بھی نہ کرے اور نیک صحبت کیطرف مائل ہو کر

دانایان کے سخنان پر عمل کرے۔ بزرگ کا سخن ایسا اثر رکھتا ہے کہ اگر کوئی شخص بے وقوفی کی شراب سے مدہوش ہو کر اُن کی تعمیل سے سرکش ہو تو کافی سزا پاتا ہے اور کئی روز تکالیف اٹھاتا ہے مگر افسوس ہے کہ پھر بھی عبرت نہیں آتی۔ اور نہ اُس کام سے باز آتا ہے۔ غفلت نے انسان کو ایسا مغلوب کیا ہے۔ کہ تمیز حق و باطل اس سے جاتی رہی ہے۔ یہ سمجھتا ہے۔ کہ ابھی میں لڑکا ہوں۔ جوان ہوں ابھی تو لذات دنیا و بازیہائے زمانہ کی خوشیاں حاصل کروں۔ آئندہ دیکھا جاویگا۔ یہ نہیں دیکھتا۔ کہ موت ایسی زور آور۔ اور بیرحم ہے۔ کہ نہ وہ لڑکے کو چھوڑتی ہے۔ اور نہ جوان کو۔ سب کو ناگہاں چوٹی سے پکڑ پائمال کرتی ہے۔ ایسی موت سے غافل ہو کر واہیات کاموں میں ایسی بے بہا عمر کو ضائع کرنا نہایت ہی بیدانشی و کوتہ اندیشی ہے۔ افسوس صد افسوس ایسے نادان کے حال پر ہے۔ ہر وقت موت کو حاضر جاننے سے دل بازی زمانہ سے۔ نافرد خیالات شہوت و غضب سے سرور رہتا ہے۔ جسم کیا چیز ہے۔ گویا شہوت و غضب و اُلفت و انانیت جو مثل وحوش ہیں۔ اُنکے رہنے کا جنگل ہے۔ ناپاک اشیاء سے اس کی ترکیب ہے۔ دکھوں اور بیماریوں کا گھر ہے۔ رنج و راحت اسکے دو مونس ہیں۔ ایسے ناقص وجود پر نازاں ہونا دانائی سے بعید ہے۔ ہمیشہ اپنے سروپا

کو خیال رکھنا۔ کیا سروپ ہے۔ سدا آنند روپ۔ قایم بذات خود۔ تبدیلات زمانہ سے مبرا۔ بصورت۔ عین ہستی و علم و سرور۔ ہمیشہ واصل اور اپنا آپ اِس سروپ میں قائم ہونے سے۔ تمام آفات زمانہ سے نجات حاصل ہوتی ہے سوا اسکے اور کوئی ذریعہ رستگاری کا نہیں ؛

گلشن ازدہم

عین ہستی علم سرور ہیں دعایا استدعا خیر و عافیت عقل طفلانہ سے ہے۔ تندرستی و یکساں حالی جسم بعید از امکان ہے۔ ہر دو صورت میں فراغت حاصل ہے۔ ضرور صحبت کاملان میں اپنے اوقات بسر کرنا پُراز فواید عظیم ہے۔ اور کسی طرح سے نقدی عمر سودمند نہیں۔ صرف آزادگی و ہمدمی با صاحبدلاں نقدی حیات کے صرف کرنے میں عمدہ طریقہ ہے۔ ہر صورت میں وقت درگذر ہے۔ وقت کے ضبط کرنے میں کوئی علاج کارگر نہیں۔ لیکن یہ وقت اگر استغراق ذات حق یا دچار کتب ایزدی یا صحبت عارفان میں اپنی حرکت کرے تو اس کا لحظہ لحظہ قیمتی ہوتا ہے۔ ورنہ بمثل سبو چہ چرخ چاہ بار بار حالات ناسوت و ملکوت و جبروت میں آمد و رفت ہے۔ جہاں صرف تماشا گاہ

ہے۔ جس میں جیسے چرخ آفتاب کے چکر روز و شب میں انسان و فرشتے چرند و پرند مثل
پتلیوں کے گردش پا رہے ہیں۔ گاہ زیر۔ گاہ بالا۔ گاہ بیداری۔ گاہ خواب۔
بار بار وہی کار۔ کبھی جیت کبھی ہار۔ دائماً وہی ناچ۔ ایسی گردش میں پائمال ہوتے
جاتے ہیں۔ دنیا کے کاروبار۔ نہ آگے پورے ہوئے ہیں نہ اب ہوتے
ہیں۔ اور نہ آئندہ ہونگے۔ ہمیشہ ایسے ہی ناتمام رہینگے۔ ابتدا و انتہا یہاں
بجز بیخبری کے آج تک کسی کو کچھ خبر نہیں ہوئی۔ صرف درمیانی حالت کا جھگڑا
پڑا ہوا ہے۔ سو اسکے لئے عمدہ طریقہ یہی ہے۔ کہ اپنے سروپ کو پہچانکر
گوشہ آزادی میں ویراگ و وچار۔ و دھیرج سنتوکھ سے اپنی عمر کو صرف کرے۔ صحبت
دنیاداران سے کبھی فائدہ حقیقی حاصل نہیں ہوتا۔ اُن کی تقریر سے ہمیشہ زیادتی
مال یا اولاد یا املاک کی بو آتی ہے۔ سو اس بو سے دل پُر ہو کر اپنے تودہ طوفان
اُٹھانے لگتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کسی ایسے دام میں اُلجھا کر پھنساتا ہے
کہ جہاں سے نکلنا تا دمِ مرگ دشوار بلکہ ناممکن ہو جاتا ہے۔ پس ان لوگوں
کی صحبت سے جس قدر اجتناب ہو اُسیقدر دل میں ترقی آرام متصور ہے۔
حرص جمع کرنے مال کا بھی اس کا بھاری دشمن ہے۔ ہر قسم کا ضبط رکھنا
نفس پرور کا رہے۔ کیونکہ من جس کا نام ہے۔ وہ نہائیت تیز رو طاقت ہے۔

کوئی چارہ اُسکے ضبط کرنے کا سوائے دائما وچار کے معلوم نہیں ہوتا۔ جنکو ہمیشہ
وچار سے کام ہے اُن کو ہمیشہ مَن پر ظفر ہوتی ہے اور جنہوں نے وچار کو فراموش
کیا ہے سو اس مَن کے دامِ تزویر میں آکر پڑے خوار ہوتے ہیں۔ **فرد**

آں خصم نیست نفس کہ زاحساں شود مطیع
غافل مشو کہ تربیتِ شیر میکنی

گُلِ ہفتدھم

جسم دائما یکساں حال پر نہیں رہتا۔ گاہ دُکھ گاہ سُکھ کبھی طفل کبھی جوان کبھی
پیر اور کبھی مُردہ بن کر خاک میں ملجاتا ہے۔ دُکھوں کی کان ہے تشویش و آلام
کا گھر ہے۔ کام و کرودھ و لوبھ و موہ و اہنکار کے رہنے کا مکان ہے۔ تمام قسم
کے عیوب اس میں بھرے ہوئے ہیں۔ شب و روز کی بھوک و پیاس اس کو ایسی
بیماری ہے کہ جس سے جیو عاجز ہو گیا ہے۔ ایسے جسم کی کیا حالت بیان کیجاوے
اس کے تعلق سے صدہا طرح کے عیوب سے معیوب ہو رہا ہے ورنہ آتما سدا سُکھ
سروپ۔ نرآکار۔ نام و صورت سے فارغ ہے اِس کی صحبت سے کبھی موٹا پتلا۔
فلان نام والا۔ کالا۔ لال پیلا۔ فلانے کا بیٹا وغیرہ کہلاتا ہے۔ تمام

آفات زمانہ صرف جسم کی صحبت سے جیو پر نازل ہیں۔ اور باعث غفلت کے آپ کو بھی جسم ماننے لگتا ہے۔ اِس واسطے اِس کی ناتوانی پر غمگین ہوتا ہے وایمانی کے ذریعہ کرتے ہیں اور اس کو خورد و نوش سے پر کرنے میں مصروف ہے۔ اِس کی بیوفائی پر نگاہ نہیں کرتا کہ ساری عمر کا کھایا پیا ایک لحظہ میں حرام کر دیتا ہے۔ اور جس قدر فربہ و توانا ہوتا ہے۔ اُسی قدر روح لاغر و ناتواں ہوتا ہے۔ حواس غالب ہو کر اسکو نابینا کر دیتے ہیں۔ ہمیشہ دام زن و دولت میں گرفتار رکھتی ہیں ضعیف ہو جاتا ہے مگر پھر بھی حرص رہتی ہے۔ کہ مجھ کو اچھی چیز کھانے اور خوبصورت عورت بغلگیری کرنے کو ملے حیف صد حیف کہ باعث غفلت کے تمام عمر بیٹا بجانہ پر مائل رہتا ہے۔ اور اُس چیز کی خوشی حاصل کرنے میں اپنی نقد ہی عمر صرف کرتا ہے۔ کہ جو ایک روز مثل لکڑی کے بیجان ہو جاویگی اور نیست و نابود ہو کر سارا شان گنواویگی۔ اِس لئے گیانوان ہیں سریر سے آپکو الگ جان کر الفت سے فارغ ہو گئے ہیں۔ اِس کے دُکھ سُکھ میں یکساں رہتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ اُس کی پراربدھ ہے اُس نے بھوگنی ہے۔ پراربدھ سوائے بھوگ کے نہیں مٹتی ایسلئے وہ جانتے تو انار ہے یا ناتوان ہووے یا سُرخ رہے یا زرد۔ آتما اس سے فارغ سدا آنند سروپ ہے ✣

گلدستہ ہم

سوال۔ جہان میں جب اشخاص دولتمند صاحب اولاد وغیرہ بہی آسودہ و سیر ہیں۔ تو اہم گیان کی کیا فضیلت ہے؟

جواب۔ درحقیقت ظاہر اہل دول صاحب اولاد و دیگر ذیشان سیر و آسودہ اور پرسرور معلوم ہوتے ہیں۔ مگر انکا سرور و سیری غیر چیز پر منحصر ہے۔ کہ جس کے گم ہوجانیکی کسی نہ کسی وقت میں امید واثق ہے۔ کیونکہ تمام اشیاء از قسم دولت و اولاد و منزلت وقت سے موجود ہوئے ہیں۔ اور وقت میں معدوم ہوجاوینگی۔ اس لئے سیری و آسودگی و سرور جو اُنکے اتفاق سے حاصل ہوتا ہے وہ بھی وقت کی قید پر منحصر ہے۔ پس جو چیز وقت کی قید پر منحصر ہے۔ اُسکو سرور سرمدی و فراغت از ہجوم الوم کی تشبیہ دینا بعید از دوراندیشی ہے۔ کیونکہ تمام چیزیں فانی اور زوال پذیر ہیں۔ جس طرح ایک وقت میں ظہور پاکر باعث سرور بیدائش انسان کا ہوئی ہیں۔ اسیطرح دیگر وقت صورت معدومی میں مبدل ہوکر اسکے غم و الم کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ اور خصوصاً ان کی تحصیل سے جو تسلی اور خوشی انسان کو ہوتی ہے۔ وہ صرف اس کی کوتہ اندیشی

ہے۔ کیونکہ ہر آن و ہر لحظہ میں اِن کا تغیر و تبدل اور آن سے مجبوری ظاہر و ثابت ہے۔ دیکھئے۔ جاگرت یعنے عالم ناسوت میں جو سامان بدبہ شان کا انسان کو مہیا ہے وہ تمام ہی سپنے یعنے عالم ملکوت میں اُس سے جدا ہو کر بحر عدم میں غرق ہو جاتا ہے۔ اور قوت لطیف سے جو کچھ عالم ملکوت میں اپنے ساتھ شریک دیکھتا ہے۔ وہ تمام ہی سکھوپت یعنے عالم جبروت میں نیست و نابود ہو جاتا ہے کسی شے کا تعلق نام و نشان اور جسمانی تعلق کا اندیشہ نہیں رہتا صرف حالت سرور ہوتی ہے۔ مگر عوام الناس اس سرور کو بحالت بیدا انستی گذراتے ہیں۔ چنانچہ مولانا روم نے فرمایا ہے۔ ؎

شب ز زندان بیخبر زندانیاں ۔۔۔ شب ز دولت بیخبر سلطانیاں
نے غم و اندیشہ سود و زیاں ۔۔۔ نے خیال ایں فلان و آں فلاں

پس جب ان حالات میں جو ہر آن و ہر لحظہ انسان پر وارد ہیں یہ چیزیں برابر قائم نہ رہیں۔ تو کس حالت میں اس کو سیری و آسودگی و سرور و فراغت دینے والی ہو نگی۔ ایسی بے ثبات حالت دولت و اولاد و دبدبہ دنیوی کی دریافت کر کے شائقین صادق نے ان کی طرف سے اپنے خیال کو ہٹا کر قایم و یکساں ذات کیطرف مائل کیا ہے۔ کیونکہ آتم گیان سے جو سرور حاصل ہوتا ہے وہ ہر حالت

یعنے ناسوت و ملکوت وجبروت میں یکساں و قائم رہتا ہے۔ اور کسی وقت کی
قید اُس پر عاید ہو کر زائل نہیں کر سکتی۔ کیونکہ آتما قید از منہ ثلاثہ سے مُبرا ہی اور
سب کا اپنا آپ ہے۔ اس لئے اسکے گیان سی جو سرور و آسودگی حاصل ہوتی ہے
وہ کسی غیر چیز پر منحصر نہیں۔ اور نہ کسی حالت میں تغیر و تبدیل پذیر ہے بلکہ ہر حال
میں یکساں و ثابت ہے۔ پس جہان کی دیگر نعمتوں سے آتم گیان برتر و افضل ہے
اس کی مہجوری کا خوف کسی حالت کے آنے وجانے سے نہیں ہوتا۔ جسم رہے
یا معدوم ہو جاوے یا دیگر کوئی عجیب وقوعہ آوے۔ ہر حال میں آتما قائم بذات خود ہے
اس لئے جو سرور و تسلّی آتم گیان سے میسّر ہوتی ہے۔ وہ بھی دائیما قایم
وجاگیر ہے۔ جس کی تحصیل سی تمام خواہش دنیوی و دینی سیر ہو جاتی ہیں۔ کسی
چیز کی طرف جو خیال سے موجود ہو کر صورت تعیّن میں قائم ہو رہی ہے میل
نہیں ہوتا۔ برخلاف اسکے دنیادار و صاحب اولاد کی خواہش و حرص و ہوا بجائے
سیر ہونے کے دائیما زیادتی کیطرف مائل و راجع رہتی ہے۔ جس قدر اُمور دنیاوی
یعنے دولت و اولاد و رتبہ کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔ اُسیقدر خواہش تیز ہوتی
جاتی ہے۔ جس طرح کہ آتش میں جسقدر ہیزم سوختنی یا روغن وغیرہ ڈالا جاوے
اُس قدر شعلہ آور و سوزاں ہوتی ہے۔ ان اشیاء سے سردی اور سیری کی اُمید

رکھنی محض نابینائی و نا عاقبت اندیشی میں داخل ہے۔ اس لئے عاشقان حقیقی نے
تمام جہان و ما فیہا کو بلکہ بہشت و عرش تک کو خیال سمجھ کر اس سے آئینہ دل کو صاف
و پاک کرکے آتم گیان سے جو دائما حاصل ہے۔ مائل کیا ہے اور اب بھی واجب ہے
کہ جسکو عشق حق میں شوق صادق ہو وہ ان امور کی موجودگی و ناموجودگی کو بکما حقہ دریافت
کرکے ان سے دل اٹھاوے کیونکہ ان سے دل کو صاف و پاک کرکے آتم گیان کیطرف
مائل کرنا اور اس کو اپنے شوق و محنت و دانش سے درجہ حق الیقین پر پہنچانا
سرور سرمدی کو حاصل کرنا ہے۔ سوائے اسکے اور کسی وسیلہ سے انسان کو نجات
و آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں آتما سب کا اپنا آپ ہے اور دائما
حاصل و موجود ہے۔ اسکے حاصل کرنے میں سوائے وہم دوئی کے دور کرنے کے
اور کوئی محنت کرنی نہیں پڑتی اور دیگر اشیاء از قسم دولت و اولاد وغیرہ کے حاصل
کرنے میں ہزارہا طرح کے رنج و تردّدات برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ
ان تمام اشیاء کے مدارج پر آتم گیان کی خصوصیت و فضیلت ہے ❖

گل نوزدہم

موت دو قسم پر منقسم ہے۔ ایک موت طبعی دوم موت ارادی طبعی وہ ہے جو وقت

پر ہر کس پر نازل ہوتی ہے۔ اور ارادی وہ ہے جو عین حیات میں اختیار کیجاوے یعنے نفس کو خیال شہوت و غصہ و طمع و انانیت و تکبر و حسد و غیرت و بخل و کینہ و بدخلقی وغیرہ شیطانی عادات سے باز رکھ کر شناخت آلہی میں مائل کیا جاوے اور جو جو مصائب و مشقتیں راہ حق میں درپیش آتی ہیں اُن کو بخوشی برداشت کرکے واصل بحق ہووے۔ جو شخص موت ارادی کو اختیار کرتا ہے۔ اُسکو موت طبعی سے سرمو بھی خوف نہیں۔ بقول دانا ؎

در زندگی آں کس کہ بمیرد بہ ارادہ　　یابد ز اجل چاشنئی قند مکرر

انسان وہ ہے جو موت ارادی کو اختیار کرکے خودشناس ہو اور تعلق ظاہری سے دل کو صاف کرکے حق سے واصل ہو کر اپنی عمر کو بسر کرے۔ اُسکا جنم مفید مطلب ہے۔ ورنہ تمام مخلوقات مثل کیڑوں کے پیدا ہو کر مرتے ہیں +

گلِ بستم

میری رائے میں تو تمام جہان خیانت دار ہو رہا ہے۔ کیونکہ سب کوئی کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے۔ یہ میرا اسباب ہے۔ یہ میری دولت ہے۔ یہ میری جائیداد ہے۔ ایشور جو سارے جگت کا مالک ہے اُس کا کوئی نام بھی نہیں

لیتا۔ سارے اپنے اپنے گھر میں ایشور بنے ہوئے ہیں۔ دیکھئے یہی باعث ہے کہ
جیو دکھ پا رہے ہیں۔ کیونکہ امانت میں خیانت کر کے اصل مالک ایشور کو درمیان
سے اُٹھا کر خود مالک بن گئے ہیں۔ اور ہزار ہا قسم کے تنازعہ وغیرہ کرتے ہیں
یہ نہیں سمجھتے کہ جو چیز میری پیدائش سے اوّل تھی۔ اور مرگ کے بعد بھی رہیگی ہیں
اُس کی موجودگی میں پیدا ہوا ہوں۔ اور پھر اُسکے ہوتے ہی چلا جاتا ہوں پس
میں اُس کا مالک کس طرح ہوں۔ اُس کا مالک وہ ہونا چاہئے۔ جو اُسکے یعنے جہان
کی پیدائش سے اوّل تھا اور جہان کی فنا کے بعد قائم رہیگا۔ سو ایشور ہے۔
ہم تمام لوگ مثل چرندوں و پرندوں کے اس جہان میں عارضی صورت سے گذارہ
کر کے چلے جاتے ہیں۔ اور پھر ہمارے جیسے بیشمار ہوئے ہیں۔ اور ہونگے۔
ملکیت کس کی بن سکتی ہے۔ سو یہ غفلت انسان کو باعث گرفتاری ہے۔ کوئی
شخص اگر خواب کا سامان دیکھ کر آپ کو اُس کا مالک مانے تو وہ مورکھ ہے کیونکہ
حالت بیداری میں اُس کی ملکیت اور سامان دور ہو جاویگا۔ یہ تمام تو وہ طوفان
وہم باطل ہے۔ پرماتما کے اگیان سے یہ جہان یقین ہو رہا ہے۔ ورنہ نہ کوئی
جہان ہے۔ اور نہ کوئی جہان کا سامان ہے۔ مکت وہی ہے۔ جو کسی چیز میں
محبت یعنے میں۔ میری نہیں کرتا بلکہ سر تک بھی اپنا نہیں سمجھتا۔ آپ کو سب سے

الگ اور سب کا شاہد ست چت آنند روپ جانتا ہے اور کسی حال میں شاداں و غمگین نہیں ہوتا۔ نفع و نقصان کو برابر دوست و دشمن۔ اپنا و بیگانہ۔ زر و خاک۔ زہر و انمرت۔ بادشاہ و غریب کو یکساں جانتا ہے اور دیکھتا ہے مدعا کی حصولی و غیر حصولی میں برابر رہتا ہے۔ پراربدھ کو اپنے سریر کی کارروائی کیواسطے ذریعہ رکھتا ہے۔ ایسا پرکھ جیون مکت گیانوان پرشیر روپ ہے۔ ورنہ آپ کو تمام اشخاص اچھا جانتے ہیں۔ کوئی نہیں کہتا کہ میں برا ہوں۔ کیونکہ برائیں انسان کو نہائیت ہی خراب کر رہی ہے۔ جب انسان الٹ کر اپنے اعمالنامہ کو دیکھتا ہے۔ اُس وقت اسکو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حال ہے۔ ورنہ دوسروں کے عیب پر نگاہ کر سکتا ہے۔ اور اپنے عیب کو نہیں دیکھ سکتا اس لئے چاہ غفلت میں گرفتار ہو کر مثل سبوچہ چرخ چاہ بار بار پیدا ہوتا ہے اور مرتا ہے دیکھنے میں سارے انسان ہیں لیکن انسانیت بہت دور ہے انسان میں چار قسم کی عادات ہوتی ہیں تین عادات یعنے شہوت و طمع و غصہ۔ شیر و سور و سگ کی ہیں۔ اور ایک عادت دانش انسان کی ہے۔ سو دانش میں کوئی کوئی برتتا ہے۔ ورنہ حیوانوں کی عادات میں اپنی نقدی عمر کو برباد کر رہے ہیں ؛

گُل اِیکَّس

جسم دائیما مورد صحت و بیماری ہے۔ اور چھ اقسام کے عیوب سے معیوب ہے حمل میں آنا۔ پیدا ہونا۔ لڑکپن۔ جوانی۔ پیری۔ ناش ہو جانا۔ پس اِن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ یہ دائما تغییر و تبدیل پذیر ہے۔ جو چیز ایک حالت پر قائم نہ ہے اُسکو فانی کہتے ہیں۔ پس اِس نے ایک روز صورت ہستی سے صورت نیستی میں مُبدّل ہونا ہے۔ اور آتما تمام عیوب سے مُبرّا یکساں ست چت آنند روپ ہے۔ اِسکے دُکھ سُکھ سے آتما میں کسی قسم کا خلل نہیں آتا۔ سریر کی چھ دھرم ہیں دُکھ، سُکھ۔ گُرسنگی تشنگی۔ جنم۔ مرن۔ اور آتما اِن تمام سے فارغ سب کا شاہد ہے۔ کیونکہ دُکھ اور سُکھ مَن کے دھرم ہیں۔ گرسنگی و تشنگی پران کے دھرم ہیں اور جنم و مرن جسم کے دھرم ہیں۔ اور آتما اِن تینوں میں سے کوئی نہیں۔ بلکہ مَن و پران و سریر سے جدا گیان سروپ ساکھی ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ آتما دائما ایک حالت پر رہنے سے باقی اور بے زوال ہی۔ اور سب کا سروپ آتما ہے۔ لیکن اگیان سے آپ کو جسم مان کر دکھ میں دُکھی سکھ میں سُکھی ہوتا ہے ورنہ نہ کوئی دُکھ ہے اور نہ کوئی سُکھ ہے۔ اِس گیان سے جو اوپر بیان

ہو چکا ہے۔ اس جیو کو مکت حاصل ہوتی ہے ✚

گل بائیس

عمر سے جو تجربہ حاصل ہوتا ہے۔ وہ انسان کے لئے ایک ایسا ممد ہوتا ہے کہ
اوقات انقلاب میں اس کو لغزش سے باز رکھ کر مستقیم المزاج رکھتا ہے اور خصوص
سوائے حوصلہ کہ جسکا دوسرا لفظ صبر ہے۔ اور کوئی چارہ نہیں کیونکہ جسم کی ترکیب
ضدین سے ہے۔ ہمیشہ اُن کا آپس میں مقابلہ ہے جبتک اُن کی صلح ہے تب تک
زندگی ہے۔ اور جب اِن میں سے کوئی سرکش ہوا۔ اُس وقت حالت مرگ ہوتی ہے اور
اگر بغور دیکھا جاوے تو ایک ایک نفس پر حیاتی اور مرگ آپس میں مقابلہ کرتی
ہیں۔ یعنے کہ جب دم باہر نکلتا ہے۔ یہ نشان موت ہے۔ اگر وہی دم اُلٹکر
اندر نہ آوے تو کام تمام ہے۔ اور جب اندر آتا ہے۔ یہ نشان حیات ہے۔ پس
جب ایسا نازک معاملہ ہے کہ ہوائی ترازو میں مرگ و حیات وزن ہوتے ہیں
تو جسم پر بھروسہ کرنا محض نادانی و غفلت ہے حسب قول دانا **فرد**

غافل از احتیاطِ نفس یک نفس مباش
شاید ہمیں نفس نفسِ واپسیں بود

دوہرا

سواس سواس ہر نام جپ تھا سواس نہ کھو — کیا جانوں جو انت کا یہی سواس مت ہو

جس حال میں گذرے سو واہ واہ - اگرچہ مرگ کو اس جہان میں کوئی پسند نہیں کرتا۔ لیکن عارفان کی رائے میں یہ حالت ذریعہ وصال الٰہی ہے۔ مگر ہر دو صورتوں میں گیانی کو فائدہ ہے جیتے جی جیون مکت ہے۔ اور مرنے پر بدیہہ مکت ہو کر پرماتما سروپ ہوتا ہے۔ دیکھئے جسم بھی گورو ہے۔ کیونکہ اس سے ہر وقت ہدایت ہوتی رہتی ہے۔ اس کی بیماری بھی عبادت عظیم ہے۔

گُل تئیس

اُلفت رکھنے سے سوائے حسرت اور پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا بیوفائی۔ مطلب پرستی۔ خود غرضی خلاف گوئی سیاہ دلی۔ غیریت وغیرہ اس جہان میں ارکین سلطنت ہیں۔ اس پر امید وفا و صفا رکھنی دیدہ و دانستہ اپنے لئے دشمن خونخوار پیدا کرنا ہے۔ ہرگز دنیا اور دنیا کے لوگوں سے وفا اور امداد کی امید نہیں۔ چنانچہ بیت

وفا طلب ز جہانِ فنا نباید شد — اُمیدوار باین بے وفا نباید شد

مطلب پر اور حالت آسودگی و صحت میں چار اطراف گرد اگرد منڈلاتے رہتے ہیں لیکن جب

مطلب ہو چکا تو پھر تو کہاں اور میں کہاں ۔ فرد

غرض پر باچاپلوسی بنتے ہیں آ مہربان | آزمائش کی جو سب سے ہیں سبھی مطلب پرست
پھر نہ پوچھیں کہاں تھا تو نام کیا تھا کیا نشان | ہو چکا مطلب تو جاتے ہیں مثالِ گردباد

پس اپنا اور بیگانہ یکساں ہیں ۔ بلکہ بیگانہ آشنا ہے اور یگانہ دشمن ہے بیگانہ

نہ ہمارا وقت ضائع کرتا ہے ۔ نہ خیال کو پریشان کرتا ہے اور نہ دولت کا

شریک ہوتا ہے ۔ ہر طرح سے آسودگی بخش ہے برخلاف اُس کے یگانہ

ہمارے وقت عزیز و دل پاک اور دولت تینوں کو برباد کرتا ہے ۔ پس دوست

دشمن ہے اور دشمن دوست ہے ۔ غفلت سے انسان کو تمیز نہیں ہے

بگاڑنا اور سنوارنا اِن لوگوں کے ساتھ یکساں ہے ۔ آخر کار سب سے

بگڑ بگی ۔ یہ خیال کچھ بھی نہیں ۔ محض فضول ہے ۔ سب سے فارغ ہو کر

اپنے سروپ میں مگن رہنا ہی افضل ہے ۔

گل جوبیس

ذاتِ بری از صفات قائم بالذات محیط کل عالم میں خیال آتقال مقام اظہار طالع

نافرجام و یقین تقلیدی اوہام و تصوّر موجودگی اجسام عدم فہمید ذات فارغ
از آغاز و انجام سے ہے دیدنی خواب ہے۔ نہ کوئی مائی ہے نہ باپ
ہے۔ تماشائے خواب سے بینندہ خواب کو آلائش کہاں۔ اگر ہو تو عدم
و قضیّت اصلیت ہے۔ پادشاہی کو پا جا بجا نقّارۂ حکومت بجا۔ خوشی
میں آپھولا پھولا سماتا نہیں۔ آپ کو بھول دیدنی خواب پر پھول نابود کو
بود مان رہا ہے بیداری میں معلوم ہوگا۔ حسرت و افسوس سے ہاتھ
مَلمَل رویگا۔ نقدی حیات کو دیدہ دانستہ ضائع کر کے مثل دُزد زدہ
کے ہائے ہائے پکاریگا۔ لذّات نفسانی معدن حسرت و پریشانی ہیں ظاہرا
شکر آلود باطن میں زہر آمودہ کھاتے ہی جان کو بیجان کر کے مثل جسم کے مُردہ
بنا دیتی ہیں۔ یعنے سوائے لذّات جسمانی و تکمیل خواہش نفسانی کے طاقت
روحانی اَور طرف شاغل نہیں ہو سکتی۔ افسوس صد افسوس کہ ایسی طاقت
کو جس کے ذریعہ چشم زدن میں فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر
پرواز ہو اور آلودگی خاک سے پاک ہو حصولی اسباب فانی و لذائذ شیطانی
میں صَرف کرتے ہیں۔ مناسب ہے کہ خیال کے توسن کو عنان دانش دے
زین جمعیّت خاطری ڈال اور تنگ ضبط حواس سے کس۔ چابک شغل حق

پشت پر پریشانی پر مارکر۔ راہ حق میں۔ رفتار یقین سی چلاوے منازل علم الیقین
و عین الیقین کو طے کرکے حق الیقین پر استقامت پذیر ہو۔ موالغات سے
پرہیز اور دشمنوں سے گریز۔ خود غرضی میں آمیز۔ قطع مسافت میں تیز۔
اِس سفر کو پورا کرے ہمیشہ اپنے عادات کو آئینہ محاسبہ میں دیکھکر اُس کو اصلاح
کرے صحبت جہلا سے بالکل اجتناب اختیار کرے۔ **فرد**

زاحمقاں بگریز چوں عیسٰے گریخت
صحبت احمق بسے خوں ہا بریخت

وحدت میں سکونت پذیر ہو۔ زبان و چشم و گوش کو بند کرکے آئینہ
خود شناسی میں اپنا مشاہدہ آپ کرے۔ آنکھ کو دو بینی سی باندھ۔ گوش کو
مح و ذم کی شنید سے پنبہ دے۔ لب کو لغو گوئی دنیا سے بند کرے
جسم کے ظاہری حواس میں یہی تین آلہ عظیم ہیں۔ جب اِن کی اس صورت سے
آراستگی و ترتیب ہوئی تو باطنی حواس و فکر و دل قیاس و فہم و
گمان بھی آراستہ ہو جاوینگے گفتار مثل کردار ہو نہ گفتار دیگر
وکردار دیگر۔ **فرد**

تو آں روز مصائب نہ ارباب حالی　　کہ سازی تو گفتار کردار خود را

دیگر

ہر کہ دستش بر زباں سبقت کند مرد نا مرد
ورنہ ہر ناقص جو نامرد است در میدانِ لاف

مطلب حصول گیان صرف زندگی کو خوشی سے گذارنے کا ہے سو زندگی اوصاف حمیدہ و جمعیت باطنی سے بخوشی بہ انجام ہوتی ہے۔ حب دولت و خویش و اقربا دل سے دور ہو تو آرام ہے **بیت**

فوت شد گر از تو دنیا دشمنے در خاک رفت
دست بر دست از کفِ افسوس مالیدن چرا

گُلِ چھبیس

جس کام میں خواہش و تدارک کیا جاوے۔ اُس کام میں ہرج اور سر دردی ہوتی ہے۔ اور جو کام خود بخود بے خواہش اور بے تدارک ہو جاوے وہ باعث آرام ہوتا ہے۔ انسان کو اپنے خیالات نے پست ہمت کر رکھا ہے ورنہ تمام صاحب قوت و ہمت ہیں۔ خواہش کے زیر ہو کر اشیاء خیالی کی تحصیل میں اپنی طاقت جسمانی و ہمت روحانی صرف کرتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نقد ہی حیات کو ضائع کر کے دست افسوس ملتے ہیں آج تک کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جو اپنی

خواہش کی پیروی کر کے مسرور ہوا ہو یا اپنی ہوس کی تکمیل میں کامیاب ہوا ہو۔ پس

جب یہ حال ہے۔ تو محنت اور سر دردی جو امورات دنیاوی کے لئے برداشت کیجاتی

ہیں محض بے سود ہے۔ اور اگر غور سے دیکھیں تو کسی کام کے بگڑنے یا سنورنے

سے مغموم یا مسرور ہونا نہیں بنتا۔ جب جسم جس کے لئے تمام سامان مہیا کیا گیا ہے

اپنی حالت میں قائم نہیں رہتا تو اور اشیاء کی کیا کہنی ہے۔ انسان کو اہنکار نے

فخر نے حقیر اور ذلیل کیا ہوا ہے دیکھئے جو شخص آپ کو کچھ مانتا ہے جب

اُس کی مرضی موافق کوئی کام نہو تو اُس کو رنج پیدا ہوتا ہے اور اُس رنج سے

غصہ نمودار ہوتا ہے۔ جس کی نمود سے تمام عیوب باطنی ظاہر ہو جاتے ہیں سب

کو اُس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ کوئی اُس کی صحبت پسند نہیں کرتا۔ اگر

بزرگ ہے تو حقیر ہو جاتا ہے +

گل چھبیس

غصہ زہر سے بھی زیادہ تر قاتل ہے۔ کیونکہ غصہ سینہ میں نمودار ہوتا ہے اُسی کو

جلاتا ہے۔ اور زہر جہاں سے پیدا ہو۔ یا جسکے ہاتھ سے دیجاوے اسکو اثر نہیں کرتی

دوسرے پر اپنا اثر دکھاتی ہے۔ پس ایسی دکھ دینے والی اور حقیر کرنے والی عادت کو دل سے

دورکرنا نہائیت ہی انسب ہے ÷ **فرد**

خشم است خوردنِ من عیب است پوشیشم — این است از زمانه لباس و غذا مرا

پردہ پوش اور بُردبار ہر کسی کو عزیز ہوتا ہے خدا کو سب کوئی عزیز جانتا ہے
اور اپنا مونس غمگسار جان کر اُس سے دلی مراد کا مستدعی ہوتا ہے۔ سو وجہ یہ ہے
کہ خدا پردہ پوش اور غفور و رحیم ہے۔ اگر بندونکی خطا کیطرف خیال کرکے خطا چینی
کرے۔ تو بندوں کا کیا ٹھکانا ہے۔ پس ثابت ہے۔ کہ بندہ اگر پردہ پوشی اور
بُردباری اختیار کرے۔ تو درجہ اعلےٰ پاوے۔ ایک دفعہ ایک سنیت فقیر نے
خدا سے استدعا کی تھی۔ کہ یا باریتعالےٰ مجھ کو فرشتوں کے ہمراہ اُڑنے کی طاقت
حاصل ہو۔ حکم ہوا کہ پانچ خصائل تو اپنے میں پیدا کر اُس وقت تیرا درجہ فرشتوں تک
بلکہ اُن سے زیادہ ہوگا۔ اُسنے پوچھا کہ وہ کون عادات ہیں۔ ارشاد ہوا اوّل
تواضع مانند روئے زمین۔ دُوم شفقت مانند آفتاب۔ سوم سخاوت مانند
دریائے رواں۔ چہارم حلم مانند مُردہ۔ پنجم۔ پردہ پوشی مانند شب جس شخص میں
یہ خصائل ہیں۔ وہ فرشتہ ہے۔ فرشتہ کیا۔ وہ ذات خدا ہے۔
عادات سے انسان کو زالت یعنے درجہ بندگی اور عادات سے اسکو درجہ شرافت
یعنے درجہ خدائی حاصل ہوتا ہے پس عادات کو آراستہ کرنا۔ کار دانشمنداں ہے

خوش خلقی سے اگر بتاؤ کر کھا جاوے۔ تو کیا اچھا ہے۔ نقصان تو ہوا۔ لیکن دل کی شکست کا احتیاط کرنا واجب ہے۔ اور سب کام درست ہو جاتا ہے لیکن دل ٹوٹا ہوا پھر نہیں بن سکتا۔ اس لئے خاطر آزاری سے پرہیز اور احتیاط کرنا چاہیئے کس چیز کے واسطے ہم غصہ ہوتے ہیں۔ ایک روز ایسا ہوگا کہ ہماری سب شیئے دوسروں کے تصرف میں آجاویگی۔ جس طرح چاہینگے کرینگے۔ اُس وقت ہمارا غصہ کہاں اور کس پر ہوگا۔ پس ہم کیوں چند روزہ عمر کو تلخ کر رہے ہیں اور ہمیشہ کے لئے اپنی یادگار کو بگاڑ رہے ہیں۔ مناسب ہے کہ جس وقت غصہ آوے۔ اُس وقت غور کر کے مآل اندیشی کرے اور تامل کرے تو ضرور کوئی نہ کوئی وجہ ایسی معلوم ہو جاویگی جس سے ثابت ہوگا۔ کہ غصہ کرنا محض بے سود ہے کام نے ایسا ہی ہونا تھا +

گُل ستائیس

میں یہ سمجھتا ہوں کہ انسان پر جسقدر بلاہائے شہوت و خشم و طمع و اُلفت و انانیت کی طفیل سے نازل ہوتی ہیں۔ وہ سب فراموشی اصلیت خود و غفلت سے وارد ہوتی ہیں۔ اگر انسان ہر وقت اپنے سروپ میں سا وودھان یعنے اپنی ذات پاک میں قائم رہے۔ تو کوئی بلا اُس پر نازل نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز

اس کو لغزش ہوسکتی ہے پس مناسب ہے کہ دائما اپنے آنند سروپ میں مگن رہے
کیا ضرورت ہے۔ کہ خیال باہر کیطرف نکالکر دوسروں کی عیب چینی میں مصروف
ہو اور اُنکے گناہ و صواب کا شریک ہووے اور اپنی عادت بگاڑ کر تمام عمر مغلوب
پریشانی خاطر رہے میری دانست میں مناسب ہے کہ سب کو گوبند روپ جان کر
کسی کے کردار کی شکائیت کرنی مناسب نہیں یا سب کو تماشائے خواب جان کر
دل سے بھلا دینا واجب ہے بقول دانا ؎

بپوش چشم ز اوضاع روزگار کہ نیست
لباسِ عافیتے بہ ز چشم پوشیدن

اپنے کام سے غرض رکھنا چاہئے دوسروں کے ساتھ کیا غرض ہر عمل عمل ہیلی ہے
ہمیشہ اپنے اعمال کو آئینہ محاسبہ میں دیکھنا واجب ہے نہ کہ غیروں کے۔ یہ تو وہ
طوفان ہے دانشمند کو اپنی طرف مائل نہیں کرسکتا ناداں اس میں گرفتار ہیں تو ہیں ہمیں کیا پڑا ہے
دیکھئے موسم گرما میں کیا دھوپ ہوتی ہے۔ جسم مثل دانہ بریاں کے سوخت ہوا
جاتا ہے۔ یہ تو حال اس جہان کا ہے۔ سوائے اپنے سروپ آنند کے کوئی حالت
یا موسم آرام وہ نہیں تغیر و تبدل دور گن عظیم اس ہنگامہ نے بنیاد کے ہیں۔
انسان کو چکر پر چڑھا کر گردش شب و روز میں مصروف رکھتے ہیں۔ وہی کام۔
وہی طعام۔ وہی صبح۔ وہی شام۔ بار بار انہیں اشیا کا برتاؤ نہیں لوگوں

سے میل و ملاقات وہی خیالات پس ایسی میں نابینا ہو کر غفلت کی رشتہ سے بندھے ہوئے اپنے وقت کو گذار رہے ہیں۔ دانائی تو یہ ہے کہ اس چکر سے بردا شتہ ہو کر وقت گذاری کرے۔ جو شخص دائیما آپ کو اس جسم اور جسم کی کارخانہ سے جدا مانتا ہے۔ وہ آنند سروپ ہے۔ آپ کو جسم کی تعلق سے پیوست کرنا ہی بندھن ہے اور جسم سے غیر متعلق رہنا ہی مکت ہے پس اس معدن عیوب جسم کو نیست و نابود جان کر اس کی دوستی اور پیوند سے طلاق دینا ہی اوّلے تر ہے باقی جو رہے اُس کو ست سروپ اپنا آپ سمجھنا ؛

گل اٹھائیس

ضرور جس قدر بدن میں ضعف بڑھتا جاتا ہے اسیقدر طاقت سرانجامی کاروبار دنیا کم ہوتی جاتی ہے۔ اس میں بھی ایک حکمت حکیم ازلی نے رکھی ہے۔ یعنے کہ اگر انسان کی طاقت ہزار سال تک بحال رہتی۔ اور حواس و قواء درست و بحال رہتے تو ہرگز کاروبار دنیا یا الفت مال و اولاد و شہوت سے نفر ہو کر دست بردار نہ ہوتا اس لئے قاعدہ ازلی سے جسم انسانی کو پانچ حالات پر منقسم کیا گیا ہے۔ اوّل بصورت نطفہ رحم میں داخل ہو کر بصورت طفل ہونا۔ دوم طفولیت یعنے شیر خواری

سے تا سن بلوغت۔ سوم۔ جوانی۔ چہارم پیری۔ پنجم۔ مرگ۔ اِن حالات کی تبدیل سے کاروبار دنیا میں و بدن کی توانائی میں بھی کمی و بیشی کا اثر نمودار ہوتا ہے جسقدر درجہ نزول پاتا ہے۔ اُسیقدر ہمت جسمانی کم ہوتی ہے اور جسقدر کمی ہوتی ہے۔ اُسیقدر اِس طرف سے کنارہ کش ہوکر طالب آرام ہوتا ہے پس ضُعف بھی سردردیہائے زمانہ سے گویا نجات کا ہے۔ اور اس سے بڑھ کر جب حالت مرگ نازل ہوتی ہے۔ اُس وقت تمام جھگڑے طے ہوکر درجہ اتمام پر پہنچتے ہیں۔ غرضکہ جسقدر طاقت جسمانی کم ہوتی ہے۔ اُسیقدر سکون زیادہ ہوتا ہے۔ اور جس قدر سکون زیادہ ہوتا ہے۔ اُسیقدر آرام متصور ہے۔

بمصداق سخن دانا۔ **فرد**

بقدرِ ہر سکوں راحت بود بنگر تفاوت را
دویدن رفتن اِستادن نشستن خفتن و مُردن

مگر ایک شرط آرام دلی کے لئے یہ ہے کہ جسقدر عمر مُسن ہوتی جاوے اُسیقدر رشتہ الفت و دام طمع کو قطع کرتا جاوے۔ تو اخیر میں اِس قدر آرام حاصل کرتا ہے۔ کہ اگر اُس کو دار الآرام یا دار الامن کہا جاوے تو مناسب آتا ہے ورنہ برخلاف اُسکے دار العذاب ہوتا ہے۔

گلِ اُنتّیس

موت طبعی سے انسان تکالیف جسمانی و وسوسہ روحانی سے رستگاری نہیں پا سکتا۔ ہاں اگر حین حیات میں موت ارادی کو بذریعہ دانش کامل اپنے اوپر وارد کر کے قطع تعلق جسمانی کرے۔ تو ضرور حسب آرام کے لئے یہ موت طبعی کی آرزو کرتا ہے اور وہ بغیر وقت معہود میسر نہیں ہو سکتی۔ اس موت ارادی سے بمقتضائے مُوتُوا قبلَ اَن تَمُوتُوا۔ وہ آرام حاصل کرتا ہے موت ارادی سے مراد تبدیل اوصاف و تمیز حق و باطل و اختیار صبر و شکر و آزادگی و تسلیم و رضا و دم نازدن و فتح بر نفس امارہ و شناخت ایزد تعالےٰ و معرفت روح و دریافت پاکی روح و تمیز بہ روح و جسم اور ترک شہوت و طمع و خشم و الفت و انانیت ہے اور مثل مردہ خوب و زشت اوضاع زمانہ سے چشم پوش رہنا بیخود ہو کر اس دار ناپائدار میں آرام اپنا تعلق جسمانی قطع کر سکتا ہے ورنہ سوائے اِسکے اور کوئی وسیلہ نہیں ہے اگر بدون معرفت اس جسم کو چھوڑا تو آگے پھر وہی گرفتاری ہے پس لازم ہے کہ جیتے جی حالت موت کو اپنے اوپر وارد کر کے چاشنی آرام کا ذائقہ لیوے موجودگی جسم غنیمت ہے۔ ہر قسم کا درجہ ہم ایک جگہ حاصل کر سکتے ہیں۔ گویا بحر غفلت میں جسم ہم کو

کشتی ملی ہے۔ کہ اس پر سوار ہو کر بذریعہ بادِ نامرادی و سوغان و دانش حقیقی اور صحبتِ
عارف و شوقِ صادق کے چپتے لگا کر۔ بادبان فراغت از تعلق جسمانی کھڑا کر کے
ملاحان فکر و قیاس یقین و علم کو کاربند کر کے رفتار شغل سے کنارہ معرفت
کردگار پر صحیح و سلامت پہنچکر ینگر علم الیقین و عین الیقین ڈال کر بہ استقامت
حق الیقین میں مقیم ہوویں۔ پس جو لوگ اس صورت سے اس کشتی عنصری کو پاکر
اپنی اوقات کار مذکورہ بالا میں صرف کرتے ہیں۔ وہ سرور ابدی حاصل کر کے
ذات میں ذات ہوتے ہیں۔ ورنہ سوائے رنج و تکلیف کے زندگی میں اور پس از مرگ
کچھ نہیں حاصل ہوتا۔ انسان کا قدر و منزلت بھی تب ہوتا ہے جب اپنا قدر
خود پہچانے۔ اگر اس نے اپنی پاکیزگی و لطافت کو چھوڑ کر غلاظت و کثافت کو
اختیار کیا تو پھر قدر کیا اور منزلت کہاں۔ خود کردہ را چہ علاج بغرض و گم گوئی و
پردہ پوش و حلیم و فارغ از کار دنیا سے ہر کوئی لحاظ رکھتا ہے ورنہ کون کس کو
جانتا ہے۔ آلودگی دنیا و گرفتاری تعلق سے انسان اپنی دانش حقیقی کو ہاتھ سے
دیکر مثل مفلس نے زر ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ جوانی کے ایام ہوا و ہوس
میں ضائع کر کے پیری میں آہِ افسوس نکال نکال کر روتا ہے بھلا اب کیا ہوتا ہے۔
ع گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں

البتہ اگر اب بھی اپنی خودروی چھوڑ کر عارفان کے ارشاد کی تعمیل کرے تو فی الفور
اِس غم آباد جہان سے رُستگاری نصیب ہوتی ہے لیکن ایسا سلیم الطبع یہ کہاں
سے آیا۔ اِسکے دماغ میں تو یہ سمایا ہوا ہے۔ کہ میں نے فلانہ زمانہ دیکھا۔ یہ کام
کئے۔ اِسقدر دولت حاصل کی۔ اولاد والا ہوں میرا نام بڑا ہے میں بڑا عاقل ہوں
میری تدبیر کے برابر کسی کی تدبیر نہیں میں بزرگ ہوں۔ جو کچھ پر بشر کریگا۔ دیکھا
جاویگا۔ اِن خیالات سے کیا حاصل ہوگا۔ صرف رنج و تکلیف برداشت کرکے خالی
ہاتھ چلا جاویگا۔ پس جس قدر ہوسکے اِس غفلت کی نیند سے بیدار ہونا ہی واجب
ہے۔ اگر کوئی شخص ہم سے نفرت کرتا ہے یا قدر و منزلت پوری پوری نہیں
کرتا۔ تو وہ ہم کو قطع تعلق کی ہدائیت کرتا ہے پس اُس کو اپنا ہادی مان کر اُس سے
برکنار ہونا واجب ہے ✦

گُل تیس

زندگی کا بھروسہ کچھ نہیں۔ اگر کچھ عرصہ گوشہ فراغت و بے انتظاری میں
بسر ہو تو لذتِ زندگی ہے ورنہ تمام عمر خیالات واہی میں نقد حیات ضائع
کرنی۔ پھر خالی ہاتھوں۔ اس دارِ ناپائدار سے کوچ کر جانا گویا نتیجہ ندامت و عذاب

حاصل کرنا ہے۔ اگر بوقت فرصت دل شناخت ایزدی کیطرف مائل ہو کر صحبت
عارفان و مطالعہ کتب مقدس و مجاہدہ برائے صفائی قلب و ظفر بر نفس امارہ ہے
تو واہ واہ۔ ورنہ اگر اسیطرح آرام کر گوشہ میں گذرے۔ تو بھی اچھا ہے۔ مگر تمام عمر
خیالات مجازی میں اس گمان سے کہ کسی اعلےٰ درجہ پر پہنچ جاؤں اور میرا
نام اس ذریعہ سے شہرۂ آفاق ہو صرف کرنی میری رائے میں یہ وہ دانستہ
اپنے لئے چاہ عمیق کھود کر اس میں اپنے آپ کو ڈالنا ہے۔ دنیا کے اعتبارات
پر بھول کر مثل دیوانوں کے تمام عمر بیچ و ہیچ کی تحصیل میں صرف کرنے سے درگاہ
حق میں بےعزتی حاصل ہوتی ہے۔ اس جہان کا یہ حال ہے۔ کہ جس کو زمانہ اپنے ہاتھ
سے پرورش دے کر درجہ بزرگی پر پہنچاتا ہے۔ پھر اسی کو اپنے ہاتھ سے پامال کر کے
اس طرح خاک میں ملاتا ہے۔ کہ کوئی نشان باقی نہیں چھوڑتا۔ بڑے بڑے شاہنشاہ
و دلیر و دیوتا و اوتار و فقیر اس زمانہ کے ہاتھ سے مثل خس و کاہ آتش نابودی
میں سوختہ ہو کر مثل خاکستر باد گمنامی سے پریشان ہو گئے ہیں۔ پس ہمارا
کیا چارہ ہے۔ ہم تمام لقمۂ مرگ ہیں۔ جس گھڑی ملک الموت پروانۂ طلبی لے کر
حلقہ زن در حیات ہوگا اس وقت تمام ظرافت و عقلمندی گم ہو جاوینگی۔ تمام
عمر کا کیا ہوا۔ صدہا طرح کے خیالات اور عالی ہمتی و اقبالمندی خاک ہو جاوینگے۔

جسم مثل خشک لکڑی کے جلکر بھسم ہو جاویگا۔ سو ایسے زور آور دشمن کے
زیر نگاہ ہو کر پھر اُس سے غافل ہو نادانائی سے بعید ہے۔ ہاں اگر انسان اپنی اصلیت
کو پہچان کر دُنیا فانی سے اُلفت کو توڑے اور آئینہ دل کو زنگ کدورت دوئی سے
پاک کرے اور خیالات واہی سے فارغ ہو کر گوشہ قناعت و فراغت میں اپنی فرصت
کے وقت کو گذارتا ہوا جس طرح ہو نازاں ہو سکتا ہے۔ مگر اسکے سوائے دُنیاوی
امورات پر نازاں ہونا محض نادانی ہے۔ اس دُنیا میں سوائے آزاد لاطمع
عارف کے اور کوئی ایسا نہیں ہے۔ جو اِس قسم کی نصیحت کرے۔ سب دُنیا
کی صلاح دینے والے ہیں پس مناسب ہے۔ کہ اپنی بہبودی کو زیر نظر رکھ کر دُنیاداروں
سے پرہیز کرے۔ اور شوق صادق سے دل کو خدمت فُقراء میں لگا وے۔ کہ
ذریعہ اس طلسمات کثرت سے نکلنے کا ہے موت کو ہر وقت حاضر جان کر کسی کام
میں ایسا مستغرق نہ ہو جاوے۔ کہ اُلفت جسمانی و فخر سینہ میں جوش زن ہو کر شعلہ
شہوت و خشم و طمع و اُلفت کو برپیدا کرے۔ بلکہ واجب ہے کہ ہر روز صبح
کے جس وقت بیدار ہووے اوّل اپنے سروپ ست چت آنند کو نمسکار کرے
اور اس جسم کو نابود و نمود بے بود یقین کرے۔ من کو بخوبی تنبیہ کرے۔ کہ خبردار
اپنی اصلیت کو بھول کر اُلفت جسمانی سے نابینا نہو جیو۔ خیالات واہی میں ہر گز

نہ بھولیو۔ اور تمام موجودات و خیالات و تصورات اسماء وصفات کو دریائے نیستی میں غرق کرے۔ گویا سب کو فنا کر کے صرف ذات واجب الوجود میں قائم ہو کر اپنی ہستی کو غیریت سے صاف کر کے ہستی حقیقی میں محو کرے۔ اور خود ذات و ہات ہو اپنے آپ میں قائم رہے اِس صورت سے کوئی عرصہ مشق کرے تو کل کو فنا کر کے خود بحین حیات باقی ہو گا۔ اور موجود گی حواس کے دنی کارہائے مختلفہ میں اِس کو کسی قسم کی لغزش نہ ہو گی۔ بلکہ سوائے اپنی ذات کے اور کچھ نظر نہ آویگا +

گل اکتیس

سوال اوّل۔ آزادگی کے معنے کیا ہیں؟

جواب۔ آزادی نام فخر کثیف و فخر لطیف سے قطع تعلّق کا ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے۔ کہ جس کا تعلّق ہمیشہ دل سے رہتا ہے جب بیرویِ نفس امارہ سے دست بردار ہو کر مائل بحق ہوا اور بذریعہ دانش کاملہ کے تعلّق جسمانی کو جو دو قسم کا ہے اپنی ذات سے متفرق سمجھ کر قطع کیا اور باقی صرف صرف محض محض عین آپ کو دیکھا اِس کا نام آزادی ہے۔ اِس قسم کی آزادگی تقسیم اقسام سے فارغ واحد ہے کیونکہ آزادی عادت ایزدی ہے۔ اور خدا قسمت پذیر نہ ہونے سے عادت خدا بھی قسمت پذیر

نہیں ہے۔ اور اگر عقل کے رو سے پوچھو تو آزادگی تین قسم کی ہے اوّل
آزادگی دنیا۔ دوم۔ آزادگی دین سوم۔ آزادگی دین و دنیا۔ جو لوگ کاروبار دنیا سے
دست بردار ہو کر اشغال دینی میں شغل رکھتے ہیں۔ وہ داخل آزادگی دنیا ہیں
جو لوگ کار دینی سے منہ موڑ کر صرف امورات دنیاوی کی سرانجامی کو افضل سمجھتے
ہیں۔ وہ ضمن آزادگی دینی میں ہیں۔ جو لوگ دنیا و دین کو مثل فرزندان عقیمہ یا
آب سراب جان کر اس کی طرف سے دل کو توڑ اور اپنی ذات بے انتہا میں مستغرق و محو رہتے
ہیں وے آزادگی دین و دنیا سے موصوف ہیں۔ نجات و آزادگی و نِروِرتی و
مکت اِن میں زبان و الفاظ کا فرق ہے معنے میں یکساں ہیں یعنے نجات و مکت
ایک معنے رستگاری از بدن بذریعہ موت رکھتے ہیں اور نِروِرتی و آزادی ایک معنے
فراغت از تعلق جسمانی بذریعہ دانش حقیقی رکھتے ہیں پس علت جسمانی سے یہ چار
الفاظ قایم کیئے گئے ہیں ورنہ اِن چاروں سے جو معنے مفہوم ہے وہ اقسام الفاظ
اور تشبیہ اوصاف سے خالی ہے +

گلِ بتّیس

سوال دوئم۔ حصولی آزادگی میں قواعد و مسائل کیا ہیں +

جواب حصولِ آزادگی کے لئے صحبت عارفان و مطالعہ کُتب عارفان اپنی دی

تیقن و اثق بامداد و عسکر کاملہ ضروریات سے ہیں۔ اِنکے شغل ہر سات منازل یعنی تبدیل

خیال۔ دانش حقیقی۔ مراقبہ یا جمع خاطر۔ رویت بے اختیاری فنا فے اللہ۔ عین

ذات بیت بیج فزونی مشق و امداد امورات مذکورہ بالا سے حاصل ہوتی ہیں سب

سے اوّل قاعدہ حصولِ آزادگی کا تمیز مابین حق و باطل اور ترک باطل و اختیار حق

ہے سب سے عمدہ طریقہ اِس تمیز کے حاصل کرنے کا صحبت کاملان ہے۔ کہ ہمیشہ اپنے

خیال کو تعلق دُنیاوی و اُلفت جسمانی سے روک کر شغل خود شناسی جمعیت خاطر کی

میں لگاوے تو خود بخود آزادگی ہو جاویگی +

گل تینتیس

محویت بذات حق وہ حصار ہے جو تیر ہائے غفلت مثلاً شہوت و خشم و طمع و اُلفت و

تکبر کو روکتا ہے۔ گولہائے راحت و رنج و حیات و ممات و سرما و گرما و گرسنگی و تشنگی

جس کی دیوار حق الیقین سے ٹھوکر کھا کر مثل پنبہ گر پڑتے ہیں۔ حواس و فکر و قیاس

و یقین و گمان کو دخل نہیں۔ آرام در آرام و امن در امن و جمعیت در جمعیت ہے

ساکنان اس حصار کو دائما خوشی و طمانیت ہے۔ آفات جسمانی ہر سوائے دخول اس حصار

کے اور کوئی راہ نجات کا نہیں۔ پریشانی و تفرقہ وسوسہ و الفت و غم و حسد کو ہرگز
راہ نہ دو۔ دائما اپنے مَن کے نگران رہو۔ عمر کو مستعار اور سبک رفتار جانکر
لذّات نفسانی میں گرفتار نہ ہو جیو جس قدر تاثیر ہوتی ہے صحبت سے ہوتی ہے اگر صحبت
نیک ہو تو نتیجہ نیک ہوتا ہے۔ اور اگر صحبت بد ہو تو نتیجہ بھی بد ہوتا ہے حیوان
کو اگر صحبت انسان ہو تو اُس میں عادات انسانی رُو نما ہو آتی ہیں۔ اور اگر انسان
کو موافقت حیوان ہو تو بعد عرصہ کے حیوان ہو جاتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ
صحبت کا خیال ضرور رکھے اور سمجھکر موافقت کرے ایسا نہ ہو کہ بغفلت کسی ایسی
بد صحبت میں شاغل ہو جاوے۔ کہ تمام عمر کے اپنے سابقہ نیک اعمال و نتیجہ صحبت عارفان
کو زائل کر دے۔ ہوشیار رہنا۔ دُنیا پُر از رہزنان معرفت ہے۔ دیکھنے میں عمدہ
اور لطیف ہے لیکن باطن میں غلیظ اور قابل ترک ہے اِس عمر جوانی اور آزادگی
کو غنیمت تصور کر کے صفائی قلب و استحکام یقین اور آراستگی اخلاق میں
بجان و دل کوشش کرو۔ ظاہر آرام سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ باطنی آرام کو محنت کر کے
حاصل کر لو جسم کی تعلق سے روح پر وہ بلا نازل ہوئی ہے۔ کہ جس کی رفعگی بجز خود شناسی
اور قطع تعلق از بدن نہیں ہو سکتی خیال کرو۔ کہ اس خاکی قالب سے اُلفت پذیر ہو کر کہاں سے
نزول پا کر کہاں پہنچا ہے کہاں وہ حالت کہ جسمیں جائے دم زدن یا گفتن یا

شنیدن نہیں۔ اور کہاں یہ حالت کہ ہزارہا عیوب سے معیوب اور بےشمار علتوں سے
معلول اور انواع اوصاف سے موصوف ہے۔ کہاں وہ درجہ کہ نہ احتیاج معرفت اور
نہ ضرورت عبادت نہ خیال خدا نہ نام بندہ۔ اور کہاں یہ رزالت کہ لذات کو ترک
کرنا معرفت کو حاصل کرنا معبود کو الگ جانکر عبادت میں مصروف رہنا ہمیشہ آپ کو
بندہ جانکر خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہنا۔ کہاں وہ حوصلہ کہ نہ خوف مرگ نہ
خواہش حیاتی نہ خطرہ سوزندگی از آتش نہ لرزہ شیر و مار عین ذات ہی ذات۔ اور کہاں
یہ تنگ ظرفی کہ موت کا خوف اور حیات کی خواہش آتش کے جلنے کا خطرہ
شیر اور مار سے لرزہ پُر از غلاظت وجود پس ایسے ناقص جسم کے تعلق سے جسقدر
جلد بریت ہوسکے اُسیقدر باعث آرام ہے۔

گل چونتیس

عزیزو یہ ہنگامہ صرف چند دنی ہے۔ ایسے ہی چلا آتا ہے۔ اسکو دیکھکر مت
بھولیو کوئی شے جو وجود وار موسومہ و موصوفہ ہے پایدار نہیں۔ وقت میں موجود آ
ہوئی ہے اور وقت میں نابود ہوجاویگی کسی کو قیام نہیں۔ کُہنہ کا زوال اور
جدید کا کمال مُسن اپنی اپنی نوبت پر راہ عدم میں قدم زن اور نو خیز باغ وجود میں ہر سبز

ہوئے چلے آتے ہیں۔ اس صورت سے سلسلہ کاروبار دنیا جاری چلا آتا ہے ایک مکان میں صدہا اشخاص اپنے اپنے وقت پر سکونت پذیر ہو کر اپنا اپنا ملک ظاہر کرتے ہیں۔ اور تنازعہ وغیرہ پیش کرتے ہیں۔ ایک ہی نام سے کئی اشخاص موسوم ہیں۔ ہر کوئی اپنا اپنا نام سمجھتا ہے۔ دوسرے کا خیال نہیں غرضکہ جہالت سے انسان اس مالِ مشترکہ اور اسباب متفرقہ کو اپنا مانکر بے سود غم و درد برداشت کر رہا ہے نہ کوئی جہان ہے نہ نام و نشان ہے صرف خیالی طوفان ہے۔ ظاہرا اگر دیکھیں تو تمام اشیاء ساکن و خاموش اپنے اور بیگانہ کے خیال سے فارغ نام و صفت کے یقین سے پاک ہیں صرف طاقت خیال جو صرف جنس انسانی میں موجود ہے تمام کو مختلف اسماء سے موسوم اور مختلف اوصاف سے موصوف اور انواع عیوب سے معیوب کسی کو مالک کسی کو مملوک مان رہی ہے۔ اگر یہ خیال بھی ساکن اور خاموش ہو جاوے تو پھر نہ کوئی تنازعہ ہے۔ نہ جھگڑا۔ صلح ہی صلح ہے اور آرام ہی آرام ہے پس مناسب ہے کہ اس طاقت خیال کو روکو یعنے حالت انتشار سے صورت جمعیت میں لاؤ۔

گل پینتیس

ہمت یہ ہے کہ اس عمر شباب میں لذت نفسانی سے منہ موڑ کر تجسس ربانی میں

کمر بستہ ہووے۔ اگر دل خیالات دنیا سے جو سدّ راہ شوق ایزدی ہیں پاک ہو تو
ہدایت مرشد اُس میں جاگیر ہوتی ہے۔ سو دل دو قسم پر منقسم ہیں۔ ایک صاف دوسرا
ناصاف۔ صاف دل وہ ہے۔ کہ جسمیں خواہش فرزند و زر اور فخر و زن و آبرو اور
ہوس لذّات نہو۔ بلکہ ہمیشہ پرماتما کی جستجو میں متساعی و متدارک رہے۔ ایسے
دل میں اُوپدیش مہاتما پُرکھ کا جانشین ہوکر ذریعہ رستگاری ہوتا ہے۔ دوسرا
دل ناصاف وہ ہے۔ کہ جسمیں خیالات مذکورہ بالا بھرے ہوئے ہوں۔ اُسمیں سخنان آیات
عارفان ہرگز تاثیر نہیں کرتے۔ پس مناسب ہے کہ اول اپنے دل کو حبّ دنیا
و اُلفت متعلّقین و ہوس لذّات سے مثل آئینہ صاف کرے۔ جس قدر تکلیف
انسان اِس دار ناپائدار میں برداشت کر رہا ہے۔ اُس کی وجہ صرف بیدانشی ہے
سو بیدانشی دانش کاملہ سے رفع ہوتی ہے۔ دانش یہ ہے۔ کہ جب مَن کسی
وِشے کیطرف راغب ہو اُسیوقت اُس وِشے کے عیوب کو سوچ کر اُس کیطرف سے
باز رکھے۔ اِس صورت سے جب ہمہ تن مَن کے روکنے میں مصروفیت ہوئی
تو اُمید واثق ہے۔ کہ عرصہ قلیل میں اِس دُشمن خونخوار پر ظفر حاصل ہوگی۔ کیونکہ مَن
بغیر وچار کے کسی اور حیلہ سے زیر نہیں ہوسکتا۔ حسب قول دانا۔ **فرد**

آن خصم نیست نفس کز احساں شود مطیع
غافل مشو کہ تربیت شیر مے کنی

چار سادھن مفصلہ ذیل لکھے جاتے ہیں جن کی عمل سے صفائی باطن اور ادہیکار
گیان حاصل ہوتا ہے۔ شم سنتوکھ۔ وچار ست سنگ۔ شم یعنی من کو جگت
کی اور سے ہر وقت روکتے رہنا جس وقت من اٹھے اسی وقت کمند دانش سے
اسکو ضبط کرنا اور پرماتما کے چنتن میں شاغل رکھنا یہ سادھن معدن آسائش و
آرام ہے۔ حسب قول شاستر "سم پرم سکھ" سنتوکھ یعنی جو کچھ سری کی پراربدھ کے
حاصل ہو اس پر صابر و شاکر رہنا کبھی موجودہ مال پر نارضامندی اور غیر موجودہ
مال کی ہوس نہ کرنا بیتھا لابھ سنتوشٹ رہنا یہ سادھن انسان کو مستغنی اور
بے نیاز بناتا ہے۔ حسب قول شاستر "سنتوکھ پرم لابھ"۔ دیگر **بیت**

پا فشردم بسکہ در خاکِ قناعت ہمچو نخل
قسمتم آن سوے کہ شد خود میدود در ریشہ ام

وچار یعنی یہ سوچنا کہ میں کون ہوں اور برہم کیا ہے اور جگت کیا وست ہے
ان سوالات کے جوابات کو حل کرنا اس کا نام وچار ہے۔ یہ سادھن عین عرفانی
و معدن یافتگی کمالات ہے۔ حسب قول شاستر "وچار پرم گیان" ست سنگ
یعنی جہاں ست پرماتما کا تذکرہ اور جگت کے جھوٹھا پن کا بیان ہو اس صحبت
میں ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھنا۔ سو یہ ست سنگ دو نوع کا ہے ظاہر اور باطن

ظاہر یہ ہے۔ کہ برہم گیانی مہاتما پُرش کے نزدیک ہتمیں حاکر تن و من و دھن نذر کر کے
نہایت ہی ادب و خاکساری سے بیٹھنا اور اُنکے سخنان کو گوش ہوش سے
سُن کر راست و حق الیقین کرنا۔ اور باطن ست سنگ یہ ہے۔ کہ گوشہ تنہائی ہیں
تمام خیالات بیرونی سے من کی برتی کو روک کر سخنان شنیدہ کو وچار کرنا اور
اُن کے نتیجہ میں برتی کو قائیم کر کے سرور دائمی حاصل کرنا۔ سو یہ سادھن ہی سادھن
مذکورہ بالا کی مادر ہے یعنے اِس سے تمام آگاہی اور کُل واقفیت یا حقیقت سیم و
سنتو کھ و وچار کی معلوم ہوتی ہے۔ غرضکہ اس سادھن کو تہ دل سے عمل میں لانے
سے کُل سادھن سدھ ہوتے ہیں۔ اور اِس کی فضیلت اظہر من الشمس ہے
قول شاستر "ست سنگ پرم گت" ہے ⁘
(صحبت حق محبوبیت حق ہے)

گُل چھتیس

سوال۔ گرہستی کو کیا کرنا چاہئے ⁘

جواب۔ گرہستی کو چاہئے کہ سائل کو اپنے دروازہ سے خالی نہ بھیجے (عیالدار یا خانہ دار) مہمان
کی تواضع میں کمر بستہ تیار رہے۔ سب سے خوش خلقی و سخاوت و خاکساری سے برتے
وسیلہ معاش ایسا رکھے کہ جسمیں کسی شخص کو تکلیف نہو اور نہ یہ غلاظت گناہ سے دامن آلودہ

ہوا اپنے گھر کو مثل مہمان سرائے کے جانے اور متعلقین کو مہمان شب باش تصور کرکے
اُن کی اُلفت کے رشتہ سے گرفتار نہو مہاتما پرشوں کا سنگ کرے اور تن و من و دھن کے
خدمت کرے۔ مال و املاک میں ہرگز فخر نہ کرے۔ اگر اِس صورت سے کوئی شخص گرہست
میں رہے۔ تو وہ جیون مکت ہے ✤

سوال۔ پرستش پرتیما (صنم) و کرم کانڈ (شریعت) سے شاستر کی کیا مراد ہے ✤

جواب۔ پرستش پرتیما و کرم کانڈ سے شاستروں کی مُراد صرف صفائی دل
وجمعیت خاطری کی ہے یعنے یہ کہ شبھ کرموں (نیک اعمال) سے انتھکرن شُدھ (پاک) ہوتا ہے سو اُس
شخص کے لئے ہے کہ جس کو صحبت عارفاں حاصل نہیں ہوئی اور نہ شاستر کے وچن
سمجھنے کے قابل ہوا ہے جب صحبت مہاتما پرشوں میں وچنوں کو بخوبی سمجھ سکتا ہے پھر اُس
کو پرستش پرتیما و دیگر توہمات کی کچھ ضرورت نہیں جس طرح کہ طفل نادان کو اپنی بہلاوٹ
کے لئے گلی یا چوبی کھلونے کی ضرورت ہے سوائے اُنکے اُس کا دل مغموم رہتا
ہے لیکن جب سن بلوغت پر پہنچتا ہے اُس وقت اپنے ہمجنس لڑکوں کے ساتھ
بلا ضرورت کسی کھلونے کے اپنا دل بہلا سکتا ہے۔ اور جب کسی علم میں ادراک
حاصل کرتا ہے۔ تو اُس وقت وقت بیکاری کو مطالعہ کتب میں بسر کرتا ہے۔ اسیطرح
جب تک انسان کو بالکل جہالت و ضلالت ہے تب تک پرستش پرتیما جو کھلونے کی کھیل ہے

بنتی ہے لیکن جب اِسکو صحبت عارفان وفہمیدِ سخنان حاصل ہوتی ہے اِسکو وہ کھیل مطبوعِ خاطر
نہیں ہوتی۔ پس مناسب ہے کہ دل کو فرمودہ مہاتماپرشوں پر قایم کرے اسمیں کلیان
ہوگا۔ اپنے شوق کو درجہ اتم پر پہنچاکر راہ معرفت میں قدم زن ہووے اور سر انانیت
کو آستان خاکساری پر سائیدہ کر کے فخر کونین حاصل کرے ؛

گُل سینتیس

سوال۔ پرالبدھ اور اودّم کس کو کہتے ہیں اِن میں کیا فرق ہے اور
ان میں سے کس کا آسرا کرنا واجب ہے ؛

جواب۔ پرالبدھ (قسمت) اور اودّم (تدارک) دو الفاظ مختلف ہیں۔ معنے اِنکے ایک ہی ہیں
یعنے پرالبدھ جنم گذشتہ کا اودّم ہے۔ اور اودّم جنم حال کا اودّم ہے۔ پس پرالبدھ
اور اودّم کو اودّم ہی جانکر اودّم میں مصروف ہو۔ سو اودّم یہ ہے۔ کہ لذات
نفسانی سے باز رہکر صحبت عارفان کرو۔ اور اُنکے سخن پر عمل کرو جس طرح ہوسکے
مَن کو جیتو سمادھ کرو۔ **ابیات**

غیرِ حق را امید ہی راہ درحریمِ دل چرا ۔ میکشی بر صفحۂ ہستی خطِ باطل چرا
از رباطِ تن چو بگذشتی دگر معمور نیست ۔ زادِ راہ برمیداری ازیں منزل چرا

دیگر

ترا در بوتۂ گلِ ہمہ آں داوند ایں مہلت
کہ سیمِ ناقصِ خود را کُنی کاملِ عیار اینجا

دیگر

اگر وطن بمقامِ رضا توانی کرد
غُبارِ حادثہ را توتیا توانی کرد

کلیدِ قفلِ اجابت زبانِ خاموش است
قبول نیست دعا تا دعا توانی کرد

گُلِ اٹھائیس

مَن بڑا چنچل ہے۔ اِس کی کسی حالت پر نازاں نہونا چاہیئے۔ یہ ایسی لطیف طاقت ہے
کہ ایک خیال میں سب سے تارک ہو کر فارغ ہو جاتا ہے اور دوسرے خیال میں اُلفت یا شرم
دُنیاداری میں گرفتار ہو کر پریشان ہوتا ہے جسقدر اِس مَن کو مارے اُسیقدر آرام
کی زیادتی حاصل ہوتی ہے۔ اِسجگہ نازاں اور مفتخر ہونا بعید از دانائی ہے ہزارہا برس
گوشہ میں جاگیر ہو کر عبادت حق میں دل و جان سے شاغل رہے ہیں اور ایک
لذّت کے دیکھنے میں سب ویراگ اور بھجن بھول گیا ہے۔ اس واسطے دانایانِ دور اندیش
تمام عمر تا دمِ واپسیں اِس خیال کو باہر کیطرف سے روک کر ذات باری تعالےٰ میں محو رکھتے
ہیں یہ مَن کا جیتنا سوائے معرفت کے اس طرح ناممکن ہے کہ جسطرح کوئلہ بغیر آتش کے تبدیل رنگ

اختیار نہیں کرسکتا پس واجب آیا کہ انسان آتم گیان حاصل کرے تا کہ ظفر بر نفس امارہ اسکو حاصل ہو جسم انسانی ایسی ترکیب سے مرکب ہے کہ ہمیشہ خطرۂ رہزنان و آوارگی خاطر درپیش ہے حواس خمسہ جنکو پانچ گیان اندریے کہتے ہیں یہ راستہ من کے باہر جانے اور لذات نفسانی جمع ہونے کا ہے۔ جب تک من نہ روکا جاوے تب تک اندریوں کا روکنا محال ہے۔ کیونکہ یہ دونوں لازم وملزوم ہیں۔ اور صحبت جسمانی ایسی ناقص ہے کہ بدوں امداد حواس و تدبیر دل روح کسی کام کرنے کے قابل نہیں ہوتا اسلیئے زیادہ تر دانائی وغور مطلوب ہے کہ ان ہی سے مگر ان سے الگ رہے صرف معمولی کارروائی کے سوائے اور کسی قسم کا کام حواس اور دل سے نہ لیوے ہر وقت انکو راہ معرفت میں رواں دواں رکھے تب بعد عرصہ کہ ان ہر دو دشمنوں پر ظفر پا کر جسم ملک کا بادشاہ ہو کر بیخوف حکومت کرتا ہے۔ آتما کو پہچاننا۔ جسم سے الگ رہنا عمدہ طریقہ حصول ظفر کا ہے اپنے پرکھارتھ (کوشش) سے تمام امورات حاصل ہوتے ہیں ضرور تاثیر نطفہ بھی ہوتی ہے مگر اثر صحبت اور اپنا پرکھارتھ بہت ہی زور آور ہوتا ہے جو کچھ حاصل ہوا مہاتما کی صحبت اور ان کی ہدائت پر عمل کرنے سے ہوا پس صحبت کرے اور فائدہ اٹھاوے ٭

گل افتالیس

سوال۔ گرہست میں رہ کر انسان کو کس طرح برتنا چاہیئے کہ پابندی بھی قائم رہے اور

گرہست کا ویوہار بھی پورن ہو ❖

جواب۔ جب اسکو یقین کامل ہوا ہے کہ میں تمام تعلقات سے فارغ اور تمام
افعال سے برتر ہوں اُس وقت اسکو چاہئے کہ تمام متعلقین کے ہوتے اُنکی محبت سے پاک رہے
سب کچھ اپنا آتما جانے یا خواب کے رشتہ داروں کی مانند جانے اِن دونوں میں سے جس طریق
کو موافق طبع پسند کرے وہی طریق اُس کی خلاصی کے لئے مکتفی ہے سو شناخت اسکی
یہ ہے کہ جب کوئی رشتہ دار بیمار ہو یا سفر میں چلا جاوے یا جامہ تن کو چھوڑکر عدم میں
جاوے اُس وقت اس کا خیال مغموم یا مشوّش نہو۔ اور جب کوئی رشتہ دار صحت یاب
ہو یا بعد مدت کے آکر ملے یا حالت نزع سے نکلکر پھر صحیح وسلامت ہو اُسمیں اس کا
خیال نہ مسرور ہو اور نہ مغرور ہو یعنے ہر حال میں یکساں رہے۔ یہ طریق امتحان الفت سے پاک
ہونیکا ہے و دولت و دیگر سامان کی حصولی وغیر حصولی میں بھی اسی شناخت کو
عملدرآمد کرنا جو جو افعال موافق موقعہ ہوں اُن میں اپنا تعلق نہ مانے۔ کیونکہ کرم اندریوں
سے موافق موقعہ ہوتے ہیں۔ جو جو پراربدھ بھوگنے کی ہوتی ہے۔ اُسی کے موافق خواہش
افعال پیدا ہوتی ہے۔ یعنے کرم کے کرنے میں پانچ چیزیں شامل ہوتی ہیں اوّل
استھول سریر۔ دوم سوکھم سریر یا انتہکرن سوم اندری چہارم دیوتا پنجم پراربدھ
اور میں ان پانچوں میں سے کوئی بھی نہیں ہوں بلکہ ان سے الگ اِن کا شاہد روشن

کنندہ ہوں پس مجھ کو کرموں سے کیا تعلق ہے۔ اس کی شناخت یہ ہے کہ شبھ کرموں سے
اسکے ہردے میں راگ (الفت) ہو کر دھرم (ثواب) کا خیال نہ ہو اور اشبھ کرموں سے اسکے ہردے میں دویکھ (نفرت)
ہو کر ادھرم (گناہ) کا خیال نہ ہو بلکہ ان دونوں کرموں کے ہوتے ہی راگ دویکھ سے فارغ قائم
بذات خود رہے۔ اور سریر کی الفت سے اس طرح پاک رہے جس طرح دوسرے سریر کی الفت
سے پاک ہے یا جس طرح سریر کو اپنے سایہ سے کچھ الفت نہیں ہوتی اسی طرح اسکو اپنے
سریر سے جو اس کا سایہ ہے الفت کرنی واجب نہیں ہے اور خصوص اوپر بیان ہو چکا ہے
کہ سریر کا اور آتما کا کسی طرح سے تعلق نہیں سریر جڑ ہے اور آتما چیتن ہے سریر
ناسونت (فانی) ہے۔ آتما ابناشی (باقی) ہے سریر بہت چیزوں سے مرکب ہے آتما ادویت (لاشریک)
روپ ہے سریر دکھوں کی کان ہے آتما پرمانند سروپ ہے اس صورت سے آتما
اور سریر کا ملاپ نہیں ہو سکتا۔ اور میں آتما ہوں اس لئے سریر سے جدا ہوں
سریر کلپ تک رہے اتھوا اسی لحظہ میں فنا ہو جاوے میری ذات میں کمی و بیشی نہیں
یہ دکھی رہے یا سکھی رہے یا پتلا ہو یا موٹا ہو یا سرخ ہو یا زرد ہو مجھ کو اس سے
کچھ غرض نہیں۔ میرے نہ جاننے سے پیدا ہوا تھا اور میرے جاننے سے
فنا ہو گیا۔ پس یہ کہاں اور میں کہاں اس کا سنجوگ (تعلق) میری ذات میں تینوں کال (ہر سہ زمانہ) نہیں
ہے۔ اس وچار سے آپ کو اسنگ (لاتعلق) جان کر دیہ کی الفت سے پاک رہے۔ اسکی شناخت یہ ہے

که جسم کی بیماری اور صحت میں اپنے مَن کا شاہد ہو کر دیکھے که اسمیں کسی قسم کا راگ
یا دوئیکھ ہوا ہے یا نہیں اگر ہوا ہے تو سمجھے که ابھی تک مَن اُلفت جسمانی میں گرفتار ہے
پس مناسب ہے که وچار مذکورہ بالا اور منن اور ندھیاسن کو خوب طور عملمیں لاوے
اور اگر اُس میں راگ دوئیکھ نہ ہو تو یقین کرے که اب مَن اُلفت جسمانی سے
رُستگار ہو کر برہم روپ ہوا ہے۔ اپنی خوراک و پوشاک اس طریقہ سے رکھے جسمیں اُسکو
احتیاج مندی دنیاداران یا دل میں غم برداشت کرنا نہ پڑے سادہ خوراک و سادہ
پوشاک سے آپ کو عادی بناوے جسقدر ہوسکے اپنی ضروریات کو کم کرے۔ قناعت
وکفایت شعاری سے گذارہ کرے معاش کے لئے کوئی ایسا ویوہار کرے که جس میں
اُسکو پریشانی یا رنجیدگی خاطر نہو اور تمام وقت بھی اُسی پر صرف نہو وقت مقررہ
کے لئے اُس کام کو کرکے اُس سے فارغ ہو جاوے اور اُس کام میں جو نفع یا
نقصان ہو اُسکے خیال کو اپنی ذات میں راہ نہ دیوے بلکه ان دونوں حالتوں
میں یکساں رہے۔ آمدنی کو پرالبدھ پر چھوڑ کر جو بنتا جاوے۔ اُسی میں آنند
روپ رہے۔ وشئی پُرشوں سے اُلفت نہ کرے کیونکه صحبت ایک بُری تاثیر شئے
ہے۔ اگر خدانخواستہ کوئی لذت ہماری عادت سے شامل ہو کر ہماری خوگیر
ہووے تو عمر بھر تک اُس سے نجات نہو گی کسی منشی چیز سے اپنی عادت نہ بناوے نہ پان کا فائقه

اسقدر نہ بڑہاوے کہ لذیذ اور مزیدار چیز کے سوائے کوئی حلق سے نہ گذرے بلکہ صرف تسلیم

پڑسی کا خیال پیش رکھ کر جو کچھ پر البدہ سے حاصل ہو اُسپر صابر و شاکر رہے۔ لوگوں سے

با تواضع و خوش خُلقی پیش آوے مطلب کے سوائے لوگوں سے کلام نہ کرے۔ کسی

کی شکایت کرے اور نہ سُنے سب کو اپنا آپ سمجھ کر آرام دیوے یا سب سے بے تعلق رہے

اپنے وقت کو اِس صورت سے تقسیم کرے کہ جسمیں کاروبار دُنیا بھی ہوجاوے اور اپنے پیرو

آنند میں مگن رہنے کے لئے بھی کافی فرصت ہو سوائے ستگور کے کسی کو اپنا دوست

نہ سمجھے کسی سے تمسخر نہ کرے سب سے باادب و بالحاظ برتے تاکہ توقیر قایم رہے۔ اگر دولت

خرچ ضرورت سے وافر ہو تو خدمت فُقرا و محتاجان میں صرف کرے۔ اپنے خانہ کو

مہمانسرائے سمجھے۔ اپنے زن و فرزند و برادر و مادر و پدر کو سفر کے رفیق جانے جسم

کو چند دم گذارے کے لئے آشیانہ جانے۔ کسی سے دُرشت رو ہو کر کلام نہ کرے۔ ہمیشہ

با حوصلہ و حلیم و متواضع و راست گو و خوش خُلق و صابر و مستغنی رہے اشیاء فانی کیلئے

کسی سے سوال نہ کرے سوال کرنا گویا آپ کو خالی ظاہر کرنا ہے۔ پس ہمیشہ بھرا رہے

اپنے آتم سروپ میں مگن رہے مکانات کے بنوانے یا دولت جمع کرنے یا زمینات کو

خریدنے یا تجارت کے پھیلانے میں مصروف نہ رہے گذارہ کے لئے کاربار کرے یہ تمام

ہنگامہ خواب ہے۔ اِس بات کو ہمیشہ یاد رکھے۔ چاہئے کہ اِس موافق عمل کرے تاکہ آرام دلی حاصل ہو۔

گل چالیس

سوال۔ وشنو کس کو کہتے ہیں ❖

جواب۔ وشنو دو قسم کا ہے۔ ایک ظاہر دوم باطن ظاہر وہ ہے جو اپنے جسم
کو غلاظت سے پاک رکھتا ہے اور غذا اپنے ہاتھ سے بنا کر کھاتا ہے سب کسی سے پرہیز
کرتا ہے۔ کسی کے ساتھ چھوتا ہی نہیں ہے تن کو صاف کرنے اور چونکا لگانے
اور لکڑیوں کو دھونے اور کھانا بنانے میں اپنا وقت عزیز ضائع کرتا ہے وہ کبھی پاک
نہیں رہتا ہمیشہ پلید ہے کیونکہ جس جسم کو پاک کرنے میں وہ مصروف ہے اس کی ترکیب
اُستخوان۔ گوشت۔ رگ۔ پے۔ خون۔ پیشاب و نجاست سے ہے اسلئے اُس کی محنت بے سود ہے
دوم وشنو باطن وہ ہے کہ جو اپنے انتہکرن کو کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار سے
سُدھ رکھے۔ اور کبھی دیہ کا ابھمان یا ورن آسرم و کُل کا ابھمان نہ کرے۔ اور آپ کو دیہ سے
جو اگیان کا رچا ہوا ہے الگ جانکر سُدھ آتما مانے ہمیشہ وشن کی مایا سے دور ہو کر ایک
ہی وشن دیکھے دوئیت کو اپنے انتہکرن میں راہ نہ دیوے اندریوں روپی برتنوں کو
وشے روپی غلاظت سے سُدھ کرے انتہکرن کے چونکے کو ویراگ روپی لوچا دیوے
اور گیان وگیان روپی بھوجن بنا کر کھاوے تاکہ سدا پاک اور پوتر رہے۔

ایک دفعہ جو شخص اِس طریق پر عمل کرے پھر اُسکو ناپاکی نہو وے پس مناسب ہے کہ

ویشنو باطنی ہونا چاہئے کہ جس کا پھل جیون مُکت ہے ✢

گُل اکتالیس

درحقیقت مَن بڑا چنچل ہے۔ مَن کی برابر کوئی چیز چنچل نہیں ایک چھِن میں

آکاس پر دوسرے چھِن میں پاتال پر اس کا روکنا دو علاج کرکے ہوتا ہے ایک ست سنگ

دوسرا ست شاستروں کا وچار ست سنگ دو قسم کا ہے۔ ایک بیرونی دوم اندرونی

بیرونی یہ ہے۔ کہ برہم گیانی مہاتما پُرکھ کی خدمت میں باوجود ارادتمندی حاضر ہوکر اُن

کے سخنان کو گوش ہوش سے سُننا اور راست مانکر یقین کرنا اور اندرونی یہ ہے کہ

شنیدہ سخنان کو گوشہ تنہائی میں تمام حواس ظاہری و باطنی کو اپنی اپنی لذات

سے باز رکھ کر شدہ بدھ سے وچار کرنا اور اپنی دلائل سے پایۂ ثبوت و راستی پر پہنچا کر

صندوق حق الیقین میں جمع کرنا اور اگر کوئی اعتراض پیدا ہو تو اُن سے باادب

دریافت کرنا اگر برہم گیانی موجود نہو تو اُس کے اُپدیش مکتوبہ بطریق مذکورہ بالا سے

عمل کرنا اِس کو ست شاستروں کا وچار کہتے ہیں یہ علاج اس واسطے قائم کیا گیا ہے کہ

مَن نہایت لطیف شے ہے اور وجود دار نہیں صرف ہوا کی مانند صورت کلپ میں نمایاں

ہوتا ہے۔ اِس واسطے اسکے روکنے یا مارنے کیلئے بھی لطیف آلہ چاہیئے سو وچار
بھی سنکلپ روپ ہے۔ اس سے مَن جلد ہی اپنی حرکت سے باز آکر قایم ہوسکتا ہے۔ مَن کو مَن ہی کے
ساتھ مارنا ہوتا ہے اور کوئی بیرونی آلہ یا سامان اِس کی قابو کرنے میں کارگر نہیں ہوسکتا
مَن کہیں آتا جاتا نہیں صرف اپنے سنکلپ سے تمام گذشتہ امورات کو صورت یادگار میں
اور آیندہ امورات کو صورت انتظار میں اور موجودہ امورات کو صورت کار میں بنا لیتا ہے
اپنے متعلقین کی بیوفائی میں مغموم اور وفاداری میں مسرور رہتا ہے۔ جن جن اشیاء سے
اِسکو تعلّق ہے اور جس چیز کا اِسکو علم ہے اُسی کو یاد کرکے پریشان ہوتا ہے۔ دیکھئے
جن آدمیوں سے ہماری واقفیت نہیں یا جن ملکوں یا شہروں کو ہمنے دیکھا نہیں
یا سُنا نہیں یا جن لذّات کو ہم جانتے نہیں یا جس غذا کو ہم نے کھایا نہیں یا جس
علم کو ہمنے پڑھا ہی نہیں اُس کا خیال ہمارے دل میں نہیں آتا صرف جس سے
ہمارا تعلق دیدنی یا شُنیدنی یا گُفتنی یا خواندنی یا گرفتنی ہے وہی ہمارے دشمن
خونخوار ہیں۔ پس سب کو دل سے فراموش کرنا نہایت عمدہ طریق حصول آرام کا ہے
سو یہ فراموشی اُس وقت ہوتی ہے کہ جب یہ یقین واثق ہو کہ تمام ہنگامہ دیدہ
شُنیدہ یا گفتگو یا فکر و قیاس و علم میں آرہا ہے نمود بے بود مثل آب سراب یا
تماشائے خواب ہے۔ اِن کا اور میرا تعلق صرف اگیان سے ہے کیونکہ میں آپکو جانتا ہوں

اور نہ اشیاء کی اصلیت سے علم رکھتا ہوں اس واسطے یہ فرضی اشیاء میرے آزار کا باعث ہو گئی ہیں۔ ان اشیاء پر کچھ الزام نہیں میرے من نے جو اگیان سے پیدا ہوا ہے مجھ کو بے بنیاد تکلیف کے سبب رنج میں ڈالا ہوا ہے ورنہ یہ پدارتھ تو خود ساکن اور بے زبان اور ایک جا قائم نہ کسی سے الفت نہ کسی سے نفرت اپنی ہستی میں قائم ہیں میں اپنی ذات کو بھول کر ان کو اپنا مانتا ہوں اور دکھ پاتا ہوں اگر آپ کو سنبھالوں تو ان اشیاء کی ہستی کچھ ہی نہیں۔ آب سراب تب تک یقین ہوتا ہے جبتک سورج کا علم نہیں ہوا۔ رسن میں مار اس وقت تک خوف دیتا ہے جبتک بذریعہ چراغ یا ہدایت کسی دانندہ کے رسن کو نہیں جانتا صدف کو نقرہ مان کر تب تک ہم اسکے اٹھانے کے واسطے دوڑینگے جب تک ہمکو صدف کا یقین نہو اسیطرح جہان اس وقت تک راست ہے جب تک برہم کا گیان نہیں ہوا۔ جہان کوئی شے نہیں زمین و آسمان و دریا۔ کوہ۔ انسان۔ حیوان جہان نہیں ہیں ان تمام کے اسماء و صفات کا مجموعہ جہان ہے۔ اور میں فلان ہوں اور فلانے کا بیٹا ہوں یہ میرا نام ہے یہ میری ذات ہے۔ یہ دشمن ہے۔ یہ دوست ہے۔ ان تمام خیالات کا نام جہان ہے اور ان تمام خیالات کو ماننا من ہے اور یہ خیالات اس وقت دور ہوں جب آپ کو نام اور ذات اور باپ اور بیٹے کے تعلق سے فارغ سمجھے اور کل اسماء کو

مفروضہ جاوے جب یہ علم ہوا اُس وقت نہ مَن رہیگا اور نہ جگت صرف ایک ذات مُطلق
رہیگی۔ اِس قسم کی فہمید سے غلاظت دلی دور ہوتی ہے نہ کہ صرف رام رام کہنے سے
عوام الناس میں جو رام رام مشہور ہے۔ بعضے تو صرف راجہ وسرتھ کے بیٹے کو رام خیال
کرتے ہیں اور بعضے جگت کے کرتا کو۔ اصل میں رام کے معنے ویاپک یعنے محیط کُل
عالم کے ہیں جو ذات تمام اشیا میں رم رہی ہے سو رام ہے ایسا کوئی مکان یا زمان یا
شے نہیں جو رام سے خالی ہو۔ تمام اندریوں کو جو طاقت دیتا ہے سو رام ہے
زمین میں قائم ہو کر جو انواع اشجار کی روئیدگی میں طاقت دیتا ہے وہ رام ہے
سورج میں پرکاش روپ رام ہے۔ کال میں کال۔ دیس میں دیس۔ جل میں
سردی۔ چاند میں روشنی۔ زور آور میں زور۔ خوبصورت میں خوبی گیان میں گیان
اور گیان میں گیان غرضیکہ سب رام روپ ہے۔ اِسیطرح سمجھنا اور یقین کرنا
دیکھنا۔ اُپدیش کرنا۔ رام کا بھجن کہلاتا ہے۔ وسرتھ کا بیٹا رام چندر بھی اسی گیان
کو سمجھ کر گیانی ہوا تھا۔ وہی رام میرا آتما ہے جو سب میں رم رہا ہے۔ رام کا
لفظ اور رام کے معنے ہزارہا کوس کا فاصلہ رکھتے ہیں +

چمن دوم در باب پیدائش و فنائے جہان

گل اوّل

سوال۔ جہان کیا چیز ہے کس طرح پیدا ہوا کیونکر فنا ہوتا ہے اُس کا ابتدا انتہا ہے یا کیونکر ہے؟

جواب جہان علم یا خیال ذات حق ہے اس کی پیدائش صرف خیال ہی سے ہے

اگرچہ جہان کی پیدائش میں مختلف مسائل و صدہا دلائل ہیں مگر سب کا بنیاد خواہش ایزدی پر رکھا ہے یعنے جب اُس ذات تنزیہ و مطلق میں عشق خود بینی کا جب جوش ہوا تو اُسی وقت حالت تشبیہ و تقلید میں ظاہر ہو کر جہان کے نام سے مشہور ہوئی۔

جسطرح ایک تخم سے درخت مشتمل بہ برگ و شاخ و گل و پوست ہوتا ہے اسیطرح ایک ذات سے گوناگوں جہان ہوا اگرچہ صورت تخم صورت درخت سے کسی قسم کی موافقت نہیں رکھتی مگر تو بھی تخم سے کسیطرح جدا نہیں تخم ہی میں نہان ہے اور تخم ہی سے عیاں ہوتا ہے گویا تخم اور درخت ایک ہی شے کے دو نام ہیں اسیطرح اگرچہ جہان مختلف اقسام اشیا سے اور عجیب حالات سے معمور اور دیدنی ہے تاہم عین ذات ہی ہے کیونکہ تمام مذاہب

کی رائے اس امر میں کہ اول بھی خدا ہے اور آخر بھی خدا ہے متفق ہے پس جائے غور ہے کہ درمیان میں سوائے خدا کے کون ہوا صرف خدا ہی خدا ہے۔ خدا کی بےعلمی سے جو اس کو جہان کہا گیا ہے یہی اس کا پیدا ہونا ہے اور خدا کے علم سے جب یقین ہوا ہے کہ جہان کچھ چیز نہیں ہے یہی اسکا فنا ہونا ہے یعنے بےعلمی یا غفلت باعث موجودگی جہان ہے اور علم یعنے دانش حقیقی باعث معدومی جہان ہے۔ جہان کو صرف خیال ہی سمجھئے جب خیال کو دور کیا جاوے تو نہ کوئی جہان ہے اور نہ جہان کا نشان ہے۔ تو خیال کا پیدا ہونا جہان کا پیدا ہونا اور خیال کا گم ہونا جہان کا گم ہونا ہے اور اس کی ابتدا و انتہا اگر نظر حقیقت سے دیکھی جاوے تو نہیں ہے۔ کیونکہ جہان علم حق یا عین حق ہے جس طرح حق ابتدا و انتہا سے فارغ ہے اسیطرح یہ بھی ہے۔ اور اگر اس کو نظر دوئی سے دیکھا جاوے تو بےعلمی اس کی ابتدا و علم اس کا انتہا ہے اس آخیر کلام سے بھی کلام اول میں کچھ فرق نہیں آسکتا کیونکہ اصلیت سے نہ کچھ پیدا ہوا ہے اور نہ کچھ فنا ہوتا ہے صرف اس یقین نے جو جہان ہو کر دلنشین ہو رہی ہے اٹھنا ہے ورنہ کسی چیز کا صورت علم نہیں ہوتا

گل دوم

جہان صرف بازیچہ خواب ہے۔ قدیم سے ایسا ہی چلا آتا ہے۔ گویا مدت کی کھیل ہے

صدہا اس میں کھیل کھیل کر چلے گئے ہیں اپنی اپنی نوبت پر کوئی نقارہ بجا گیا ہے کیونکہ
موت ایسی روز آور ہے کہ اسکے پنجہ سے کوئی نہ بچا ہر کہ ومہ اِس کا لقمہ ہوا بڑے بڑے
عالیشان بادشاہ جن کے پاس بڑی تعداد لشکر تھے اور ہر قسم کا سامان حرب وضرب تھا مثل پشّہ کے
اِس ظالم مرگ کے ہاتھ سے نیست ونابود ہو گئے ہیں خیر اُنکی بات تو کچھ ہی نہیں دیکھیے
جن کو لوگ اوتار وشن کا مانتے ہیں مثلاً رامچندر سری کرشن وبیاس و باون وغیرہ
بھی اپنے اپنے وقت پر دریائے نیستی میں مستغرق ہو گئے ہیں سوائے اُنکے نام و
افعال کی یادگاری کے اور کچھ باقی نہیں برہما اور وشن اور رودر جو جگت کے کرتا
مشہور ہیں کئی بار پیدا ہوتے ہیں اور کئی بار ناس ہو جاتے ہیں پس ایسے
جگت پر دل باندھنا محض نادانی ہے یہ صرف دیدنی تماشا ہے اصلیت میں
کچھ نہیں غفلت میں اس کا سامان سب عمدہ و درست یقین ہوتا ہے لیکن جب
دانش کی آنکھ کھلتی ہے تمام نمود بے بود و ہیچ معلوم ہوتا ہے کئی وشن ہوئے
اور کئی برہما ہوئے اور کئی رودر کئی فقیر کئی امیر کوئی انتہا نہیں جس طرح گوبر
کے ڈھیر میں بیشمار کیڑے ہوتے ہیں اُسی طرح یہ جہان انواع انواع مخلوق سے پُر ہے
کیا ہے کچھ بھی نہیں یہ واہیات کھیل ہے اُلفت کے رشتہ سے بندھے ہوئے ان
مثل پتلیوں کے ناچ رہے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ یہ جہان کیا ہے اور ہم کون ہیں عارضی

رشتہ پر ایسے غلطان ہوگئے ہیں کہ کسی کو زن کسی کو فرزند مان لیا ہے اور ایک گھر قایم کر لیا ہے تمام اپنی نقدی حیات اُنکے آرام کے لئے ضایع کرتے ہیں ایسے مایل ہوگئے ہیں کہ اگر اُنکے اختیار میں ہو تو کبھی اُسکو نہ چھوڑیں مثل وشٹا کے کیڑے کے وشٹا میں پڑے سڑ کتے ہیں افسوس صد افسوس ایسے انسانوں پر ہے +

گل سوئم

سوال۔ جگت کا وِستار کیونکر ہوا +

جواب۔ شُدھ چیتن ست چِت آنند برھم وکھے جیووں کی کرموں کے پریک ہوئے آرنبھ کال میں یہ خواہش ہوئی کہ ایک ہوں اور بہت ہوؤں اس اچھا سے برھم کی اوپادھ مایا میں کھوب یعنے لغزش ہو گئے تد ریچا آکاس والیو۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی اوتپت ہوئی اول ان کا پنچی کرن نہیں تھا۔ اُن اپنچی کرن مہابھوتن سے سمشٹ یعنے کل وِیشٹ یعنے جز۔ وسوکھم سرشٹ ہوئی چونکہ اس سوکھم سرشٹ سے پورا پورا بھوگ نہ ہو سکتا تھا اس لئے ایشور کی اچھا سے ان پنچ بھوتوں کا پنچی کرن ہوت بھیا یعنے ایک ایک بھوت کے دو دو

۱؎ پنچی کرن سے مراد ہے کہ ایک ایک تت یعنے عنصر کے پانچ پانچ حصہ کر کے اُن کو آپس میں ملانا یہ تا کہ ایک ایک عنصر میں پانچ پانچ عنصر شامل ہو جاویں کہ جس سے کہ کاربار دنیا بخوبی چلنے لگا ۲؎ اپنچی کرن سے مراد ہے کہ جن کا اختلاط صورت مذکورہ بالا سے نہیں ہوا +

حصے ہوئے اُن حصوں میں سے ایک حصہ سالم اور دوسرے کے پھر چہار حصے ہوئے ایک
بھوت کے سالم حصہ میں اپنے خورد حصہ مِلا کر باقی چہار بھوتوں میں سے ایک ایک خورد
حصہ اُسکے ساتھ شامل ہوا اسیطرح ایک ایک بھوت میں پانچ پانچ بھوت مخلوط ہوئے
اسی کا نام پنچی کرن ہے ان پنچی کرن پنچ مہابھوتن سے سمشٹ و ویشٹ استھول
سرشٹ ہوئی اس پرکار جگت کا وستار ہوا ÷

سوال - اپنچی کرت پنچ مہابھوتوں کا کارج کیا ہے ÷

جواب - پنچ تن ماترا یعنے شبد سپرس روپ رس گندھ - چار انتہکرن
یعنے من - چت - بدھ - اہنکار - پنچ گیان اندری - سروت - نیتر - تُچا - رسنا.
ناسکا اور پران ÷

سوال - پنچی کرت پنچ مہابھوتوں کا کارج کیا ہے ÷

جواب - استھول دیہ جو وشیوں کے بھوگنے کا استھان ہے استھول اندری
جاگرت - سپن - سکھوپت - اوستھا ÷

سوال - دیہ کتنے قسم کا ہے ÷

جواب - دیہ تین قسم کے ہیں استھول - سوکھشم - کارن ÷

سوال - ان کی تشریح کس طرح ہے ÷

جواب۔ استھول سریر پچیس تتوں کر کے رچا ہوا ہے یعنی ایک ایک تت کی پانچ پانچ وستو ملی ہوئی ہیں۔ اکاس کی پانچ تت کام۔ کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ بھے پون کے پانچ تت دوڑنا۔ اچھلنا۔ پسرنا۔ سکوچنا۔ بلنا یعنے پھرنا۔ اگن کے پانچ تت بھوک۔ پیاس۔ نیند۔ آلس۔ کرانت۔ جل کے پانچ تت خون۔ منی۔ کف۔ پیشاب۔ پسینہ۔ پرتھوی کے پانچ تت استخوان۔ گوشت۔ چرم۔ ناری۔ روم یعنے بال۔ ان پچیس تتوں سے جو مرکب ہے اسکو استھول سریر کہتے ہیں۔ سوکھم سریر ستارہ تتوں سے رچیت ہے پانچ گیان اندری جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے اور پانچ کرم اندری۔ یعنے واک۔ ہاتھ۔ پاؤں۔ گدا۔ لنگ۔ پانچ پران یعنی پران۔ اپان۔ ویان۔ اودان۔ سمان۔ اور دو انتہکرن یعنے من۔ بدھ۔ ان ستارہ تتوں کے مجموعہ کو سوکھم سریر کہتے ہیں۔ اور تیسرا کارن سریر کیول اگیان روپ ہے ÷

سوال۔ آتما یہ تین سریر ہے یا ان سے جدا ہے اگر جدا ہے تو کون ہے

جواب۔ آتما یہ تین سریر نہیں کیونکہ جن اشیاء سے یہ تینوں سریر مرکب ہیں آتما ان سب کو جداگانہ جانتا ہے اور ان اشیاء میں سے کوئی چیز آتما کو نہیں جان سکتی۔ پس ثابت ہوا کہ سریر جڑ ہے اور آتما چیتن ہے۔ اسلئے آتما سریر سے جدا ست چت آنند روپ ہے

سوال۔ سریر کی کریا کون کرتا ہے اور کس طرح ہوتی ہے +

جواب۔ سریر کی کریا چار انتہکرن [انعال حواس باطنی] اور دس اندری [حواس ظاہری] کرتے ہیں اور چدابھاس[1] کے آسرے ہوتی ہے +

سوال۔ ان اندریوں کے کرموں کی تشریح کس طرح ہے +

جواب۔ مفصلہ ذیل طریقہ سے ہے +

۱	۲	۳	۴	۵	۶
قسم	اندرے	دیوتا	وشا	وشے جیسے سن [illegible]	کیفیت
	ادھیاتمک	ادیدیوگ	ادھ بھوتک		
انتہکرن	من	چندرمان	سنکلپ وکلپ	پانچ تتو کے ستوگن کے اکٹھے انش سے [illegible]	
	چت	وشن	چیتونا		
	بدھ	برھما	نسچہ کرنا		
	اہنکار	رودر	میں میری		
گیان اندر	شروت	دگپال	شبد	اکاس	ایک ایک تتو کے ستوگن سے ایک ایک گیان اندری کی اوتپتی ہوئی
	تچا	پون	سپرس	پون	
	نیتر	سورج	روپ	اگن	
	رسنا	ورن	رس	جل	
	ناسکا	اسنی کمار	گندھ	پرتھوی	
کرم اندر	واک	اگن	بولنا	اکاس	ایک ایک تتو کے رجوگن سے ایک ایک کرم اندری کی اوتپتی ہوئی
	ہست	اندر	لینا دینا	پون	
	پاؤں	اوپندر	چلنا	اگن	
	اوپستھ	پرجاپت	رت بھوگ	جل	
	گدم	جم	مل تیاگ	پرتھوی	

[1] چدابھاس دو الفاظ سے مرکب ہے چد بمعنی چیتن اور ابھاس بمعنی عکس یعنی انتہکرن میں جو چیتن کا عکس پڑتا ہے اسکو چدابھاس کہتے ہیں +

یہ چودہ ترپٹی یعنی اندرے و شئے دیوتا جن کی تفصیل ہو گئی ہی سرو (کل) کرموں (افعال) کو کرتی ہیں
آتما ان سے نیارا (جدا) ان کے جاننے والا اور روشن کرنیوالا ہے اسلئے کسی کام کا کرتا اور
کسی وشئے کا بھوگتا نہیں ہے اگیان سے آپ کو کرتا بھوگتا مانتا ہے اسلئے دُ سُو دکھ
سُکھ بھوگتا ہے ثابت ہوا کہ آتما تینوں سریروں سے رہت الگ رہے ہے ✦

سوال۔ اوستھا کتنی پرکار کی ہیں ✦

جواب۔ اوستھا چار ہیں جاگرت (بیداری) سُپن (خواب) سکھوپت (خواب گراں) تُریا (علم حق) ✦

سوال۔ ان کا سروپ کیا ہے ✦

جواب۔ جب مذکورہ بالا چودہ ترپٹی کرم کریں گے جاگرت اوستھا ہے اس کا
استھان (مکان) نیتروں (چشم) میں ہے اور اس کا ابھمانی وسو[۱] ہے جب سوکھم سریر جو ستارہ تتوں سے مرکب
ہے موجود ہو وہ سُپن اوستھا ہے جسکا استھان کنٹھ (گلو) ہے جسکا ابھمانی تیجس[۲] ہے اور جب
استھول (کثیف) اور سوکھم (لطیف) سماج (مجموعہ) اگیان (غفلت) میں لے (محو) ہو کر کیول (صرف) انند گھن (سرور محض) اوستھا (حالت) رہے وہ سکھوپت
اوستھا ہے اُس کا استھان ہردہ (دل) ہے جس کا ابھمانی پراگ[۳] ہے اور جب تمام واہمات
وخیالات اگیان کے دور ہو کر صرف گیان سروپ آتما رہے وہ تُریا ہے ✦

سوال۔ آتما یہ چار اوستھا ہے یا اِن سے جدا ہے اگر جدا ہے تو کس طرح ✦

---

۱ وسو نام جیو کا ہے جو حالت بیداری میں کام کرتا ہے ۲ تیجس معنے نورانی حالت خواب میں اُس روح کو اس نام سے کہتے ہیں۔
۳ پراگ نام روح کا ہے جو حالت خواب گراں میں ہوتا ہے ✦

جواب آتما تین اوستھا جاگرت سُپن سکھوپت جد ہے انادرشٹ یا اُس کی اوستھا ہے جاگرت اوستھا سُپن میں نہیں ہی بلکہ سُپنے کے آنے سے جاگرت گم ہو جاتی ہی اور سُپن اوستھا جاگرت میں نہیں ہی بلکہ جاگرت کے آنے سے سُپن گم ہو جاتی ہی اور سکھوپت میں یہ دونو نہیں ہیں اور نہ اِن دونو میں سکھوپت ہی بلکہ سکھوپت کے آنے سے یہ دونو گم ہو جاتی ہیں اور اِن دونو کے آنے سے سکھوپت ناس ہو جاتی ہی اسلیئے یہ تینوں متھیا ہیں اور آتما اِن تینوں حالات میں یکساں ہے کیونکہ اِن تینوں کی اوتپت اور ناس کو جانتا ہے اور پھر اُن کی تبدیل سے تبدیل نہیں پاتا ہے اسلیئے آتما ست ہے آتما کا ان تینوں اوستھا کے ساتھ کسی قسم کا سمبندھ نہیں ہی یہ اگیان سے رچت گیان کی کارج سریر کی اوستھا ہیں اور آتما اگیان سے رہت کیول گیان سروپ اِن سے نیارا کیول تریا روپ ہے تریا نام پرکاش کا ہے +

سوال جگت کو برہم سے کیا نسبت ہے +

جواب جس طرح وہم سے رسن میں مار آئینہ میں عکس صدف میں نُقرہ ساکھی میں خواب ہوتا ہے ویسے ہی برہم میں جگت مفروض بلکہ سراسر وہم ہے +

گل چہارم

اگرچہ موجودگی اجسام مثل موجودگی حباب ہے دم کا دم ہی تاہم جتنے دم رہنے غنیمت ہے

تمام رشتہ اِس جسم کا ہے جسم سے اوّل اور جسم کے بعد کا حال نہ آج تک کسی کو معلوم ہوا ہے
اور نہ ہے اور نہ ہوگا تمام اوصاف و عیوب و مدح و ذم و خوب و زشت اِس جسم کے ظہور
سے معلوم ہوتے ہیں ورنہ روح بصورت ہستی اپنی نمود اُسمیں کچھ نہیں ہو سکتا اور کاروبارِ دُنیا
بھی اس جسم پر منحصر ہیں غرضکہ جہان نام وجودگی جسم کا ہے جب جسم نہیں تو کیا
ہے کچھ بھی نہیں اس لئے جب تک ہنگامہ بدن بناہے اُسکو غنیمت سمجھکر اس سے فائدہ
اُٹھاوے ورنہ ایکروز اس نے مثل اوّل کے معدوم ہوکر نیست و نابود ہو جانا ہے
اِس میں کچھ شک نہیں ۔ اور پھر طرفہ یہ ہے کہ کوئی خاص وقت اِسکے فوت ہونیکے
لئے مقرر نہیں ہے ۔ گویا موت ہر وقت حاضر ہے صرف تجربہ سے لوگوں کو یقین ہو رہا ہے
کہ پیری میں وقت مرگ مقرر ہے لیکن یہ خبط اور خام خیال ہے دست تعدّی مرگ
کا ایسا دراز ہے کہ اُسنے طفل شیرخوارہ سے پیر عمر خوردہ تک سب کو احاطہ بازو میں لے رکھا
ہے ۔ جو آگے آیا اُسکو لقمہ کیا ۔ نہ طفل دیکھتا ہے نہ جوان دیکھتا ہے اور نہ پیر
دیکھتا ہے اور ایسا بیرحم اور یکساں نظر ہے کہ سب کو اپنی اپنی نوبت پر درجہ عدم
پہنچتا ہے دیوتا و رکھیشر و منیشر و اوتار و پیغمبر و اولیا و زورمند و بہادر و خوبصورت و
عابد و زاہد و عارف کسی کو نہیں چھوڑتا سب پر دست مرگ دراز ہے تمام اُسکے چنگ
میں مثل پشہ کے گرفتار ہیں اور تمام لوگ مرنے سے پہلے مرے ہوئے ہیں کوئی چار دن آگے

اور کوئی چار دن پیچھے آخر کار سب کو یہی حالت درپیش ہے جبتک بے نام و بے نشان ہو
تب تک اس کی تکمیل نہیں ہوتی پس وقت کی لحاظ سے کوئی جوان کوئی پیر کوئی زندہ کوئی
مردہ اور کوئی قریب المرگ معلوم ہو رہا ہے اگر وقت کی لحاظ یعنے تفاوت کو درمیان سے
اٹھا کر دیکھیں تو سارے لوگ مردہ ہیں کوئی زندہ ہی نہیں سارے ہی دریائے نیستی
کے امواج و حباب ہیں تمام ان کی رفتار گرداب نیستی کیطرف مائل ہیں اور آخر کار
دریائے نیستی میں مستغرق ہو کر معدوم ہو جاوینگے اسلئے مناسب ہے کہ ابتدا و انتہا
اپنی اصلیت کی سوچ کر بیخوف و بے فکر ہو رہے غفلت تو ہماری دایہ ہے کہ جس کی گود میں ہم لوگ
مثل اطفال پرورش پا رہے ہیں اور جو ہمارے ہاتھ پکڑ کر اپنی مرضی موافق
چاہ معدومی کیطرف لیجاتی ہے وہم کا گذرنا قدم کا بڑھنا ہے۔ ایسی حالت کو کوشش
کر کے اس سے برکنار رہنا اور کسی حالت میں ملول و شاداں نہونا گیان کہلاتا ہے جو
علم ان تمام حالات کو جانتا ہے اور بعد ان کی معدومی کے قائم بالذات رہتا ہے سو علم
پرماتما۔ برہم۔ نرانکار۔ نارائن۔ اللہ۔ خدا۔ گاڈ وغیرہ کے ناموں سے موسوم
ہے اُس کو اپنا آپ سمجھنا یقین کرنا دیکھنا ہونا بگیان کہلاتا ہے سوائے
اس علم کی جو حق و بیزوال اپنی ہستی میں ہست ہے اور کوئی شے ایک حالت پر قائم نہیں
رہتی اگرچہ اصلیت سے کوئی شے کالعدم نہیں ہوتی تو بھی تبدیل صورت ان اشیاء میں

اِسقدر ہوتی ہے کہ برابر نابودی کی ہوجاتی ہے اور عین علم جو ذات بحت ہے وہ ہمیشہ
ایک حالت عین علم میں مستقیم ہے اس میں تبدیل اور تغیر کو راہ نہیں اور سب کی اصل وہ خالص
ذات ہے تمام موجودات میں مثل جان مقیم ہے تمام علوم کا علم تمام اذکار کا ذکر تمام افکار
کا فکر تمام الفاظ سے اول دانائی کی دانائی۔ شنوائی کی شنوائی۔ گویائی کی گویائی
بویائی کی بویائی۔ بینائی کی بینائی سب سے اول اور سب سے آخر۔ کسی خاص جگہ
نہیں۔ محیط کُل شئے ہے۔ اُس کی جستجو میں کوئی سفر درپیش نہیں ہے صرف آپ
سے گذرنا اور اُس ذات سے واصل ہونا ہے اپنی ہستی سے قدم اٹھانا اور اُس
ذات میں قدم رکھنا ہے ہم سب لوگوں کی وہی ذات ہے بلکہ ہم سب عین
ذات ہیں اور ذات عین سب ہم ہیں۔ کچھ فرق درمیان نہیں صرف دانستگی
اور نادانستگی کا فرق ہے۔ رُستگاری اور گرفتاری بھی اسی کو کہتے ہیں۔ سوائے
اِسکے اور نہ کوئی رُستگاری ہے نہ گرفتاری ہے۔ خیالات کا مجموعہ صورت
جہان ہے اور جہان کوئی چیز نہیں انسان کے دل میں ہمیشہ سلسلہ خیالات جاری
رہتا ہے اِس واسطے اِس کا جہان فنا نہیں ہوتا۔ اگر اِس سلسلہ کو دانش
مذکورہ بالا سے توڑے تو جہان کا نشان بھی نہ ملیگا اور یہ نشان جو کچھ کہ اب بنا ہوا ہے
یا جو کچھ اِسنے آپ کو مانا ہوا ہے سو وہ بھی صرف اس کا اپنا خیال ہے۔ اپنے

خیال سے اپنی ہستی ونام وذات وفرقہ ورشتہ قایم کرکے آپ ہی اُسمیں گرفتار ہے
اگر اپنے خیال کو اُٹھا کر دیکھے تو یہ بھی کچھ نہیں پس اس خیال کو رفع کرنا ہی اور
ہے جب خیال کو خیال جانا اور پھر اسکو متلوّن سمجھا تب اس کی نسبت راست یقین
اور اسکے ہنگامہ سے دل کو لگاؤ نہ رہیگا صرف عین علم خیال سے برتر ہوگا جس میں نہ کچھ
کہنا ہے اور نہ سُننا ہے خود بخود قایم بالذات ہے +

گل پنجم

یہ مسئلہ کہ تمام امورات حکم ایزدی سے ہو رہے ہیں راست ہے لیکن میں پوچھتا ہوں
کہ کس جگہ ہو رہے ہیں اور کس واسطے ہو رہے ہیں اور جو کچھ نظر آرہا ہے کیا ہے اگر کہا جاوے
کہ جگت میں ہو رہے ہے تو اب جائے غور ہے کہ جگت کہاں ہے جگت ذات پرماتما میں قایم
ہے بلکہ عین پرماتما ہے جس طرح سمندر میں حباب ۔ اگر آپ کہیں کہ زمین و آفتاب و
ماہتاب و برہما و وشن و رودر معدوم ہو جاوینگے سوچنا چاہئے کہ کس میں معدوم ہو جاوینگے
یہی کہنا ہوگا کہ برہم میں لین ہو جاوینگے ۔ اب کہاں ہیں ۔ اب بھی برہم میں ہیں ۔
پس کیا ہوا برہم ہی برہم ہوا نہ کوئی زمین ہے نہ کوئی آفتاب اور نہ ماہتاب
صرف اسم سے تفاوت ہوگیا ہے کہ کئی لوگ جگت کہتے ہیں اور کتنی برہم ۔ در حقیقت

ایک شے کے یہ دو نام ہیں۔ جس طرح تخم اور درخت۔ پس ثابت ہوا کہ نہ کچھ پیدا ہوا ہے اور نہ فنا ہوتا ہے پرماتما ہی جگت روپ ہے۔ پرماتما کی بےعلمی سے اِسکو جگت کہتے ہیں اور اِس میں صدہا طرح کے نام اور صفات قایم کرکے دام دوئی پھیلا کر میں تول وہ۔ یہ وغیرہ جھگڑا کرتے ہیں اور جو کچھ ہو رہا ہے کچھ نہیں ہو رہا۔ کیونکہ آپ ہیں آپ قایم۔ خود تماشا کنندہ۔ خود تماشا۔ خود تماشا بینندہ ہے۔ مثل قول۔ فرد

چوں ناظر و منظور توئی غیر تو کس نیست
پس از چہ سبب گشت پدید ایں ہمہ غوغا

اور جو کچھ نظر آتا ہے وہ عین پرماتما ہے جگت یا دیگر کوئی شے ماننا عدم فہمید حقیقت سے ہے۔ جائے غور ہے کہ جب وہ ذات جسکو پرماتما یا خدا کہتے ہیں اور جس کو پیدا کنندہ و حاکم و مالک قرار دیتے ہیں وہ احد لاشریک ابتدا و انتہا سے فارغ ذات و نام سے پاک خصوصیت مکان و زمان و شے سے برتر۔ نہ کسی کا بیٹا۔ یکے و دوئی سے علیحدہ ہے اُسکو علت پیدا کنندہ کی معلول کرنا عدم فہمید علم اصلیت سے ہے صرف بوجہ نظر محدود انسان ہو کر آپ کو اور مثل اپنے دوسروں کو پیدا ہوتا اور مرتا دیکھتا ہی اگر اس نظر سے پرواز کرکے نظر بیحد سے دیکھے تو نہ کوئی مرتا ہے اور نہ پیدا ہوتا ہے۔ نہ کوئی حاکم دیکھتا ہی اور نہ محکوم جیسے حباب نظر حباب سے آپ کو اور دوسرے امواج حباب کو

ابھرتا اور فرو ہوتا۔ آتا و جاتا ہوا دیکھتا ہے لیکن نظر سمندر سوائے سمندر کی اور کچھ بھی نہیں دیکھتا۔ پس نظر کُل تمام تنازعہ دوئی کو فیصل کر کے حکم آرام رکھتی ہے اور نظر جزویت تمام شر و فساد کا بنیاد ہے اسلئے نظر جزویت کو ترک کر کے دائما نظر کل سے اپنے آپ کا نظارہ کرنا چاہئے سوائے اس حقیقت کے اور تمام تقلیدی بےسود خیالات ہیں۔ چاہئے غور ہو کہ اس جہان کی نسبت صدہا طرح کے مسائل ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ جہان برھما نے پیدا کیا ہے اور وہ برھما گُل نیلوفر سے جس کی بیخ ناف وشن سے نکلا ہے بعض کہتے ہیں کہ برھم کو جب خواہش ایک سے بہت ہونے کی ہوئی ہے اُسی وقت اول مایا پھر مایا سے اکاس۔ پون۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی پیدا ہوئی اور ان سے تمام مخلوقات ہوئی۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سنبھو من اور ست روپا کے اجتماع سے جنہوں نے مختلف تنوں کو اختیار کر کے اجتماع کیا جہان کی مخلوقات ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ پانچ تت نہیں ہو صرف تین تت سے جگت کی پیدائش ہے یعنے آتش۔ آب۔ زمین سے بعض کہتے ہیں کہ یہ ایسے چلا آتا ہے خود بخود ہے اسکے پیدا کرنے والا کوئی نہیں۔ پس کس کو راست اور کس کو دروغ سمجھا جاوے۔ اس سے ثابت ہے کہ جگت پیدا نہیں ہوا۔ اگر پیدا ہوا ہوتا تو کسی نہ کسی کی رائے آپس میں اتفاق کرتی۔ جب تمام لوگ مختلف الرائے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ سب کا مدعا اس جگت کے

ہیچ جتلوانے میں ہے نہ کہ اس کی اوتپتی ظاہر کرنے میں۔ اس لئے ورتی رائے کی طرف خیال نہیں کیا۔ جس طرح ہوا ہے اسکو نابود جانگر (پیدائش) دل سے بھلایا ہے نابود کہنے سے یہ سمجھیں کہ سب کا ناس ہو جاویگا صرف تبدیل صورت ہوتی ہے۔ کیونکہ جگت اصلیت میں کچھ چیز نہیں جگت صرف لفظ ہے اور سراسر باطل ہے اس لفظ کو اور اُس کے معنے کو جو نظر آوٹی ہے دل سے فراموش کرکے ایک (واحد)۔ ادوئیت (لاشریک)۔ نروکار (بے عیب)۔ پورن (ہمہ) برہم (محیط) دیکھنا اس کا نام پرم پد (درجہ اعلیٰ) اور مکت (نجات) ہے +

گل ششم

سوال۔ جہان کو مانند خواب اور خواب کو جو جھوٹا خیال کیا جاتا ہے یہ کیا سبب ہے کہ جس وقت انسان کسی عورت کو خواب میں ہم پہلو دیکھتا ہے تو منزل ہوتا ہے گویا اُس کا انزال ہونا حظ کے سوائے نہیں ہوتا اور جب اُسکو حظ آیا تو وہ خواب جھوٹا نہوا۔ سچا ہوا۔ اگر خیال کیا جاوے کہ اُس کو یقین ہو گیا کہ میں کسی عورت سے سویا ہوا ہوں تو پھر وہ خواب بھی نہ رہا۔ کیونکہ خواب میں کچھ چیز ہی نہیں ہوتی +

جواب۔ اول جہان کو سمجھنا چاہئے کہ جہان کس کو کہتے ہیں بعد اسکے یہ مسئلہ کہ جہان مثل خواب کے کس طرح جھوٹھا ہے۔ ثابت کیا جاویگا۔ جہان یعنی آسمان و کوہ

اشجار و جانوران وغیرہ کا نام نہیں بلکہ اِن تمام کے اسماء و صفات کے خیالات کا مجموعہ یا اپنا نام ولدیت قومیت ۔ دیگر اشیاء میں تعلّق ۔ خیال و شمن و دوست ۔ گناہ و صواب رنج و راحت علےٰ ہٰذالقیاس خیالات کا مجموعہ جہان کہلاتا ہے ۔ اور یہ خیالات خیال خود شناسی و معرفت کردگار سے معدوم ہوجاتے ہیں یعنے مجموعہ خیالات جو جہان کے نام سے مشہور ہے مثل خواب کے خیالات توحید کی نمایاں ہونے پر جو مثل بیداری کے ہیں دور ہوجاتا ہے ۔ اسلئے جہان کو مثل خواب کے منسوب کیا ۔ اور خواب کی راستی کی نسبت جو اعتراض ہے اُسکے رفع کرنے میں اول خواب کی اصلیّت دکھلائی جاتی ہے چار حالات کُل وہی روح پر وارد ہوتے ہیں ۔ اوّل جاگرت یعنے ناسوت یا بیداری دوم سُپن یعنے ملکوت یا خواب ۔ سوم سکھوپت یعنے جبروت یا خواب گراں ۔ چہارم تُریا یعنے لاہوت یا عالم ذات ۔ جب خیال یعنے مَن کی برتی آنکھوں میں قایم ہوتی ہے حالت ناسوت ہوتی ہے جب خیال وہاں سے نزول پاکر گلو میں قایم ہوتا ہے حالت ملکوت یعنے خواب ہوتا ہے ۔ اور جب دل میں قایم ہوکر غفلت میں محو ہوتا ہے اُس وقت جبروت ہوتا ہے اور جب گیان میں قایم ہوکر تعلّق جسمانی سے پاک ہو عین ذات حق ہوتا ہے وہ لاہوت یعنے تُریا ہے ۔ پس ثابت ہوا کہ یہ چار حالات صرف منازل انتقال خیال ہیں اور اِن کی ہستی سوائے خیال کے اور کچھ نہیں یعنے جب

خیال آنکھوں میں مقیم ہو کر صورت بیداری میں جہان کو دیکھتا ہے اُس وقت خواب اور خواب گران دونوں نہیں ہوتے جب خیال گلو میں مقیم ہو کر صورت خواب میں جہان کو دیکھتا ہے اُس وقت بیداری اور خواب گران نہیں ہوتے جب خیال دل میں مقیم ہو کر صورت غفلت میں اپنی ہستی سے بیخبر ہوتا ہے اُس وقت بیداری اور خواب دونوں نہیں ہوتے اور جب خیال گیان میں مقیم ہو کر صورت معرفت میں ذات حق کو پہچانتا ہے اُس وقت بیداری خواب و خواب گران تینوں نہیں ہوتے پس لاہوت کی نسبت سے دیگر تینوں حالات باطل ہیں کیونکہ یہ حالات ایک دوسرے کی مخالفت سے ہمیشہ قائم نہیں رہتے اور لاہوت تمام حالات کے وجود اور عدم میں یکساں ہے اسلئے صرف لاہوت راست اور حق ہے اور باقی تین حالات باطل و مفروض ہیں۔ جہان صرف تین حالات کا نام ہے یہ تین حالات حالت چہارم کے مقابل مثل خواب کے ہیں اِس لئے جہان مثل خواب کے باطل کہا جاتا ہے اور حالات مذکورہ بالا تین حالات یعنی جاگرت سُپن سکھوپت ہر انسان پر وارد ہوتے ہیں اور حالت چہارم یعنے تُریا صرف عارف کی ہوتی ہے۔ پس ثابت ہوا کہ صرف عارف بیدار ہے اور تمام لوگ خواب میں ہیں۔ اور درباب انزال منی بحالت خواب جو پوچھا ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ خواب دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک لطیف دوم کثیف لطیف وہ ہے کہ جس میں صرف حواس لطیف کام کریں

اور کثیف کو بالکل دخل نہو۔ اور کثیف وہ ہے کہ جس میں لطافت سے اخراج پاکر حواس کثیف
بھی کارروائی کریں یعنے آثار خواب بیداری میں ظاہر ہوں مثلاً منی کا نازل ہونا۔
مونہہ سے بولنا۔ چارپائی سے اُٹھ کر کسی طرف چلا جانا۔ دانتوں کو ملاکر آواز کرنا۔ خوف زدہ
ہوکر ہائے ہائے کرنا۔ خوشی میں آکر خنداں ہونا۔ غم میں مبتلا ہوکر رونا وغیرہ اِن
افعال سے جو جسم کثیف کے اعضا سے ہوتے ہیں۔ یا حالت بیداری میں جن کا آثار
نمایاں ہوتا ہے حالت خواب کی راستی ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ اوپر بیان ہوچکا ہے
کہ یہ تینوں حالات صرف خیال کی منازل ہیں اس لئے یہ تین اجسام یعنے جسم کثیف
جو بیداری میں کام کرتا ہے اور جسم لطیف جو خواب میں کام کرتا ہے اور جسم غفلت جو
سکھوپت میں ہوتا ہے۔ خیال ہی سے مرتکب مختلف افعال ہوتے ہیں یعنے یہ اجسام
اس کے آشیانہ ہیں اور حواس ظاہری و باطنی اسکے آلات ہیں جہاں جس سے چاہے کام
لیوے۔ کیونکہ خواب اور بیداری برائے نام ہیں اصل میں صرف خیال ہی ہے۔ اور تم جو
انزال منی سے خواب کو سچا قرار دیتے ہو تو شاید تم اس حالت کو جسمیں تم بیٹھے ہو راست
سمجھ کر اس کی نسبت سے خواب کو جھوٹا مانتے ہو ایسے نہیں یہ تمہاری حالت کہ جس میں تم
کھاتے پیتے چلتے پھرتے بیٹھتے سنتے عورت سے جماع ہوتے لڑکا پیدا کرتے ہو یہ بھی سراسر
خیال کی تائید اور وہم کی تقلید مثل خواب کے ہے تمہاری ذات اِن تمام حالات سے مبرا اور تمام

افعال سے مُبرّا عین علم ہے اور تمہاری حالت تُریا ہے کہ جسکے مقابل یہ راست اور باطل دونو باطل ہیں اور جو لکھا ہے کہ حالت خواب میں یقین ہی ہے نہ اور کوئی چیز ہوتی ہے سو غلط ہے۔ کیونکہ حالت خواب میں سترہ چیزوں سے ایک جسم لطیف کام کرتا ہے وہ انتہکرن ہے۔ بدّھ۔ پانچ گیان اندرے۔ گوش لمس زبان چشم بینی۔ اور پانچ کرم اندرے۔ ہاتھ۔ پائے۔ گویائی۔ گودا۔ لنگ۔ اور پانچ پران۔ پران۔ اپان۔ اودان۔ ویان۔ سمان۔ سوان سترہ چیزوں میں بدھ جس کا فعل یقین ہے شامل ہے۔ اور بیداری میں خواب باطل ہے۔ اور حالت خواب میں بیداری باطل ہے اور معرفت میں یہ دونو حالات مثل خواب کے باطل ہیں اور جہان ان دونو حالتوں کا نام ہے۔ پس ثابت ہوا کہ جہان جو مجموعہ خیالات ہے مثل خواب کے جھوٹا ہے مناسب ہے کہ اب اس شک کو دور کر کے جہان کو مثل خواب کے دیکھو اور اس کی لذات و سامان سے دامن کش رہو۔

ابیات

برآب حیاتی تو جہان ہمچو حبابیست | او نیز اگر آب رود از سرش آبیست
حرفے است جہان از ورق دفتر علمت | ہر چند کہ او خود بسر خویش کتابیست
از تشنگی آنرا کہ تو پندا شتۂ آب | در بادیہ از دور کہ آب است سرابیست
بیدار شو از خواب کہ این جملہ خیالات | اندر نظر دیدۂ بیدار چو خوابیست

از جانب ادنیست حجابے حقیقت
از جانب ما شد اگر زانکہ حجابیست

چمن سوم درباب خداشناسی و خود شناسی

حق جان جہان است جہاں جملہ بدن
اقسام ملائکہ حواس این تن

اجرام و عناصر و موالید اعضا
توحید ہمیں است دگر حیلہ و فن

گُل اوّل

سوال ۔ خدا کیا ہے۔ اُس کی شناخت اور معرفت کس طرح ہو سکتی ہے؟

جواب ۔ وہ ذات جو سب سے اول اور سب سے آخر قائم ہے۔ اور جو عین ہستی و علم و سرور واحد لاشریک محیط کُل عالم۔ قائم بذات خود۔ احاطۂ فکر و قیاس و عقل و خیال سے بعید واجب الوجود۔ اسم و صفت سے مبرا صرف مفہوم محسوسیت جو اس سے برتر۔ کثافت سے پاک ہے اُس ذات کو براد ہدایت طالبان علمائے قدیم نے اسم خدا و اللہ و وہاب و واجب الوجود۔ پروردگار۔ کردگار وغیرہ سے موسوم کیا ورنہ وہ ذات جو تمام ظہورہ سے اول اور تمام ظہورہ کی اصل ہو۔ اُس کی صفت اُسکی

پیدائش سے ہوئی اس طرح محال ہے کہ جس طرح بیٹے کو اپنے باپ کی پیدائش کا وقت
یا اُسکے لڑکپن کا حال دریافت کرنا محال ہے۔ پھر وہ ذات مالامال صفات اپنی وحدت سے
سرکشیدہ ہو۔ بازار کثرت کو آراستہ کر۔ گوناگون صورتوں میں آ۔ اپنے جلوہ کو اپنے تماشا کے
لئے ظاہر کرنے لگی۔ اور جس میں بندہ ہو بندگی میں شاغل ہوئی۔ اور خدا ہو کر اپنی عبادت
کا معاوضہ دینے کے واسطے مدارج منازل مقرر کئے۔ پس ظاہر ہے کہ جو ذات تمام علوم
وخیالات وافکار و معقولات کی شاہد وسہ حالات یعنے ناسوت۔ ملکوت۔ جبروت
کی انندہ وروشن کنندہ یادگاری وفراموشی کی عالم بینائی بینائی ہا شنوائی شنوائی ہا۔
گویائی گویائی ہا۔ بویائی بویائی ہا۔ خیال خیالات۔ فکر تفکرات عقل معقولات علم
علمہا۔ وتمام اعداد سے اول بلکہ نقطہ مفہوم کا بھی جس سے ابتدا ہے۔ وہ ذات خدا ہے
اُس کی معرفت صرف خیالات مذکورہ بالا کو دلنشین کرنے سے ہو سکتی ہے یا
بہ تفصیل ذیل۔ اوّل فکر کرے کہ اسباب ظاہری باطنی میں راست کیا ہے۔ اور باطل
کیا ہے۔ اِس فکر کو اِس سلسلہ سے شروع کرے۔ کہ جسم جو باعث تماشائے جہان ہے
اُس کی ابتدا وانتہا کیا ہے۔ جسم عناصر سے بنا ہے۔ اور پھر معدوم ہو جاتا ہے۔ اِسیطرح
حواس عشرہ بھی فنا پذیر ہیں۔ اور جسم لطیف حالت خواب میں کام دیتا ہے وہ بھی فانی ہے
عقل وفکر وقیاس وغیرہ بھی اپنی حالت پر قائم نہیں رہتے۔ اور تمام ارکان جہان

مثلاً ہوا۔ آب۔ آتش رخاک۔ وچاند سرما۔ گرما صحت و بیماری پیدائش و
موت تغیر پذیر ہونے سے فانی ثابت ہوتے ہیں۔ چونکہ فانی چیز بغیر امداد باقی شے
کے کسی عرصہ کے لئے اپنی ہستی میں قائم نہیں رہ سکتی۔ اس لئے ثابت ہوتا ہے
کہ کوئی ذات باقی ہست حقیقی اس خیالی اسباب سے برتر ہے۔ کہ جسکے ذریعہ یہ تمام
تو وہ طوفان برپا ہوا ہے جسمیں ہے۔ اور جس میں زائل ہو جائیگا۔ وہ ذات خدا ہے
پھر کیسی ہے۔ کہ باوجود اپنی لطافت اور تنزیہ کے صورت کثافت و تشبیہ میں
آکر واحد سے کثیر و باقی سے فانی ہو۔ ظاہر ہونے لگی۔ تو بھی اپنی ہستی و اصلیت
میں سر مو ئے تبدیل نہیں پائی۔ اس لئے اب بھی موجودگی بوقلموں اشیائے و نیرنگی
صفات میں وہی ذات فارغ از اسماء و صفات عیاں ہے۔ جس طرح کہ موجودگی و
معدومی امواج و حباب میں پانی یکساں ہے۔ اسیطرح موجودگی تشبیہ و تنزیہ میں
ایک ذات عین علم ہے۔ اپنی ہستی میں قائم خود بخود روشن ہے۔ کیسی ذات ہے
کہ جس کا نہ اوّل ہے۔ نہ آخر ہے۔ نہ باپ ہے نہ بیٹا ہے نہ آمد ہے نہ رفت
ہے۔ نہ اسم ہے نہ صفت ہے نہ دشمن ہے نہ دوست ہے۔ نہ پیدا ہوئی ہے نہ پیدا
کرتی ہے یکساں آپ میں آپ ہے۔ اور پھر کیسی ہے۔ اول بھی وہی آخر بھی وہی باپ
وہی بیٹا وہی۔ اسم وہی صفت وہی۔ دشمن وہی۔ دوست وہی پیدا ہونے والا بھی

پیدا کرنے والا وہی۔ اور تمام تعینات و تشبیہات میں عیاں جزو سے کُل۔ و کُل
سے جزو۔ کہیں میں۔ کہیں تو۔ کہیں وہ۔ کہیں یہ۔ کہیں بندہ۔ کہیں خدا کہیں
داتا۔ کہیں بھکھیاری۔ کہیں دریائے رواں۔ کہیں کوہ گراں۔ کہیں خشک۔ کہیں تر۔
کہیں مادہ۔ کہیں نر۔ کہیں نرم۔ کہیں درُشت۔ کہیں خوب۔ کہیں زشت
ہو رہی ہے۔ اِس طرح اس ذات کو دیکھنا سمجھنا تصوّر کرنا۔ اور یقین کرنا معرفت
حق ہے۔ اور پھر یہ جاننا کہ میں نہ جسم ہوں نہ میرا جسم ہے۔ کیونکہ میں جسم کے
تمام حالات کا شاہد ہوں۔ اور جسم مجھ کو نہیں جان سکتا۔ اور اسیطرح نہ میں حواس ہوں
نہ میرے حواس ہیں۔ اور نہ میں عقل ہوں اور نہ میری عقل ہے۔ نہ میں فکر ہوں نہ
میرا فکر ہے۔ نہ میں خیال ہوں نہ میرا خیال ہے۔ کیونکہ یہ تمام اربعہ عناصر کے
جزو ہیں۔ میں اِن تمام کو جانتا اور روشن کرتا ہوں۔ اِن میں سے کوئی مجھ کو نہیں
جان سکتا۔ اور اسیطرح حالت ناسوت میں نہیں۔ اور نہ مجھ میں حالت ناسوت
ہے۔ کیونکہ یہ حالت ملکوت کے وارد ہونے سے فنا ہو جاتی ہے۔ اور میں یکساں
رہتا ہوں۔ اسیطرح حالت ملکوت بھی میں نہیں ہوں۔ اور نہ مجھ میں حالت ملکوت
ہے۔ کیونکہ یہ حالت جبروت کے آنے سے محو ہو جاتی ہے۔ اور میں یکساں رہتا
ہوں۔ اور حالت جبروت میں نہیں ہوں۔ اور نہ مجھ میں حالت جبروت ہے۔ کیونکہ

یہ حالت پھر ناسوت کے آنے سے گم ہو جاتی ہے۔ اور میں کابر رہتا ہوں پس ثابت
ہے۔ کہ یہ تین حالتیں بار بار پیدا اور فنا ہونے سے باطل ہیں۔ اور میں ان سے الگ
یکساں عین علم و حق ہوں اسیطرح نام و ذات و فرقہ سے بھی میں فارغ ہوں۔ کیونکہ
یہ تمام امور فرضی ہیں۔ اور میں ان تمام امور کو بخوبی جانتا ہوں۔ اس لئے میں تمام
تعینات کا شاہد اور دانندہ ہوں۔ اور کسی قسم کا تعلق میری ذات میں دخل نہیں
پا سکتا۔ روح کا نام جو مجھ کو علماء نے دیا ہے وہ بھی صرف تعلق جسمانی کیوجہ سے
ہے۔ ورنہ میں یکساں بصورت عین ہستی علم سرور ہوں۔ اس صورت سے آپ کو
پہچاننا خود شناسی ہے۔ اور پھر دیکھنا کہ جو اوصاف اس روح کے ہیں وہی اوصاف
حق کے ہیں۔ اسلئے روح حق ہے۔ اور حق روح ہے ثابت ہوا کہ میں یعنے روح
جس کی صفت اوپر بیان ہو چکی ہے ذات حق ہوں۔ اُس ذات مطلق میں باعث
کُلیت و جزویت تمیز خدا و روح کی ہوئی ہے یعنے کہ جو ذات کُل جہان کی روشن
کنندہ و کارندہ ہے۔ اُس کو خدا کہتے ہیں۔ اور جو اس جسم کی روشن کنندہ و کارندہ
ہے۔ اُس کو روح کہتے ہیں پس علت کل یعنے جہان سے وہ ذات درجہ خدا
و علت جزو یعنے جسم سے درجہ روح پر پہنچی۔ مگر اصل میں اپنی ہستی میں یکساں
بے تبدیل بے نام و بے صفت ہے چاہئے کہ دو کے مٹنے سے روح اور خدا صرف ذات ہی

ذات رہتے ہیں بلکہ ان اسماء کی کبھی سمائی نہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ ان علتوں کو دور کرکے روح اور خدا کو ایک ذات یقین کرے۔ کیونکہ دانہ اور خرمن کہنے میں صرف دو ہیں۔ ورنہ ذات دونوں کی ایک ہے۔ اسیطرح روح اور خدا کو سمجھ کر تمام واہمات دوئی و تعینات اِسم و صفت و خیالات چون و چرا کو دل سے دور کرکے شراب وحدت سے سرمست قائیم بذات خود رہنا چاہئے۔ اس کا نام معرفت ہے +

گُل دوم

سوال۔ جس کو برہم۔ پرماتما۔ ایشور۔ پرمیشر۔ بھگوان۔ ایک اونکار۔ اور نرنکار کہتے ہیں۔ اُس کا کیا روپ ہے۔ اور کیا شکل ہے۔ کہ اُسکو اسیطرح سمرن کیا جاوے اور اپنے دل میں دھارن کیا جاوے +

جواب۔ وہ ذات جو سب کے اول اور سب کے آخر ہے۔ اور جو تمام الفاظ سے اول ایک نقطۂ مفہوم سے بھی اول سدھ ہے۔ اُس ذات کو رکھیشروں نے اُپدیش کے واسطے برہم پرماتما وغیرہ اسماء سے موسوم کیا ہے۔ ورنہ وہ تمام اسماء سے مُبرا ہے بلکہ جس کے آسرے یہ تمام نام سدھ ہوتے ہیں۔ اور جو ان تمام اسماء کے معنے کو جانتی ہے۔ وہ اصل ہے اُسکا سروپ گیان ہے۔ جاگرت کی انت اور سُپن کی آد یعنے بیداری جب ختم ہوئی اور خواب ابھی

شروع نہیں ہوا۔ اُس وقت جو حالت ہے وہ پرماتما ہے وہ حالت تمام خیالات اندرونی
وبیرونی سے پاک خواب وبیداری سے برتر بلکہ دونو کی شاہد عین علم ہوتی ہے اُس
حالت کو اپنا آپ جان کر قائم ہونا یہ اصل سمرن ہے۔ ست اور است کے مدہ یعنے
درمیان جو علم ہے۔ وہ پرماتما ہے۔ ہے اور نہیں کے درمیان جو علم ہے وہ
پرماتما ہے۔ مَن۔ چیت۔ بُدہ۔ اہنکار کا جو شاہد ہے۔ وہ پرماتما ہے۔ یادگاری
اور فراموشی کا جو داننده ہے۔ اور اِن دونو کے درمیان قائم ہے وہ ذات
پرماتما ہے۔ اُس کا سروپ سوائے گیان کے اور کچھ نہیں جس قدر اشکال اور
رنگ اور روپ ہیں۔ یہ تمام فانی ہیں بیداری میں صورت کثیف میں نمایاں
ہوتے ہیں۔ اور حالت خواب میں صورت لطیف میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سکھوپت
یعنے خواب گراں میں دونو صورتیں معدوم ہوکر بالکل بے خبری رہ جاتی ہے۔ سو
اشکال اور رنگوں کا حال تو یہ ہے۔ پس اِن تینوں حالتوں کا جو جاننے والا اور
باقی ہے۔ جس میں کسی قسم کا تغیر وتبدل نہیں آتا۔ وہ ذات پرماتما ہے۔ اُس ذات
کو بُدہ کے نیتروں یعنے چشمان یقین سے دیکھا جاتا ہے۔ سو دیکھنا اُس کا یہ ہے کہ
تقریر مذکورہ بالا کو بخوبی سمجھ کر متفرق حالات میں یکساں ہوکر آرام قائم ہونا اور مَن کو اُس
حالت میں جمعیت آرام اور شانت روپ ہے قائم کرنا۔ اور الفاظ مذکورہ بالا کے معنے جداگانہ حسب ذیل ہیں +

(۱) جو ذات کُل اشیاء میں محیط یعنے پورن ہے۔ اندر و باہر۔ زیر و بالا۔ راست و چپ بلا فرق و دخل غیریت پورن و قایم موجود ہے۔ اُس کو برہم کہتے ہیں +

(۲) سب سریروں میں جو قایم ہو کر اندریوں کو پرکاشتا اور طاقت دیتا ہے وہ آتما کہلاتا ہے +

(۳) جب آتما سریر سے رہت ہوتا ہے۔ وہ پرماتما ہے +

(۴) جب مایا کے ساتھ ملکر اپنی خواہش سے جگت کو رچتا ہے۔ اور رچ کر پالتا ہے اور ناس کرتا ہے تب ایشور کے نام سے نامزد ہوتا ہے +

(۵) تمام علتوں سے فارغ ایشوروں کا ایشور پرمیشر کہلاتا ہے +

(۶) جو سب گنوں کا آسرے اور سب کرموں کو پھل دینے والا ہے اُسکو بھگوان کہتے ہیں +

(۷) جو ہمیشہ ایک حالت پر رہے اور کبھی لغزش نہ پاوے وہ ایکا وبکار کہلاتا ہے +

(۸) جو اکار اور روپ رنگ سے پاک کیول گیان سروپ ہے۔ وہ نرنکار ہے +

پس ثابت ہوا۔ کہ ایک ذات کے اسقدر اسماء ہیں۔ اور وہ ذات سب کا آتما ہے صرف اگیان سے وہ نظر نہیں آتی۔ سو گیان کا حاصل کرنا اُس کا سب سے اُتم سِمرن و دھارن ہے۔ سوائے خود شناسی کے اُس ذات میں کماحقہ قیام نہیں ہوتا جبکہ مَن ابھی نہیں اُٹھا اُس وقت جو حالت آرام کی ہے وہ ذات جو ...

جب خیال اٹھ کر بند ہو گیا ہے بعد اُسکے جو حالت ہے وہ ذات برحق ہے۔ جب خیال اُٹھا ہے۔ اور ایک جگہ سے دوسری جگہ گیا ہے۔ اور پھر آگر گم ہو گیا ہے۔ اِن تمام حالات کی دانندہ اور شاہد جو ذات ہے وہ ذات پرماتما ہے جو کہ خود بخود روشن تاریکی و روشنی کا روشن کنندہ عین علم محض و دانائی ہے۔ وہ دانائی کہ دانائی سے برتر ہے۔ وہ ذات پرماتما ہے۔ سورج میں پرکاش روپ وہی ہے۔ اگن میں گرمی وہی ہے۔ پون میں حرکت وہی ہے۔ آکاش میں خلا وہی ہے۔ جڑ میں جڑ۔ چیتن میں چیتن۔ کال میں کال۔ وست میں وست۔ غرض سب روپ وہی ہے۔ تین پھولوں سے اُس کا پوجن ہوتا ہے۔ بودھ۔ سمینک۔ شم ٭

بودھ۔ آتما کو بتقریر مذکورہ بالا کے موافق جاننا اور یقین کرنا ٭

سمینک۔ اُس کو سرب ویاپی جانکر سب طرف اُسکو دیکھنا ٭

شم۔ من کو تمام اطراف سے روک کر اُس میں قایم کرنا ٭

اِن تین پھولوں سے پرماتما کا سمرن ہوتا ہے۔ اور اگر من صرف اِس طرح نرگن سروپ میں قایم نہو سکے۔ تو اونکار کا اوچارن کرے۔ سب طرف سے من کو ہٹا کر اونکار میں مگن کرے۔ جب اونکار میں مگن ہو جاوے۔ اُس وقت اونکار کی ارتھ وچار کرے ٭

گل سوم

سوال۔ شدھ چیتن وکھے جیو ایشور کی کلپنا کیونکر ہوئی اور کس طرح دور ہووے*

جواب۔ شدھ برہم کا پرکرت کے ساتھ کلپت (مفروض) تادآتم سنبندھ ہے۔ یعنے بھید (بھید) رہت سنبندھ ہے۔ اور وہ پرکرت مایا اور اودیا کی باعث دو حصوں میں منقسم ہوئی پرکرت نام اعتدال تین گن کا ہے۔ شدھ ستوگن مایا کہی جاوے ہے۔ اور ملن ستوگن اودیا ہے۔ شدھ ستوگن مایا وکھے جو برہم کا پرتبنب (عکس) اور ادھشٹان برہم (اصل) اور مایا تینوں ملکر ایشور کہلاتے ہیں۔ چونکہ ایشور کی اوپادھ یعنی علت مایا ویاپک (محیط) ہے ایک ہے اور شدھ (خالص) ہے۔ اسلئے ایشور بھی ویاپک ہے۔ ایک ہے۔ سروگیہ ہے نت (مدام) مکت (رستگار) انتر جامی (دل کی جاننے والا) ہے۔ اور ملن ستوگن اودیا وکھے جو چیتن کا پرتبنب اور ادھشٹان کوٹستھ اور اودیا تینوں ملکر جیو کہلاتے ہیں۔ چونکہ جیو کی اوپادھ اودیا پرچھن اور نانا (کثیر) ہے۔ اور ملن (ناقص) ہے۔ اسلئے جیو بھی پرچھن ہے۔ نانا ہے۔ اور الپگیہ ہے۔ بندھ (گرفتار) ہے دین (عاجز) غیرہ ہے۔ ان دونوں اوپادہ سے ایک چیتن (ذات) جیو اور ایشور کے نام سے موسوم ہوکر دو ہوا ہے۔ اگر ان

---

[1] ذات مطلق + [2] میں + [3] علت بالعرض + [4] تعلق یکجہتی یعنے بلا مخالفت موافقت + [5] صفت خالص + [6] صفت ناقص + [7] ہمہ داں + [8] وہ ذات جو حواس باطنی کی شاہد اور مثل اہرن آہنگر کے قائم بالذات ہے + [9] محدود + [10] جزو دان +
[11] نوٹ۔ مایا علم کے معنے دیتی ہے۔ اور اودیا جہالت کے معنے دیتی ہے +

دو تو او پادہ کو جو کلپت ہیں دور کیا جاوے۔ تو باقی ایک اُدوتی چیتن سدہ ہے +

گل چہارم

سوال۔ گیان[1] کیا ہے؟

جواب۔ آپ کو یتھارتھ[2] جانّا۔ کہ میں تین سریر[3] استھول۔ سوکھم کارن اور تین اوستھا۔ جاگرت سپن سکھوپت۔ اور پانچ کوش سے اتیت ہوں۔ اسی کا نام گیان ہے +

سوال۔ تین سریر اور تین اوستھا اور پانچ کوش کی تشریح کس طرح ہے +

جواب۔ تین[3] اوستھا اور تین سریر کی آگے تشریح ہو چکی ہے۔ اور پانچ کوش کی تشریح اب کیجاتی ہے۔ کوش نام تلوار کو میان یا بھنڈار[4] کے رکھنے کا استھان یا کوش کار[5] کا آشیانہ ہے۔ سو کوش پانچ ہیں۔ ان[6] مئے کوش۔ پران[7] مئے کوش۔ منو[8] مئے کوش۔ بگیان[9] مئے کوش۔ انند[10] مئے کوش +

سوال۔ ان مئے کوش کیا ہے +

جواب۔ ماتا اور پتا کے بیرج اور رج سے اُن دیہہ سریر کی اُتپتی[11] اور سپھر

---

1 علم حقیقی ۲ تحقیق کرکے درست جاننا ۳ دیکھو گل سوم چمن دوم درباب پیدائش دنیا کے جہان ۴ ایک قسم کا کیڑا ہوتا ہے۔ ۵ بھوہ یا میان خاکی ۶ پردہ ہوائی۔ ۷ پردہ خیالی ۸ پردہ دانش ۹ پردہ سرور ۱۰ پیدائش +

ان سے پالن اور پھر ان روپ پرتھوی وکھے لینا ایسا جو ستھول سریر ہے سو ان مئے
کوش ہے ۔

سوال۔ ان مئے کوش کیسا ہے ۔

جواب۔ دکھ اور سکھ اور وشے[2] بھوگ کا استھان ہے اور جنم مرن کا پاتر ہے۔

سوال۔ ان مئے کوش سے میں کس طرح نیارا ہوں ۔

جواب۔ یہ سریر پرتھم بھی میں تھا۔ اسکے ہوتے بھی اسکے دکھ سکھ کو جانتا ہوں۔ اور اسکے ناس کے بعد بھی میں باقی ہوں۔ اسلیئے میں ان مئے کوش نہیں پس نیارا ہوں ۔

سوال۔ پران مئے کوش کیا ہے ۔

جواب۔ پانچ کرم اندرے اور پانچ پران پران مئے کوش کہلاتے ہیں ۔

سوال۔ پانچ کرم اندرے اور پانچ پران کیا ہے ۔

جواب۔ پانچ کرم اندرے کے نام وشے اور دیوتا کی آگے تشریح ہو چکی ہے (دیکھو جدول مندرجہ گل سوم چمن دوم) اور پانچ پران[3] کی بھی تفصیل آچکی ہے لیکن ان کے کرم اور استھان اس جگہ لکھے جاتے ہیں ۔

---

۱ گم شدگی ۲ لذات حواس ۔ ۳ دیکھو جدول مندرجہ گل سوم چمن دوم در باب پیدائش دنیائے جہان ۔

پران ۔ سواس کا آنا اور جانا اِس کا کرم ہے۔ اور ہردہ استھان ہے +

اپان ۔ مل موتر کا تیاگ اِس کا کرم ہے۔ اور گُدا استھان ہے +

اودان ۔ سُپن کا دیکھنا اور ہچکی وغیرہ کا آنا اِس کا کرم ہے۔ اور کنٹھ استھان ہے

سمان ۔ کھائے پیئے ہوئے اَن اور جل کا پچانا اور اپنی اپنی ناڑیوں میں پہنچانا اس کا کرم ہے۔ اور ناف اِس کا استھان ہے +

ویان ۔ سروانگوں کا پھیرنا اس کا کرم ہے۔ اور سروانگ اِسکے استھان ہیں

سوال ۔ پران مئے کوش سے میں کس طرح جدا ہوں +

جواب ۔ خواب کی حالت میں پران آتے جاتے ہیں۔ اگر کوئی چور گھر لوٹنے کو آوے۔ تو اُس کو نہیں روکتے۔ یا اگر کوئی رشتہ دار آوے۔ تو اُس کا قدر تواضع نہیں کرتے۔ اس لئے ثابت ہوا کہ یہ جڑ ہیں۔ اور میں چیتن ہوں۔ یہ بناسی ہیں اور میں ابناسی ہوں۔ اسلئے میں پران مئے کوش نہیں ہوں۔ اس سے جدا ہوں +

سوال ۔ منو مئے کوش کیا ہے +

جواب ۔ مَن اور پانچ گیان اندریے ملکر منو مئے کوش کہلاتے ہیں +

سوال ۔ مَن اور گیان اندریے کیا ہیں +

جواب۔ گیان اندرے کی تشریح آگے ہو گئی ہے (دیکھو جدول مندرجہ کل سوم
چمن دوم)، باقی من کا سروپ یہ ہے۔ دیہ میں قائم ہو کر دیہ میں اہنکار یعنے
(میں) اور دیگر پدارتھوں میں ممتا یعنے میرا میری کرنے والا اندریوں کو وشیوں
کیطرف پریرنے[۱] والا سنکلپ[۲] وکلپ[۳] وہرماکرن[۴] روپ من ہے +

سوال۔ منومئے کوش سے میں کس طرح جدا ہوں +

جواب۔ کام اور کرودھ (شہوت، غصہ) وغیرہ خیالات من و کے رہتے ہیں۔ اس لئے من
وکاری[۶] ہے۔ اور میں نروکار (بے عیب) ہوں من سنکلپ وکلپ کرتا ہے میں نروکلپ (بے خیال)
ہوں۔ اسلئے میں منومئے کوش نہیں ہوں بلکہ اس سے نیارا ہوں +

سوال۔ وگیان مئے کوش کیا ہے +

جواب۔ بدھ اور پانچ گیان اندرے ملکر وگیان مئے کوش کہلاتے ہیں +

سوال۔ بدھ اور گیان اندرے کیا ہیں +

جواب۔ گیان اندرے کا ذکر ہو چکا ہے اور بدھ اُس کو کہتے ہیں۔ کہ جو ناخن
پا سے لیکر سر مو تک محیط ہو کر سب اندریوں (کل حواس) کو وشیوں (محسوسات) کو نشچے (یقین) روپ کر کے
بھوگتی ہے۔ سو کرتا (فاعل) روپ بدھ ہے +

۱ه ترغیب دینے والا یا راجع کرنے والا ۲ه خیال ۳ه اعتراض ۴ه عادیہ الاشہ ۵ه آلۂ اعلیٰ برائے تکمیل افعال حواس ۶ه معیوب +

سوال ۔ وگیان مے کوش سے میں جدا کس طرح ہوں +

جواب ۔ سکھوپت اوستھا میں بدھ اگیان میں لین ہو جاتی ہے ۔ اور میں جیون کا تیوں انبھو روپ رہتا ہوں ۔ اور جاگرت و سپن میں بدھ ایک حالت پر نہیں رہتی کبھی کسی لذت کیطرف اور کبھی کسی لذت کیطرف ۔ اور میں اس کے تمام حالات کا واانندہ یکساں رہتا ہوں ۔ اس لئے میں وگیان مے کوش نہیں ہوں بلکہ اس سے جدا ہوں +

سوال ۔ آنند مے کوش کیا ہے +

جواب ۔ پن کرم کے پھل بھوگنے کے وقت اتفاقاً بدھی آتم سروپ بھوت آنند کی پرتی بنب یعنے عکس بخواختیار (خیال) کرے جس کو پریئے مود اور پرمود کہتے ہیں ۔ اور گیان میں سکھوپت روپ ہو جاوے ۔ یہ آنند مے کوش ہے +

سوال ۔ آنند مے کوش کا سروپ کیسا ہے +

جواب ۔ برتی کو جو مطبوع چیز کے دیکھنے سے پریے یعنے خوشی ہو وہ اس کا سر ہے ۔ اور مطبوع چیز کے حاصل کرنے سے جو برتی کو مود یعنے راحت ہو وہ اسکا راست پر ہے ۔ اور مطبوع چیز کے بھوگنے سے جو برتی کو پرمود یعنے سرور ہو وہ اس کا

ؔ نیک اعمال ؔ سرور ذات ؔ ۳ و ۴ و ۵ ۔ یہ تینوں الفاظ معنے سرور کے دیتے ہیں لیکن فرق ان میں صرف تفصیل کا ہے + یعنے مطلوبہ شے کے دیکھنے سے جو خوشی ہوتی ہے اسکو پریے کہتے ہیں ۔ اور مطلوبہ شے کی حصولی سے جو خوشی ہوتی ہے اسکو مود کہتے ہیں ۔ اور مطلوبہ شے کے بھوگنے سے جو خوشی ہوتی ہے اسکو پرمود کہتے ہیں +

چپ پر ہے اور آتم سروپ چت آنند کے پرتبنب کو اختیار کرنا اسکا سروپ ہے
اور بنبہ[۵] روپ آتم آنند اس کی دم ہے۔ ایسا مرغ آنند مے کوش ہے

سوال۔ آنند مئے کوش سے میں کس طرح جدا ہوں *

جواب۔ آنند وشے کے سنبندھ (متعلق) یعنی حصول لذات مطبوع اور سکھ روپ ہے حاصل ہوتا ہے اور تھوڑی دیر رہ کر پھر زائل ہو جاتا ہے اسلیئے ناسی (فانی) ہے اور میں سدا آنند روپ ہوں۔ بلا امداد غیریت اپنے سروپ میں قائم ہوں۔ اور نہ سکھ روپ اوستھا مجھ کو زائل کر سکتی ہے۔ اس لئے میں آنند مے کوش نہیں بلکہ اس سے جدا ہوں *

سوال۔ سوائے ان پانچ کوشوں کے اور کچھ انبھو نہیں ہو سکتا پس میں کون ہوں *

جواب۔ سچ ہے کہ ان پانچ کوشوں کے سوائے اور کچھ سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ لیکن انبھو کرنے والا جو ہے۔ وہ ان سے نیارا ہے اور انبھو روپ ہے *

سوال۔ پس میرا کیا سروپ ہے *

جواب۔ میں ست چت آنند انبھو روپ آتما ہوں۔ اس گیان سے مکت حاصل ہوتی ہے *

---

[۵] اصل شے جس کا عکس پڑے *

اور گیا نہیں بلکہ وہیں ہے صرف اُس چیز کے گم ہونے سے کہ جس میں عکس کے
پیدا کرنے کی طاقت ہے۔ وہ معدوم معلوم ہوتا ہے ورنہ سورج کا جز ہمیشہ سورج
میں ہر حالت کے باعث سے اُس میں ہونا نہ ہونا یہ دو حالتیں قائم ہوئیں اسیطرح سریر
روپ تن میں پران روپ چل ہے۔ اُس میں جو وہ ایک چیتن کا پرت بنب پڑتا
ہے۔ تو سریر چیتن ہو کر قسم قسم کی چیشٹا کرتا ہے جب پران اور سریر کا آپس میں سنجوگ
ہوا۔ اُس وقت وہ عکس ظاہر نہیں ہوتا۔ اور اُس کے ظاہر نہونے سے
سریر میں جو حرکت تھی وہ بند ہو جاتی ہے۔ اُس کو لوگ مرنا کہتے ہیں مگر سامان
چیتن اُس وقت بھی است بھانت پیہ کر کے موجود ہے صرف پرانوں کے گم
ہونے سے جو عکس پڑتا تھا اور جس کی آ کے سریر چیتن تھا۔ وہ اب نہیں ہے
سو یہ عکس علّت سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے جھوٹھا اور فانی ہے اور سامان چیتن
سدا ابناشی ایک رس قائم بذات خود ہے۔ اُس میں جینا مرنا دو نو صورتیں نہیں بن سکتے
اگیان سے اُس میں دیکھتے ہیں۔ ورنہ وہ سدا ایک حالت پر سرو وکاروں سے
پاک تمام علّتوں سے معرا کیول ست چت آنند روپ ہے۔ اور وشیش چیتن اُس میں
کلپت اور متھیا ہے۔ اور جس قدر سریر کی چیشٹا ہوتی ہے۔ سو وشیش چیتن سے
ہوتی ہے۔ اسلئے تمام کرم بھی متھیا اور کلپت ہیں۔ اور اُن کا پھل جنم مرن لوک

پرلوک میں آنا جانا یہ بھی متھیا اور کلپت ہیں ✤

سوال - میں کون ہوں - آیا وِشیش چیتن ہوں یا سامان چیتن ہوں ✤

جواب - میں سامان چیتن ہوں - وِشیش چیتن نہیں ہوں یہی گیان ہے جو میں آپ کو کرتا اور بھوگتا مانتا ہوں - در حقیقت میں ست بھانت روپ کرکے سب کا پرکاشک اور ادھشٹان ہوں سب میں آتم روپ کرکے پرکاشمان ہوں - اور جگت میں ایشور روپ کرکے پرکاشمان ہوں - اور تینوں کال میں برہم روپ کرکے پرکاشمان ہوں لہذا میں تمام علتوں سے فارغ کرتا - کرم - کریا سے بھی جدا ہوں ویاپک کیول است بھانت پریہ روپ ہوں ✤

سوال - اس گیان سے مجھ کو کیا فائدہ حاصل ہوگا ✤

جواب - اس گیان سے جیو کو اپنی وستو سروپ کا گیان ہوکر سب جنم مرن سکھ - دکھ - دھرم ادھرم - راگ - دویش کی بھرانت دور ہو جاتا ہے اور آپ کو سب کے ہونے ہی نت مکت اور پرمانند سروپ

سوال - تمام چیزوں میں سامان چیتن کس طرح ویاپک ہے ✤

جواب - کُل اشیا پانچ امور سے بنتی ہیں نام روپ است بھانت پریہ

لغت تیجہ افعال مثلاً راحت و رنج کا حاصل کرنے والا - روشن کنندہ - قیام مستقر ہے ✤

پٹ پرے ہے مثلاً گھٹ نام۔ گول روپ است ہے بھانتی اسکی پرتیت۔ اور پرے خوشی
یعنے جل بھرنے کے کام دینے سے پیارا لگتا ہے۔ اب ان پانچ امور میں سے نام روپ
دِبھچاری یعنے تغیر پذیر ہیں۔ اور است بھانت پری ساما ان یعنے یکساں ہیں۔ کیونکہ دوسری
چیز یعنے پٹ میں گھٹ کے نام اور روپ نہیں ہیں۔ مگر است بھانت پرے یکساں
ہیں۔ سو ثابت ہوا۔ کہ نام روپ کے دور کرنے سے دونو چیزیں است بھانت
پرے روپ رہتی ہیں۔ اِس طرح اگر کُل جہان کی اشیاء میں نام روپ جو جھوٹھا ہے
دور کیا جاوے۔ تو باقی است بھانت پرے روپ رہتا ہے۔ اس طرح کل اشیاء
است بھانت پرے روپ ہیں۔ یہ بیرونی ہے۔ اور اندرونی یہ ہے میرا نام موٹا
پتلا۔ یا کالا پیلا وغیرہ روپ است ہے بھانت علم۔ اور پرے سرور۔ نام روپ کے
دور کئے مٹی ہے مٹی نام۔ گندہ روپ۔ استی ہے بھانتی علم۔ اور پرے سرور
نام روپ کے گم کئے جل ہے۔ جل نام۔ رس روپ است ہے بھانت علم۔ اور پرے
سرور۔ نام و روپ کے گم کرنے سے اگن ہے۔ اگن نام۔ پرکاش روپ است ہے
بھانتی علم۔ اور پرے سرور۔ اگن کے نام روپ گم کرنے سے پون ہے۔ پون نام۔
سپرس روپ۔ است ہے بھانت علم۔ پرے سرور۔ پون کا نام و روپ گم کرنے سے
آکاس ہے۔ اکاش نام۔ شبد روپ۔ است ہے بھانت علم۔ پرے سرور۔ اکاس کا نام

وروپ گم کرنے سے آگے میں نہیں جانتا ہوں۔ یہ گیان ہے۔ گیان نام نہ جاننا روپ ستی ہے بھانتی علم سے پرے سرور۔ گیان کا نام روپ گم کرنے سے باقی کچھ نہیں اُس کو سوئن کہتے ہیں سوئن نام۔ اور خالی روپ است ہے بھانت علم پرے سرور کے نام روپ اُٹھانے سے باقی انھو رہتا ہے۔ جو نام روپ سے فارغ است بھانت پرے روپ ہے سو است بھانت پرے روپ میں ہوں۔ اِس طریقہ کو اگر بخوبی سمجھ کر یقین کیا جاوے تو ظاہر اور باطن۔ زیر اور بالا۔ راست اور چپ میں۔ اور تو۔ ایک است بھانت پرے روپ چیتن بھاستا ہے چاہیے کہ جگیاسی اِس کو دل و جان سے منن اور ندھیاسن کرے ❊

گل ششم

سوال۔ جیو اور ایشور کی ایکتا کس پرکار ہوتی ہے ❊

جواب۔ بھاگ تیاگ لکھنا سے بخوبی ہوتی ہے ❊

سوال۔ بھاگ تیاگ لکھنا کس کو کہتے ہیں ❊

جواب۔ وِرودھی یعنے مخالف بھاگ کا تیاگ کرنا اور سم بھاگ کا انگیکار کرنا

ترک برابر اختیار حصہ

سلہ دو چیزوں سے مخالف حصص کا ترک کرنا ❊

سوال بھاگ تیاگ لکھنا سے کس طرح جیو ایشور کی ایکتا ہوتی ہے +

جواب۔ شام وید کی چھاندوگ اپنکھشت مین مہاواک[1] ہے تتو مسی یعنے
ایشور جیو ہے۔ تت بمعنے ایشور۔ توام بمعنے جیو۔ اسی بمعنے ہے اب اس مین
یہ اعتراض پیدا ہوتا ہے۔ کہ ایشور سرو سرشٹ کا کرتا (فاعل) انترجامی[2]۔ نت مکت[3]
ایک سروگ[4] کس طرح جیو پیدا شدہ پرچھن (محدود)۔ نانا۔ بندھ (گرفتار)۔ الپگ[5] ہے تو اسکے جواب
مین یہ لکھا جاتا ہے۔ کہ ایشور مین جو سروگیتا وغیرہ دھرم ہین۔ سو مایا کے تعلق سے
ہین۔ کیونکہ ایشور نام مایا وسشٹ چیتن (ذات) کا ہے۔ یعنے چیتن موصوف بمایا۔ اور جیو
مین جو الپگیتا وغیرہ دھرم ہین۔ سو اودیا کے تعلق سے ہین۔ کیونکہ جیو نام اودیا
وشسٹ چیتن کا ہے۔ یعنے چیتن موصوف با اودیا۔ اگر وہ دونون بھاگ یعنے مخالف
حصص دونو کے درمیان سے دور کئے جاوین۔ تو باقی سمان بھاگ یعنے یکسان حصہ
دونو کا ایک رہتا ہے۔ مراد یہ کہ ایشور مین جو سروگیتا وغیرہ دھرم ہین۔ سو مایا کے تعلق
سے اس مین فرض کئے گئے ہین۔ اس کے ذاتی دھرم نہین۔ اس کا ذاتی
سروپ صرف چیتن ہے۔ جس مین کسی قسم کا وہار یعنے سرشٹ کا اوتپت کرنا پالنا کرنا
یا سروگ ہونا نہین کہا جا سکتا۔ اِس طرح جیو مین جو الپگیتا وغیرہ دھرم ہین سو اودیا

۱ کلمہ توحید ۲ دل کے جاننے والا ۳ مدام رستگار ۴ ہمہ داننده ۵ کل داننده جزو +

کے تعلق سے اُس میں عرض ہیں جیو کے ذاتی دھرم نہیں جیو کا ذاتی سروپ
چیتن ہے چیتن میں الگ ہونا۔ دین ہونا۔ دکھی ہونا نہیں بنتا۔ پس
ثابت ہوا کہ جیو اور ایشور میں اختلاف کا باعث عرضی دھرم مایا اور اودیا
کیے ہیں۔ ورنہ ان دونو کا ذاتی سروپ ایک چیتن ہے۔ اس نے بھاگ تیاگ
لکھنا کے ذریعے سے مایا اور اودیا کے دھرموں کو جیو اور ایشور سے جدا کرنے سے
باقی چیتن دونو میں یکساں ہے۔ یعنے جیو چیتن ایشور چیتن ہے اور ایشور چیتن جیو
چیتن ہے۔ اس صورت سے جیو اور ایشور کی ایکتا ہو کر جو اعتراض کہ مہاواکیہ میں پیدا
ہوا تھا۔ رفع ہوتا ہے۔ اس امر کو ایک مثال دیکر کہ جس سے بھاگ تیاگ
لکھنا کا مطلب بخوبی ظاہر ہو سمجھایا جاتا ہے۔ کسی نے ایک شخص مسمّی دیوت
کو کاشی شہر میں بوقت دوپہر گھوڑے پر سوار بڑی شان و شوکت سے دیکھا اور
پھر کچھ عرصہ کے بعد اُسی شخص کو ملتان شہر میں بوقت شام مرد پابرہنہ دروازہ
پر گدائی کرتا ہوا دیکھا۔ اور کہا کہ یہ وہی شخص ہے جس کو میں نے بڑی شان و شوکت
سے سوار کاشی میں دیکھا تھا۔ اب اِس جگہ ایک واکیہ میں دو مخالف صورتوں کے
کتنا بڑا فرق پایا جاتا ہے لیکن جب کاشی شہر دوپہر کا وقت گھوڑے پر سوار
ملتان شہر شام کا وقت دروازہ پر گدائی کرنا جو اِن میں اختلاف کے ہیں

لہ لکشنا جو اس کے ... ۱۱۲

دور کئے جاویں۔ تو مالوکھ ایک ہے۔ اِس کو سھاگ تیاگ لکھنا کہتے ہیں۔ اِس مثال آدمی

کو طریقِ مذکورہ بالا میں جو درباب جیو اور الیشور کی ایکتا کے ہے۔ بیان کیا گیا ہے

بغور سمجھنا واجب ہے +

گُل ہفتم

سوال۔ گیان کی کتنی بھومکا ہیں + منازل

جواب۔ سات بھومکا ہیں۔ سُبھ اچھا[1]۔ سووچارنا[2]۔ تن مانسا[3]۔ ستوا پت[4]

اسنسکت[5]۔ پدارتھ ابھاونی[6]۔ تریا[7] +

سوال۔ سُبھ اچھا کیا ہے +

جواب۔ پورب جنم یا اس جنم کے نشکام[8] کرم اور اپاسنا سے ایکاگر چت والے

پُرش کو وِویک[9]۔ ویراگ[10] کھٹ سنپت[11]۔ اور موکھ اچھا[12] یہ چار ساودھن ہو کر وسایل

آتما کے جاننے کی اِچھا یعنے خواہش ہونی اِس کا نام سُبھ اچھا یعنے اوّل بھومکا ہے +

سوال۔ سووچارنا کیا ہے +

جواب۔ آتما کے جاننے کا خواہشمند ہو کر برہم گیانی مہت پُرش کی خدمت میں

[1] ارادہ نیک [2] دانش حقیقی [3] شغل ومراقبہ + [4] حصولِ ذات + [5] بے اختیاری + [6] فنا فی اللہ + [7] لاہوت + [8] بے خواہش نتیجہ [9] تمیز درمیان حق وباطل + [10] ترک لذات دنیا وعقبےٰ + [11] اس میں چھ امور شامل ہیں۔ شم یعنے ضبط نفس۔ دم ضبط حواس۔ تتکھشیا برداشت۔ اُپرم آزادی۔ شردھا یقین صادق۔ سمادھان بیداری وہوشیاری [12] خواہش رستگاری +

باادب وارادتمند ہی حاضر ہو کر اُن کی زبان مبارک سے سخنان ویدانت در باب ایکتا جیو اور برہم سُننے اور سُن کر اُن کو اپنے من میں صدہا دلائیل عقلی و نقلی سے منن کر کے یقین کرنا یہ سو وچارنا نام گیان کی دوسری بھومکا ہے +

سوال۔ تن مالنسا کیا ہے +

جواب۔ سروَن اور منن کئے ہوئے ارتھ کو ساکھیات[1] کرنے کے واسطے بار بار چنتن (فکر) کرنا یعنے برتی کو ادوئیت وستُ کے اکار رکھنا یہ تن مانسا نام گیان کی سوم بھومکا ہے +

سوال۔ ستواپت کیا ہے +

جواب۔ سروَن منن ندھیاسن کئے ہوئے ارتھ کا ساکھیات بھو ہو کر سنسے اور وپرجے رہت نِروکلپ (بیخیال) استھتی (قیام) ہونی یعنے چت کا سُدھ ستوگن (صفت خالص) روپ ہونا یہ گیان کی چترتھ بھومکا ستواپت ہے +

سوال۔ اسنسکت کیا ہے +

جواب۔ نِروکلپ سمادھ کی ابھیاس[2] سے دیہ میں ہر طرح سے میں میری کا نشان بھی نہ رہنا۔ اور دیہ کے پریت (محبت) یا اشکت (گرفتاری) مُدھ زائیل ہو جانی یہ اسنسکت نام گیان کی پنجم بھومکا ہے +

---

[1] عین الیقین ۱۲ [2] ایک سے شے میں دوسری شے کا علم +

سوال - پدارتھ ابھاونی کیا ہے ✤

جواب - سرو پدارتھوں کے ادھشٹان برہم روپ کے گیان کر کے سب کا ابھاو یعنے اپرتیت ہونی یعنے یہ کہ سوائے برہم کے اور تمام اشیاء کو جو حافظہ میں آسکتے ہیں اتینت (کامل) ابھاو والا اپرتیت (یقین) کرنا یہ پدارتھ ابھاونی نام گیان کی چھٹی بھومکا ہے ✤

سوال - ترُیا کیا ہے ✤

جواب - گیاتا (عالم) گیان (علم) گے (معلوم) جو چوتھی اور پانچویں بھومکا میں بھاو روپ (ثابت) اور چھٹی بھومکا میں ابھاو روپ (نفی) پرتیت ہوتے تھے اب ان دونوں سے رہت اپنا آپ پچھانتے ہیں۔ اپنے بیگانہ سے فارغ - نہ میں نہ تو - نہ یہ نہ وہ صرف ذات ہی ذات ترُیا نام گیان کی ساتویں بھومکا ہے ✤

سوال - یہ بھومکا کس کے سادھن ہیں ✤

جواب - اوّل تین بھومکا انتر نگ گیان کا سادھن ہیں - چوتھی بھومکا انت گیان روپ ہے جیون مکت اور ودیہ مکت کا سادھن ہے باقی تین بھومکا جیون مکت کی وِلکھن (خاص) آنند یعنے سرورِ ابدی کا سادھن ہیں ✤

سوال - ان بھومکا کے جاننے سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے ✤

جواب - اِن کے جاننے سے اپنی ترقی کی اوستھا یعنے طبیعت کا حال اور دیگر

گیانوانوں کی اوستھا یعنے طبیعت معلوم ہوسکتی ہے۔ اور جو فرق کہ درمیان گیانوانوں کی اوستھا کے ہے۔ اُس کا باعث صرف بھومکا کی کمی بیشی ہے۔ سو اِس دریافت سے وہ گمان دل سے دور ہو کر طبیعت ترقی کیطرف راجع ہوتی ہے ؛

گل ہشتم

سوال۔ شرون۔ منن۔ ندھیاسن۔ وساکھیات ان کا سروپ کیا ہے ؛

جواب۔ جو تقریر کہ پیشتر بیان ہوچکی ہے۔ اُس کو سادھو مہان ست گورو کی زبان مبارک سے سُننا شرون کہلاتا ہے ؛

پھر گوشۂ تنہائی میں بیٹھکر شنیدہ سخناں کو دلائل عقلی و نقلی سے راست ماننا اور شکم ہردی میں ڈال کر اُس ہی اپنے من کو سیر کرنا۔ جو جو امورات سُنے ہیں۔ اُن میں اگر اعتراض پیدا ہو۔ تو اُس کو پھر تحقیق کرنا۔ غرضکہ بار بار انکا وچار کرنا منن کہلاتا ہے ؛

جن سخناں کو بذریعہ شرون کے جانا ہے اور بذریعہ منن کے مانا ہے۔ اُن کو اپنی برت کے ساتھ اس طرح ملانا کہ برت اور اُن وچنوں کا تات پرج روپ سے ہم ایک ہو جاویں سب طرف سے اندریوں کو روک کر من میں لیپ کرنا۔ اور من کو سنکلپوں سے روک کر بدھ میں لین کرنا۔ اور بدھ کو یقین دوئی سے پاک کرکے سم روپ آتما میں محو کرنا۔ یعنے ایک ذات

ہو جانا۔ بار بار اس کا ابھیاس کرنا ندھیاسن کہلاتا ہے *

جب ندھیاسن کے کرنے سے کل اشتباہ و پریشانی برت دور ہو کر برت برہم روپ ہو جاوے۔ اور اُس کو اپنا آپ جانے کسی حالت و مکان و زمان میں شبہ پیدا نہ ہو۔ آپ کو سرب میں اور سرب کو آپ میں دیکھے۔ اور پھر دیکھنے اور نہ دیکھنے سے پاک ہو کر قائم بذات خود ہووے۔ یہ ساکھیات کہلاتا ہے *

گل نہم

سوال - جسم کا تعلق آتما سے کچھ نہیں ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ نیک و بد کا عوضہ بعد مرنے کے ملتا ہے۔ سریر اس جگہ سوختہ ہو گیا۔ اور آتما لا زوال ہے۔ پس نرک و سرگ کون بھوگتا ہے *

جواب - جب تک جیو کو اگیان ہے۔ اور سریر کے ساتھ اپنا تعلق ہانگر اسکے نیک و بد افعال آپ میں دیکھتا ہے۔ تب تک اُس کو جنم مرن رہتا ہے۔ اور اسی کو سرگ نرگ کہتے ہیں۔ اور جب گیان ہوا اُس وقت کسی فعل کا عوضہ اُس کو نہیں ملتا *

مثال - ایک دفعہ ایک شخص نے اپنے باغ میں دو محافظ مقرر کئے ایک اُن میں سے نابینا تھا۔ اور دوسرا بے دست و پا تھا۔ ایک روز محافظ بے دست و پا نے اپنے رفیق نابینا سے کہا۔ کہ باغ میں عمدہ عمدہ میوے پختہ ہو گئے ہیں۔ اور تمام باغ میوہ سے

مالامال ہو رہا ہے۔ میں لاچار ہوں۔ نابینا نے کہا کہ تو میرے کندھے پر سوار ہو۔ اور جہاں چاہو میں تجھے لیچلوں۔ میوہ توڑ دونوں ملکر کھائینگے۔ اُنہوں نے اسیطرح کیا۔ میوہ توڑ کر دونوں نے ملکر کھایا۔ دوسرے روز جب مالک باغ میں آیا۔ اور اُسنے درختوں سے میوہ اُترا ہوا دیکھا۔ تو پوچھا کہ میوہ کس نے توڑا ہے۔ وے دونوں اپنا اپنا عذر پیش کرنے لگے مالک نے سمجھا کہ درحقیقت یہ دونوں اِس قصور سے بری ہیں غرضکہ وے روزمرہ ملکر یہ کام کرتے رہے۔ اور مالک باغ بھی روزمرہ اپنے باغ کا نقصان دیکھتا رہا۔ ایک روز دیوار کے پیچھے چھپکر اُسنے دیکھا کہ بے دست وپا نابینا کے دوش پر سوار ہو کر ارتکاب جُرم کا کرتا ہے۔ پس اُس نے دونوں کو ملزم جانکر اُسی حالت میں ماخوذ کیا۔ اگر وے دونوں شامل نہوتے۔ تو کبھی یہ قصور ظہور میں نہ آتا۔ پس اِن دونوں کے اجتماع کو باعث ارتکاب جُرم وحصول سزا سمجھنا چاہیئے۔ اسیطرح جہان ایک باغ عظیم ہے۔ اور ایشور باغبان ہے اور محافظ جیو آتما و سریر ہیں۔ جن میں سے جیو بیدست وپا ہے۔ اور سریر نابینا ہے۔ جب جیو آتما اس سریر سے شامل ہوا۔ اسیوقت میوہ جات باغ عالم جو نیک و بد افعال ہیں۔ توڑ کر کھانے لگے۔ یعنے مُرتکب افعال ہو کر اُن میں اپنا تعلق مانا۔ اور امیدوار سزا وجزا کے ہوئے جسکا نتیجہ زادن و مُردن یا نرک یا سُرگ ملا۔ پس ثابت ہوا۔ کہ تعلق جسمانی اِن جیووں کیلئے باعث عذاب عظیم ہے۔ **مثال دیگر۔** ایک دفعہ ایک شخص مہاپورکھ کے پاس

جا کر پوچھنے لگا۔ کہ بعد مرون جسم جلایا جاتا ہے۔ اور جیو آتما نرکار اور سدھ ہے۔ نرک
سورگ کون بھوگتا ہے۔ مہاپُرکھ فرمانے لگے کہ اس کا جواب کل دیا جاویگا۔ دوسرے
روز جب سائل آیا۔ تو دروازہ بند تھا۔ اسنے آواز دیا۔ اندر سے سنت نے پوچھا کہ تو کون
ہے۔ اُسنے جواب دیا کہ میں ہوں۔ وہ فرمانے لگے۔ کہ یہی نرک سورگ بھوگتی ہے
مطلب کہ جب تک جیو جانتا ہے۔ کہ میں سر سے لیکر پاؤں تک یہی سریر ہوں۔ فلانے
کا بیٹا ہوں۔ یہ میرا ورن اور آسرم ہے۔ یہ میرا نام ہے۔ یہ فعل نیک میننے کیا ہے
اس کا نتیجہ اچھا ہوگا۔ اور یہ بد کیا ہے۔ اس کا پھل بد ہوگا۔ تب تک اس کو رستگاری
نصیب نہیں ہوتی۔ اور جب اس کو یہ گیان ہوا۔ کہ میں سریر سے فارغ وجدا ہوں۔ نہ میرا
ورن اور نہ آسرم ہے۔ نہ میں کسی کا بیٹا اور نہ باپ ہوں۔ نہ میرا کوئی نام ہے۔ میں ان
سب سے فارغ اور سب کا شاہد و روشن کنندہ ہوں۔ اُس وقت کوئی فعل نیک خواہ
بد اس پر اثر نہیں کر سکتا۔ اور یہ جیتے جی مکت ہو جاتا ہے۔ جس کو جیون مکت کہتے
ہیں۔ اور اگر بنظر حقیقت دیکھا جاوے۔ تو سوائے شُدھ اودئیت برہم کے نہ
کچھ ہوا ہے۔ اور نہ کچھ ہوگا۔ جب تمام جہان کو نیست و نابود سمجھا۔ تو نرک سُرگ
کہاں سے درست ہونگے۔ یہ تمام باطل خیالات حالت نادانی میں ہوتے ہیں۔ دانائی
میں تمام خدائی ہے۔ اور اگر بنظر وچار یعنے دانش دیکھا جاوے۔ تو چن نام ملکی اوصاف

یعنے اوصاف حمیدہ کا ہے مثلاً جت یعنے ضبط و دھیرج یعنے حوصلہ سنتوکھ یعنے
قناعت و صبر و براگ یا ترک و چار یا دانش حقیقی و تواضع و سخاوت و معرفت و آزادگی
و شکر۔ اور پاپ نام شیطانی اوصاف یعنے اوصاف ذمیمہ کا ہے مثلاً کام یعنے شہوت و
کرودھ یعنے خشم۔ لوبھ یعنے طمع موہ یعنے اُلفت اہنکار یعنے انانیت تلخ گوئی
خشک مزاجی بُخل۔ شکایت و جہالت و تعلق وغیرہ۔ پس پُن روپ اوصاف حمیدہ
سے جو خوشی حاصل ہوتی ہے اسکو سُرگ یعنے بہشت کہتے ہیں چنانچہ قول بیت

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد — کسے را با کسے کارے نباشد

اور پاپ روپ اوصاف ذمیمہ سے جو رنج حاصل ہوتا ہے۔ اُس کو نرک یا دوزخ قرار
دیتے ہیں۔ چنانچہ گیتا کا سخن ہے +

سہ دروازۂ دوزخ اند ایجوان — طمع ہست خشم است شہوت بدان

پس راحت و رنج ہی نرک و سُرگ ہوا جس کی بنیاد بدیدیشی از اصل خود و تعلق جسمانی
ہے جس کو اِن دو عارضوں سے صحت حاصل ہوئی ہے اُس کو نہ راحت ہے اور نہ رنج
ہے نہ نرک ہے نہ سُرگ ہے وہ اِن تمام سے فارغ عین ہستی علم سرورِ نت مکت ہے
دوئی نام دوزخ کا ہے جس سے ہمیشہ مَیں۔ تو۔ یہ۔ وہ۔ میرا۔ تیرا۔ اِس کا۔ اُسکا۔ اپنا
بیگانہ۔ دُشمن۔ دوست۔ نیک و بد سینہ میں جائگیر ہوکر دل کو خیالات واہی سے

پریشان رکھتی ہیں۔ اور یکتائی نام بہشت کا ہے کہ جسکے باعث تمام مجازی معاملات
دل سے خارج ہو کر ہمیشہ مستقیم المزاجی و سرور ابدی ہمدم دل کی رہتی ہے۔ اِس
دنیا سے باہر کوئی نرک و سرگ نہیں ہے سب کچھ یہاں ہی ہے۔ نیک و بد فعل کا
ارتکاب بھی اسیجگہ ہے۔ اُس کا اجر دُکھ یا سُکھ بھی اِسیجگہ ہے۔ اِس سے باہر کچھ نہیں
وہ صرف خام خیالات ناوانان ہبیدہ کے ہیں۔ دوسرا اس کا کوئی حساب لینے والا
نہیں۔ یہ خود ہی کرتا ہے۔ اور خود ہی امید نتیجہ کی رکھ کر سُکھ یا دُکھ دیکھتا ہے جیسا
بوتا ہے اُٹھاتا ہے۔ جیسے گورو نانک صاحب نے فرمایا۔ پنّی پاپی آکھن ناہِن
کر کر کرنا لکھ لیجاؤں + آپے بیج آپے ہی کھاؤں + نانک حکمی آوے جاؤں
جائے غور ہے کہ اگیان کیساز ور آور ہے۔ یہ جوہر لطیف و پاک جس کو جیو
کہتے ہیں وہ ذات ہے جو احاطہ عقل و فکر و قیاس سے بعید ہے اور جس کی
دریافت بجز نادریافتگی اور جس کا علم بجز بے علمی کے آج تک کسی کو نہیں ہوا۔ رہنما و شنے
رو در جو اِس حکمت کے کرتا مشہور ہیں اِس ذات بیچون و چرا کے دریافت میں
مثل طفل شیر خورہ نادان ہیں اور بڑے بڑے رشی اور مُنی جو اپنے اپنے وقت میں علامہ عصر ہوئے
ہیں اور جنہوں نے دریافت حقیقت اصلیت ذات فارغ از صفات میں توسن
فکر دوڑائے ہیں اور چابک دلائل سے انہیں میدان دانش میں تیز رو کیا ہے۔

سوائے خاموشی کے کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور یہ ذات وہ ہے جو تمام عیوب سے مُبرّا
اور تمام اوہام سے معرّا نہ کسی کا خوف نہ نیاز نہ خیال دوزخ و بہشت اور نہ ساجد نہ
مسجود نہ میں نہ تو نہ وہ صرف صرف محض عین مطلق ہے لیکن بباعث عدم دریافت
حال اصلیت خود بسبب کثرت شوق جو مثل سوال بالا کے اوپر چھپ گیا ہے خیال
ہوا ہے کہ تمام مصائب یعنے زادن و مُردن و چُن و پاپ و نرک و سُرگ عابد
و معبود و فرض پتر آنِ و دیوتا ہا و دیگر بلا ہائے عظیم یعنے خواہش و شہوت
و خشم و طمع وغیرہ نے اس پر نازل ہو کر اس کو ایسا دبایا ہے کہ اب راہ رفتن نہ جائے
ماندن کا معاملہ ہے پس ایسے دشمن خونخوار کو جو اگیان ہے جس قدر جلد ہی ضائع
کیا جاوے اُسیقدر باعث آرام ہے اور اگیان کا دور کرنا ہی تمام آفات سے
رستگاری حاصل کرنا ہے ؛

گُل دہم

سوال۔ کرم کانڈ بجز جسم کے نہیں ہو سکتا اور جسم سوائے امداد آتما کے کچھ نہیں
کر سکتا آتما کرم کانڈ سے علیحدہ ہے اور سریر مثل سنگ کے مُردہ ہے پس کرم کون کرتا ہے ؟

جواب [illegible]

آسرے ہوتے رہتے ہیں لیکن سورج سب سے علیحدہ بلندی فلک پر قائم سب کو
روشن کر رہا ہے۔ اِسیطرح کرم سریر کے آتما کے آسرے ہوتے ہیں لیکن آتما تمام کرم
اور جسم سے علیحدہ ہے اور جسم فانی اور دروغ ہے اِسیطرح تمام کرم بھی باطل ہیں خواب
کیحالت میں صدہا طرح کے کرم کئے جاتے ہیں بیداری میں کسی کا نام ونشان
نہیں پایا جاتا۔ اور نہ اُن کا نتیجہ نکلتا ہے صرف خیال ہی خیال ہے اِسیطرح
جو کچھ کرم ہو رہے ہیں گیان سے وہی خواب میں ہو رہے ہیں جب بیداری گیان حاصل
ہوتی ہے۔ اُس وقت تمام کرم اور کرم کرنے والا جسم باطل اور ہیچ معلوم ہوتا ہے۔ اگر
بغور دیکھا جاوے تو جسم کچھ چیز نہیں ہے پانچ تت یعنے اکاس۔ پون۔ اگن۔
جل۔ پرتھوی کی اجزاء سے اِس کی ترکیب ہے اور وہی پانچ تت تمام کرم کر رہے ہیں
اور یہ پانچ تت آتما سے ظاہر ہوئے ہیں اور اُس کے آسرے ہیں اور اُسی میں فنا ہو جاتے
ہیں پس ہم کرم کو اور کرم کے کرنے والے کو کیا قرار دیں جیسے آہن سنگ مقناطیس
کی کشش سے حرکت کرتا ہے اسیطرح جسم آتما کی چیتنتا پاکر چیتن ہے ورنہ جسم جڑ یعنے بیحرکت
گنگ موک مثل رتھ کے بیجا ساکن ہے جب جیو کا سریر سے پرواز ہوتا ہے اُس وقت
سریر کی کیا حالت ہوتی ہے اگر جسم کچھ ہوتا تو اُس وقت بھی اس میں کوئی حرکت نمود آ
ہوتی جسم مثل آشیانہ کے ہے اور جیو آتما مثل مرغ قدسی کے اُس میں سکونت

رکھتا ہے لیکن نادانی کے سبب سے اُس مُرغ نے آپ کو آشیانہ مان لیا ہے اور اپنا
ذاتی سروپ بھول گیا ہے۔ اِس سبب سے رنج وراحت اور زاروں مُردن وکیھ رہا ہے جسم
مثل ارابہ یعنے رتھ کے ہے۔ اندریان مانند اسپ کے ہیں خواہش ملذات رسن ہیں جس سے
گھوڑے رتھ سے جُڑے ہوئے ہیں۔ مَن اِس رتھ کو چلانے والا ہے۔ اور آتما اس میں سوار ہے
جس صورت سے سوار کو سواری سے کسی قسم کا ناطہ یا تعلق نہیں ہے اسیطرح آتما کا جسم سے کچھ
تعلق نہیں۔ جسم بہت چیزوں سے بنا ہے۔ اِس لئے اسمیں مختلف افعال ظاہر ہیں اگر خوب
طرح سے دیکھیں تو جسم کرم روپ ہے۔ کرم اور جسم ایک چیز کے نام ہیں کیونکہ جب تک جسم سے
کرم ہو سکتے ہیں لوگ اُسے زندہ کہتے ہیں اور جب اُس سے کرم ہونے بند ہو جاتے ہیں پھر
لوگ اُسے مردہ و ناکارہ قرار دے کر آگ میں جلا دیتے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کرم جسم کا سروپ
ہے اگر کرم جسم سے ہوتا ہے تو کیا تعجب ہے یہ جسم کا سروپ ہے۔ کرم ہوتا رہے ہمارا سروپ
جسم نہیں اس واسطے نہ ہم کرم ہیں اور نہ کرم کرنے والے ہیں۔ سریر اور کرم سے فارغ ست
چیت آنند گیان ماتر سب کے ساکھی ہیں۔ تین طرح کے کرم اِس جسم سے جو نیز
تین طرح کا ہے تین حالات میں ہو رہے ہیں۔ جاگرت میں استھول کرم استھول سریر
سے اُتپن ہیں سوکھشم کرم سوکھشم سریر سے سکھوپت میں صرف اگیان روپ کرم کارن
سریر سے۔ اِس صورت سے ہر حالت میں جسم کرم کر رہا ہے لیکن اس کا شاہد ایک وہ ہے

جو اُسکے کرموں اور حالت سے باہر ہے سو آتما ہے۔ اِس آتما میں نہ کوئی حالت ہے اور نہ
کوئی سریر ہے نہ کوئی کرم ہے۔ تین سریر اور تین حالات اور تین کرم سے جدا صرف گیان سروپ
سب کا ساکھی اپنے آپ میں قایم ہے۔ نہ کبھی مرتا ہے نہ پیدا ہوتا ہے جسکو ایسا گیان
آتما کا ہوا ہے اور اُس نے آتما کو اپنا آپ جانا ہے وہ پُرکھ تُریا یعنے چوتھی پد میں قایم
ہوتا ہے جہاں برہم سروپ ہو جاتا ہے۔ دیکھئے تمام جہان کا تخم اگیان ہے اگیان
سے کُل ظہورہ ہوا ہے اور گیان میں نقین ہو رہا ہے۔ اگیان کے دور ہونے سے تمام
گم ہو جاتا ہے۔ پس جب یہ حال ہے تو جسم اور جسم کے کرم بھی اگیان سے ظاہر ہیں
اگیان کی کونسی چیز راست قرار دیجاوے۔ سکھوپت اوستھا میں تمام کرم گُم ہو جاتے ہیں
تو حالت مرگ کی بابت کیا کہا جاوے۔ پس ثابت ہوا نہ جسم ہے اور نہ کوئی کرم ہے
یہ تمام بھرم یعنے وہم ہے ایک آتما اپنے آپ میں قایم ہے۔ آتما کو آلائیش گناہ و
صواب و خوف زادن و مردن و خواہش نیک و بد اس باعث سے ہو رہی ہے
کہ آپ کو جسم سے ملا ہوا مانتا ہے۔ اور کرم کرنے کی خواہش کرتا ہے اِسلئے گرفتار ہے
جب یہ گیان ہوا۔ کہ میں نروکار۔ گیان سروپ اکرے سا کھی ہوں سریر کا تعلق
(بے عیب) (بیحرکت) (شاہد)
میرے ساتھ کچھ نہیں اُس وقت مکت ہو جاتا ہے۔ پس سریر کو بالکل نابود اور
اُس کے کرموں کو نمود بے بود جانکر آپ کو سچد انند اکرے۔ آتما جانے جب یہ فہمید

دلنشین ہو جاتی ہے اُس وقت مَن خود بخود قایم ہو جاتا ہے۔ خواہش بند ہو جاتی ہے سنتوکھ اور دیگر نعمتہائے حاصل ہو جاتی ہیں۔ کیونکہ جب تک جسم کو اور جگت کو ست (راست) مانا ہوا ہے تب تک مَن خواہش کے ساتھ ملکر اِدھر اُدھر جاتا ہے جب سب کچھ نیست معلوم ہوا اور آتما صرف ست (راست) جانا اور اُس کو اپنا آپ سمجھا پھر کس کی خواہش کون کرے گیانواں کو نہ کچھ جسم بھاستا ہے نہ کوئی جسم کا کرم معلوم ہوتا ہے بسبب جدا کا اِس تمام الفاظ سے مُبرا ہوتا ہے۔ یہ صرف عشق کی فضیلت ہے جو اِس درجہ تک پہنچاتی ہے اور عدم عشق سے انسان چاہ تاریکی میں پڑا رہتا ہے اندریان اپنے اپنے کرم میں لگی ہوئی ہیں۔ ایک کے دھرم کو دوسری نہیں کرتی۔ جیو ایسا نادان ہے کہ اپنا دھرم فراموش کر کے دوسرے کے دھرموں میں برتنے لگا ہے اور اپنا دھرم جو ساکھی گیان سروپ ہے۔ اُسکو نہیں جانتا اپنے دھرم میں قایم ہونا ہی مناسب ہے۔

گُلِ یازدہم

سوال۔ بے وطنی میں تسلی کس طرح ہو

جواب۔ حالات جسمانی بباعث اختلاف عناصر دائما تبدیل ہوتے رہینگے

راحت گاہ رنج۔ گاہ صحت۔ گاہ علالت علےٰ ہذالقیاس لیکن ذات جو عناصر سے مبرا
اور صورت و نشان سے معرا ہمیشہ یکساں و بریک قرار ہے اُس ذات کو اپنا آپ دیکھ کر ہمیشہ
انسان بحالت یکسانی مسرور رہتا ہے اور چونکہ بمصداق محیط کل شئ وہ ذات مثل مرغ
تمام قالب عنصری میں جو آشیانہ سا ہے جلوہ فرما ہے اس لئے انسان کی
ہستی بھی بغیر رنگ تغیر و تبدیل ہے اور اس کی خوشی سرور سرمدی ہے جسم کا آنا و جانا
صرف نظر بالائی میں معلوم ہوتا ہے اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو موج کا آنا و جانا ظاہر
ہونا و معدوم ہونا پانی سے ہرمو جدا نہیں اگر موج ہزار ہا کوس کے فاصلہ پر گئی تو پانی
سے کسیطرح جدا نہیں ہوئی بلکہ اُس کا پہلا مقام اور درمیانی رفتار اور آخر منزل
تینوں پانی ہیں تو اُس کا آنا کہاں سے اور پہنچنا کہاں تک اور کوچ کس راستہ سے قرار دیجاوے
اسیطرح بیضہ عنصری میں تمام اجسام مثل امواج ہیں اُن کے آنے و جانے میں صرف
تبدیل خیال ہے اور اصلیت میں کچھ نہیں بدلا۔ وہی قالب عنصری وہی نفس
ناطقہ۔ وہی حواس عشرہ۔ ویسے ہی افعال و اعمال وہی زمین وہی آسمان۔ وہی
خورشید۔ وہی ماہ۔ وہی حالت بیداری و خواب و خواب گراں۔ پس کس لحاظ سے وطن
یا بے وطنی یا ایک جگہ سے انتقال دوسری جگہ قیام قرار دیا جاوے۔ اگر تعلق
جسمانی و رشتۂ الفت قطع ہو جاوے تو ہر جگہ رہنا خانۂ دہر شخص یا ریگانہ ہے جدائی

کا رنج اُس موقع پر اُس شے سے ہوتا ہے جہاں مقصود فانی ہو لیکن جبکہ دوست دائیما موجود و ہستی کُل بود ہے تو علیحدگی کا قلق محض بے سود ہے عارف کا وجود وجود حقیقی ہے جو ہمیشہ اور ہر حال میں پائیدار و یک قرار ہے ضرور سفر میں بباعث اختلاف واقعات تجربہ کامل حاصل ہوتا ہے لیکن حصولی تجربہ کے لئے ضبط حواس و نفس امّارہ و پرہیز از لذّات نفسانی و اجتناب از صحبت جُہلا لازمہ ضروری ہے نفس کی عادت مثل بچھیرے اسپ کے ہے جو ہمیشہ تگ و پو میں رہتا ہے جب اُسکے دہان میں عنان دانش ڈالی جاتی ہے اور اُس کی پیٹھ پر زین بُردباری رکھکر اُسکو تنگ ضبط سے کسا جاتا ہے تو سوار کے زیر ہو کر حسب مرضی سوار براہ راست چلا جاتا ہے اور اگر اِس سامان سے توسن نفس کو آراستہ نہ کیا جاوے تو اسپ بادہ خواہش کے پیچھے پیچھے ہو اُس کی گلیوں میں خیالات کی چھلانگیں مارتا پھرتا ہے۔ پس بہتر ہے کہ جسقدر ممکن ہو اس حس و دشمن خونخوار پر دست تعدّی دراز کر کے اُس کو پامال کر سکے پھر اُس سے خوف کسی حال میں عائد نہو۔ اگر بنظر غور دیکھا جاوے تو بے وطنی میں انسان کو صدہا طرح کے فوائد حاصل ہوتے ہیں چنانچہ چند اُن میں سے اس جگہ قلمبند کئے جاتے ہیں۔ اوّل یہ کہ انسان کو وطن چھوڑنے میں قطع الفت پدری و پسری و دیگر احباب کی تلقین ہوتی ہے۔ دوم۔ خوب و زشت سرد و گرم۔ دُرشت و نرم۔ اوضاع

زمانہ کے برداشت کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ سوئم وہ حالت ابتدائی کہ جسکے رو سے ہم سب لوگ اس مہمانسرائے جہان میں مثل مسافران شب باش ہیں یاد آتی ہے۔ چہارم بملاقات مردم مختلف الطبع کے میل طرف آزادگی و گوشہ نشینی پیدا ہوتا ہے۔ پنجم مصائیب سفر سے جو بمصداق السفر سقر دشوار ہیں جہان کی طرف سے نفرت و آزادگی کیطرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔ ششم تکالیف حصول معیشت سے یک و نیم پاؤ آرد سے تکتفی ہوتی ہے اور برخلاف جسکے رشتہ طمع سے گرفتار ہو کر صدہا طرح کی تشاویش و تکالیف ازدیاد مال و منال کیلئے برداشت کرتا ہے چشم بینا کو عبرت حاصل ہوتی ہے علے ہذالقیاس اور بھی فوائد ہیں جو ہوشمند اپنے بحر فکر میں غوطہ زن ہو کر مثل غواص دریافت کر سکتا ہے۔

گل دوازدھم

یہ جو جہان میں مشہور ہے کہ جو کچھ ہشیر کو منظور ہے وہی ہوتا ہے۔ یہ بات بہت دور ہے۔ رضی برضاء الٰہی رہنا کام فقراء کا ہے دنیادار و عیالدار کے پاس یہ حوصلہ کہاں ہے وہ تو اپنے تدارک پر نازاں ہوتا ہے اور اگر کام پورا ہو جاوے تو شاداں ہوتا ہے اور اگر خراب ہو جاوے تو ملول ہوتا ہے اگرچہ اُس کی مرضی کے سوا

کوئی کام جہان میں نہیں ہوتا تو بھی انسان کو اُسنے تمیز بخشی ہے کہ اپنے نفع یا
نقصان یا تکلیف یا تفریح کو سمجھے حکمت ایزدی سے جو کام ہوتا ہے وہ پورا ہوتا ہے
کوئی اُس پر انگشت نہیں رکھ سکتا۔ اور انسان کا کام صدہا طرح کے نقص کے
ساتھ ملا ہوا ہے صدہا لوگ کہتے ہیں کہ یہ کام اُس نے درست نہیں کیا تو ایسی
پرمیشر کی مرضی کہنا روا نہیں اور خصوصاً تمام امورات باطل و تقلیدی ہیں۔
اگیان سے معلوم ہو رہے ہیں اور گیانی کو خوش کر رہے ہیں پر یاتما تمام
تقلید سے پاک اور گیان سے برتر عین ذات ہستی میں ہستا ہے اُسکو اِن امورات تقلیدی
اور واہیات سے اگر منسوب کیا جاوے تو شناخت آلہی میں بہت ہی فرق آتا ہے
جگت کا ہونا۔ رہنا اور ناس ہو جانا اُس ذات مطلق میں کچھ نسبت نہیں رکھتا۔ جیسے
سمندر کو امواج و حباب کے پیدا ہونے اور فرو ہونے کی کیا پروا ہے وہ اپنی الوہیت
میں مست ہے اسیطرح ہزارہا طرح کی مخلوق جو سمجھ مختلف کاروائی کرتی ہوئی معلوم
ہو رہی ہیں اُس ذات بے پایان اور ناپیدا کنار میں موج کی نسبت بھی نہیں رکھتی۔ کئی کروڑ
برہما۔ بشن۔ مہادیو ایک ایک لحظہ میں پیدا ہوتے ہیں اور گم ہوتے ہیں۔ بیشمار برہما
مثل گرد و غبار اُٹھتے ہیں اور محو ہوتے ہیں وہاں کچھ بھی کم و بیش نہیں ہوتا۔ ایسے
عالیجناب میں ایسے خسیس کاموں کی نسبت دینی معرفت سے بعید ہے اُس ذات کی

صفت کو رکھیشر اور منیشر اوتار و دیوتا نہ سمجھ کر دم بخود ہو گئے ہیں اور جو کلمہ عام لوگوں

میں پھیلا ہوا ہے کہ کرن کراون ہار وہی ہے اُسکے یہ معنے ہیں کہ جو کچھ ہے سو وہی

ہے اُس کی ہستی میں غیر کی سمائی نہیں۔ اس فہمید سے تمام دکھ دور ہو جاتے

ہیں لیکن لوگ جو کام کرتے ہیں اُس میں اُس کو آلودہ کر کے کہتے ہیں یہ غلط فہمی ہے

یہ جہاں تماشائے خواب ہے بیت

دریائے بیکران حقیقت جہاں کہ ہست ۔۔ چندیں ہزار جامہ بدل کردہ ہر حباب

عارف کے لئے تماشا ہے اور گیانی کیلئے جالی کا پھاسا ہے ؎

گل سیزدھم

سوال۔ انسان کی پیدائش از خود ہے یا یہ مخلوق ہے اگر مخلوق ہے تو خالق کون ہے

جواب۔ انسان دو چیز سے مرکب ہے ایک روح دوسرا جسم روح کو بسبب ہستی و علم

ہونے کے مخلوق قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ آخر کار مرتی ہے

اگر روح کو مخلوق یا پیدا شدہ جانیں تو اُس کی موت بھی ماننی پڑیگی اس سے کلام الٰہی

میں فرق آئیگا۔ پس ثابت ہوا کہ انسان کی جزو اعلے یعنے روح مخلوقیت سے

مجرا یعنی ذات حق ہے اور دوسرا حصہ جسم عناصر سے مرکب ہے عناصر قدرت ایزدی

سے موجود ہوئی ہیں اور وہ قدرت قادر میں ہے پس تمام پیدائش قادر کی قدرت
سے جدا نہیں اور قدرت قادر سے جدا نہیں بلکہ عین قادر ہی ہے اور اگر ہم یہ مانیں
کہ خدا نے انسان کو بنایا تو اس سے دو سوال پیدا ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ خدا نے
کس مصالح سے بنایا اور دوسرا اُس کو بنا کر کس جگہ رکھا۔ ان کے جواب میں اوّل اگر
مصالح خدا سے جدا قایم کریں تو خدا کی وحدت میں فرق آتا ہے اور اگر خدا کی قدرت
ہی کو مصالح قائم کریں تو قدرت قادر سے جدا کسی حالت میں نہیں رہ سکتی اور دوسرا وہ
انسان بھی کسی غیر جگہ نہیں بلکہ وہ ذات خود زادن و مردن سے مبرا نام و صورت
سے معرا مکین و مکان سے فارغ خالق و مخلوق سے خارج اپنے تماشا کے عشق سے
سرشار ہو کر وحدت کو چھوڑ کثرت کو اختیار کر انواع انواع کے اجسام کی صورت میں ظاہر
ہو رہی ہے کیونکہ شوق تماشا بینی ایک سے پورا نہیں ہو سکتا تھا بلکہ صدہا طرح
کے رنگ و روپ سے بنکر آپ ہی دیکھنے والا اور دکھانے والا ہوا جیسے ایک مٹی سے کئی
صورتیں مثلاً سبو چپہ صراحی کاسہ وغیرہ ناموں سے نامزد ہوتے ہیں کیونکہ مٹی سے
کوئی کام کسی چیز کے بند رکھنے یا ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا لیجانے یا ایک
دوسرے کو لینے دینے کا نہیں ہو سکتا تھا اُس سے اُس کے پورا کرنے کے لئے اُسکو مختلف
صورتوں میں بنا کر مختلف اسماء سے موسوم کرکے کارروائی کثرت ہوتی ہے اسیطرح وہ

ذات جو بے رنگ و بے صورت و بے نام تھی اپنے شوق سے تمام رنگوں گل صورتوں اور گل ناموں میں آکر اپنے کثرت کے شوق کو پورا کرنے لگی یعنے وہی ذات لطیف خیال کثیف سے باد - آتش - آب - خاک ہو صدہا صورتوں میں تبدیل پاکر آپ سے آپ پیدا آپ ہیں آپ فنا ہونے لگی جب ایسی حالت ہے تو کس کو پیدا کنندہ اور کس کو پیدا شدہ قرار دیا جائے اس خیال دوئی کو دل سے دور کرکے یہی دیکھنا ہے کہ ایک ہی ذات احد خود بخود قائم موجود ہے اور انسان کوئی دوسری چیز نہیں بلکہ وہی ذات ہے بیت

سین انسان گر بقید از میاں　　اول و آخر نماند غیر آں

حضرت انسان کہ وصلش در جہاں چوں خلقت است

معنے اور الفہم اینجا کہ از حق صورت است

در لباس آدمی کار خدائی میکند　　آدمی را طرفہ اینجا دستگاہ قدرت است

گل چہاردہم

سوال انسان اپنی اصلیت سے کیوں گمراہ ہو گیا ہے +

جواب - بباعث نشہ کثرت و غفلت اس پر ایک مثال دیجاتی ہے -

ایک بادشاہ نے ایک روز مجلس میں معمول سے زیادہ شراب پی نشہ سے مست ہو کر محل

سے باہر نکل آیا دروازہ پر جو سپاہی کھڑا ہوا تھا اُس سے کہا کہ تو مجھے اپنے کپڑے اُتار دے
اب میں پہرہ دیتا ہوں سپاہی نے کہا حضرت آپ میرے بادشاہ و آقا ہیں یہ کیا کرتے
ہیں۔ بادشاہ نے کہا چپ رہو ایسا نہو کہ بادشاہ اندر سے دونوں کی آواز سُننے اور سزا دے
غرضکہ جبراً وہ پوشاک لے اور خود پہنکر دروازہ پر گشت کرنے لگا۔ یہ بات تمام
ملازمان میں پھیلی کہ بادشاہ آپ غیر معمول لباس میں دروازہ پر پہرہ دے رہا ہے
وزیر آیا اُسنے کہا کہ حضرت یہ آپ نے کیا کیا ہے۔ اُس وقت پھر بادشاہ کہنے لگا
کہ چپ رہو ایسا نہو کہ بادشاہ ہم دونوں کی آواز سُن کر خشمناک ہوئے۔ وزیر حیران ہوا
اُس کا باعث دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ نشہ شراب سے مست ہے یہی سوچا
کہ جب اِس کا نشہ اُتریگا یہ خود ہی اپنی کردنی سے شرمندہ ہوگا اسی طرح دوپہر تک
بادشاہ اُسی حالت میں رہا دوپہر کو اُسکو نشہ کے اُترنے سے ہوش آئی کہ میں کون ہوں۔
اور کیا کر رہا ہوں۔ یہ سوچتے ہی اُسنے اپنا لباس سپاہیانہ اُتارا اور محل میں جاکر
لباس شاہانہ پہن دربار میں آکر تخت نشین ہوا نتیجہ اس طرح ہے کہ وہ ذات
یعنے روح نشہ عشق خود بینی سے سرمست ہو محل وحدت سے باہر نکل دروازہ کثرت پر
لباس انسانی پہن گشت تعین کرنے لگی۔ کسی صورت سے یہ نشہ نہیں اُترتا۔
لیکن صرف اپنی معرفت سے جب اپنی پہلی حالت یاد آتی ہے اُس وقت اس حالت

سے شرمندہ ہو کر اُس حالت کو اختیار کرتا ہے دیگر مثال۔ ایک بازیگر سوانگ بناتا بناتا کبھی ایسے سوانگ میں مشغول ہوا کہ اُس کو اپنا نٹ پنا بھول گیا اور آپ کو وہی سوانگ مان لیا جس سے تمام تکالیف و برداشتگی برداشت کرنے لگا۔ تماشا بینوں میں سے کسی دانا نے مہربانی کر کے اُس سے کہا کہ اے بازیگر تو اپنی اصلیت کو بھول کر ایسا خراب ہوتا ہے لیکن اِس سخن سے اُس کے دل میں کچھ تاثیر نہ ہوئی۔ کیونکہ اُس نے آپ کو سوانگ مانا ہوا تھا پھر اُس دانا نے اُسکا ایک ایک کپڑا اُتار کر اُسے عریاں کیا اور پھر اُسے آئینہ دکھایا اور پوچھا کہ تو کون ہے اُس وقت اُس کو یاد آیا بلکہ یقین ہوا کہ میں سوانگی یعنے بازیگر ہوں جب سوانگی جانا اُس وقت کُل تکالیف سے خلاصی پائی اسیطرح روح مثل بازیگر کے لباس جسم کثیف و لطیف و غفلت و اسم و صفت و ذات و دولت و اقبال و غیرہ سے جو مثل سوانگ کے ہیں اپنی اصلیت کو بھول کر آپ کو انسان ماننے لگا ہے و تمام تکالیف برداشت کر رہا ہے جب زمرہ عارفان میں سے جو مثل تماشا بینوں کے ہیں کسی کو اُس کی طرف توجہ ہوتی ہے تب وہ اُس کو جتلاتا ہے اور لباس جسم کثیف و لطیف و اسم و صفت و ذات سے اُسکو مُعرّا کر کے مسائل متقدمین و سخنان محققین مثل آئینہ کے دکھاتا ہے اور پوچھتا ہے کہ اب تو کون ہے اُس وقت یہ اپنی اصلیت کو یاد کر کے کہتا ہے کہ

میں عین ہستی علم سرور ہوں ۔ میں جسم یا جسم والا نہیں ہوں ۔ **دیگر مثال** ۔ ایک
شیر کا بچہ کسی گڈریئے کے ہاتھ لگ گیا اُسنے بکریوں اور بھیڑوں میں
شامل کر دیا ۔ وہ بچہ اُن کا دودھ پیتا رہا اور اُنہیں کے ساتھ صحبت کرتا رہا جسکا
نتیجہ یہ ہوا کہ اپنی اصلیت شیر کو بھول کر آپ کو بکری یا بھیڑ ماننے لگا ۔ اُسی طرح
بولنے اور اُسیطرح گھاس چرنے ۔ ایک دن کسی دوسرے شیر نے اُسے اجڑ میں دیکھا
اور حیران ہوا کہ شیر ہو کر بکریوں میں چر رہا ہے ۔ جب اُسکے نزدیک گیا تو وہ مثل بکریوں
کے اُس سے خائف ہو کر بھاگ گیا اُسنے اُسے جبراً پکڑا اور جتلایا کہ اے بے عقل تو
آپ کو بھول کر اس قدر اندھا ہو گیا ہے کہ اپنے ہمجنس سے خائف ہوتا ہے اور غیر جنس
سے جو ہماری خوراک ہیں ہلکر رہتا ہے ۔ آ تو میری مانند شیر جنگل کا پادشاہ سب پر قادر
بجمیعں کھانے والا ہے ۔ اِس سخن سے اُسے یقین نہ آیا ۔ اِس پر شیر اُس کو لب آب
پر لیجا کر اُسے اپنا اور اُس کا عکس دکھایا اور کہا کہ دیکھ تو اور مَیں یکساں صورت والے
ہیں اس سے اُس کو یقین ہوا کہ میں بھی شیر ہوں پھر وہ گرجا اُسے دیکھکر دوسرا گرجا
تب اُس شیر نے اُس بچہ کو کہا کہ اب جا کر بکریوں میں گرج اور پھر اپنی شان دیکھ ۔
اُسنے اُسیطرح کیا تمام بکریاں اُس کی آواز سن کر خوف سے بھاگ گئیں وہ اکیلا جنگل
کا بادشاہ ہو کر رہنے لگا ۔ اسیطرح یہ روح شیر بچہ جو اس ظاہری و باطنی سے جو مثل بکریوں

اور بھیڑوں کے ہمیں ملکر آپ کو بھول گیا ہے اور اُنکے ساتھ ملکر لذات نفسانی کا گھاس
چرتا ہے اور جسم و اسم وصفت میں مثل بکریوں کے مَیں مَیں کرتا ہے جب کوئی دوسرا شیر
یعنے عارف اِس کو اِس حالت میں دیکھکر اسے ہدایت کرتا ہے کہ تو عین ذات ہے
تو یہ اُس سے خائف ہوکر نفرت کرتا ہے جب کُتب مُقدّس جو مثل آب کے ہیں وہ کھاتا ہے
اور سمجھتا ہے تو اُس کو اپنی اصلیّت سوجھتی ہے اور پھر بغرہ خودشناسی سے
تمام حواس سے الگ جسم جنگل میں بادشاہ ہوتا ہے اِن تمثیلات سے ظاہر ہے
کہ روح کو صحبت جسمانی سے ذات حق کی طرف سے گمراہی ہوئی کیونکہ لطافت میں
جب کثافت شامل ہوتی ہے اُس وقت لطافت فرامش ہوجاتی ہے اور دوسری
وجہ اِس کی فراموشی کی یہ ہے جو چیز بالکل ہی قریب ہو اُس کا علم نہیں ہوتا۔ جیسے
آنکھ میں سرمہ ہے۔ اُس کو آنکھ دیکھ نہیں سکتی یا آنکھ میں جو مردمک ہیں اُن کو آنکھ
دیکھ نہیں سکتی یا بینائی کو بینائی دیکھ نہیں سکتی اُسی طرح روح جو بالکل ہی حق کے
قریب ہے بلکہ اُسی کے آسرے ہے اُس کو بھول گیا ہے جب اُس کو جستجو کرتا ہے تو
وہی ذات سمجھنے سے واصل ہوتا ہے سوائے اسکے اور کچھ دیکھ نہیں سکتا تو ثابت
ہوا کہ قرابت ہی باعث فراموشی ہے اور تیسرا روح کو لباس جسمانی سے آلایش
غفلت ہوئی ہے جس وجہ سے یہ آپ کو محدود و موسوم و وجود سمجھتا ہے اور یہی

گمراہی اور غفلت کیوجہ سے کہ جب ذات بیچون وچرا میں خواہش چون وچرا ہوئی تو واحد سے کثیر اور بیحد سے محدود اور عالم سے غافل ہو لیعنے وہ خواہش ہی باعث گمراہی ہے۔ جب خواہش زیادتی دور ہو اور وحدت باقی رہے یہ اصلیت ہے ⁜

گل یازدہم

سوال۔ عام لوگ جسے مرنا کہتے ہیں اس کی وجہ تسمیہ کیا ہے اور بعد مرنے کے روح کہاں جاتی ہے ⁜

جواب۔ قطع تعلق نفس ناطقہ از جسم خاکی و مخالفت عناصر و ساکن شدن حواس و اعضاء و اجزائے بدن موت کہلاتی ہے۔ جسم کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل بصورت نطفہ حمل میں آکر مجسم ہونا۔ دوم لڑکپن۔ سوم جوانی۔ چہارم۔ پیری پنجم موت۔ یہ حالات جسم کی منازل ہیں۔ جس طرح دیگر منازل کو اسنے طے کیا ہے اسی طرح اسکو بھی طے کر کے اپنا سفر پورا کرتا ہے زندگی نام حرکت اعضا و صلح عناصر ہے و موت نام سکون اعضائے و مخالفت عناصر ہے اس حالت کے وارد ہونے سے جسم میں کسی چیز کا نقصان نہیں ہوتا۔ جیسے کسی دانا نے کہا ہے **بیت**

ماٹی کی ماٹی آگ اگن جل نیر پون کی پون ہوئی +

اب کس سے پوچھیں کون موا اور کس کو کہئے کون ہوئی

صرف زندگی کی مخالفت و مناسبت سے لوگوں میں یہ حالت موت کے نام سے مشہور ہے ورنہ یہ حالت تمام حالات سے افضل و برتر ہے کیونکہ اس حالت کے وارد ہونے پر تمام آفات سے فراغت اور سب افعال کا انجام ہوتا ہے۔ ع

نشنیدۂ کہ ہر کہ بمیرد تمام شد۔ بیت

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے

جب موت سے آکر کام پڑا سب قصے قضیئے پاک ہوئے

اور روح کی نسبت مختلف مسائل و خیالات لوگوں میں مشہور ہیں کئی کہتے ہیں کہ ارواح ایک جگہ جمع ہوتے ہیں قیامت کے دن اپنے اپنے اجسام کو پہچان کر اُن میں داخل ہونگے اور اپنا حساب دینگے۔ کئی کہتے ہیں کہ روح جب کردار خود مختلف قالبوں میں آتا جاتا رہتا ہے۔ تا وقتیکہ معرفت حق و خود شناسی اُس کو حاصل نہو نجات نہیں پاتا۔ کئی کہتے ہیں کہ روح کوئی چیز نہیں۔ جسم میں جو حرارت غریزی ہے اُس کو روح کہتے ہیں پس اُن کے یقین میں آنا و جانا نہیں ہے علےٰ ہذا القیاس مگر بنظر حقیقت روح پیدا ہونے اور فنا ہونے سے بری ہے اور ذات حق سے متفرق نہیں بلکہ ذات حق ہے محیط کُل ہے جہاں جسم سے ہمصحبت اور جوہر میں فاعل ہوتی ہے

وہاں روح سے موسوم ہوتی ہے جس طرح کہ جہاں پانی جوشزن ہوتا ہے وہاں موج وحباب سے موسوم ہے لیکن سوائے پانی کے اور کچھ نہیں۔ اسیطرح حق محیط کل بلکہ آپ ہی آپ ہے اُس میں صدہا طرح کے اجسام مثل موج وحباب ہوتے ہیں اور مٹتے ہیں اس میں کس کو آنا و جانا قرار دیا جاوے۔ جیسے سبوچہ کے پھوٹنے سے اُسکا خلو کہیں آتا جاتا نہیں بلکہ کُل خلو کے ساتھ شامل ہو جاتا ہے اسیطرح جسم سبوچہ کی پھوٹنے سے روح حق سے شامل ہو جاتا ہے کیونکہ آگے بھی شامل تھا صرف نظر جسمانی سے جدا یقین ہوتا ہے۔ جیسے سبوچہ پُرآب کو دریا میں رکھیں تو اُسکے اندر اور باہر سوائے پانی کے اور کچھ ہی نہیں لیکن صورت سبوچہ کے باعث وہ پانی آب دریا سے جُدا معلوم ہوتا ہے اگر سبوچہ ٹوٹ پڑے تو پانی ایک ہی ہے اسیطرح علّت جسم سے روح حق سے جُدا معلوم ہوتا ہے جب یہ علّت دور ہوئی تو دونو ایک ذات ہی ہیں۔ اور اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ اس صورت سے نیک افعال و بد افعال میں تمیز نرہی بلکہ سب یکساں ہوئے تو اسکا جواب یہ ہے کہ بیان مذکورہ بالا محقق لوگوں کے یقین کے موافق ہے ورنہ جیسا جیسا جس کو یقین ہوتا ہے ویسا ویسا اُسکو نتیجہ ملتا ہے کیونکہ اس جہان کی بنیاد خیال پر قایم کیگئی ہے سو تمام معاملات خیال میں قایم ہیں اور محقق اس خیال سے فارغ ہے۔ اس لئے تمام تعینات و اوہامات سے بھی بری ہے جیسے دو شخص ایک جگہہ باہم بیٹھے ہیں۔ ایک اُن میں سے بیدار ہے دوسرا سویا ہوا خوفناک

خواب دیکھ رہا ہے۔ اب ہمنشیں بیدار کو اُس کے خوف سے کچھ آگاہی نہیں وہ خود ہی
اپنے خیال سے آپ دُکھ پارہا ہے اور بیدار آرام سے بیٹھا ہے۔ اسیطرح عارف و جاہل ہا
دو شخص اس جہان میں موجود ہیں عارف بیدار ہے اور جاہل خوابیدہ ہے بیداری کی توجہ سے
عارف کو ایک خاص ذات ہی معلوم ہوتی ہے اور جاہل کو خواب غفلت کی توجہ سے
ایک ذات میں صدہا طرح کے خیالات و خوف وغیرہ معلوم ہوتے ہیں بیدار کے قول پر یقین کرنا
دانائی ہے اسلئے جو کچھ عارف حق بین۔ حق گو و حق جو نے سمجھا ہے وہی درست ہے یعنے
کہ نہ کچھ پیدا ہوتا ہے نہ فنا ہوتا ہے نہ کوئی کہیں سے آیا ہے نہ کہیں جائیگا۔ ایک ذات احاطۂ
فکر و قیاس سے باہر اپنے آپ میں قایم ہے ہزارہا لوگ اپنے اپنے خیالات کے توسن راہ
استدلال پر میدان ذات میں دوڑا گئے۔ دوڑاتے ہیں۔ اور دوڑائینگے لیکن بجز نادریافتگی
کے کچھ دریافت نہیں کیا اور نہ کرینگے۔ بیت

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں پنڈت کروڑ دانا ہزار سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

ہم سب لوگ ایک احاطہ میں جسکو خدا کہتے ہیں بند ہیں۔ اُسی میں سے ہوئے ہیں اور
اُسی میں رہتے ہیں اور اُسی میں سما جاتے ہیں پس ہماری ابتداء و وسط و انتہاء
ایک ہی خدا ہے بلکہ یہ کلمہ خدا کا بھی اسموقع پر مقلد ہے جب یہ صورت ہے تو کیا

کہا جاوے مکان دم زدن نہیں۔ **بیت**

لب بہ بند از گفتگو چوں وقت گفت وگوئے نیست
جائے حیرانیست در وے باش حیران دم مزن

دیگر

چشم در صنعِ الٰہی باز کن لب را بہ بند
بہتر از خواندن بود دیدن خطِ اُستاد را

چونکہ بیمار کو اپنی بیماری کے ہٹانے سے غرض ہے اِس سے اُسکا کچھ فایدہ نہیں ہے کہ بیماری کے پیدا ہونیکا باعث اور اودیہ کے پیدا ہونے کا مکان اور نشان دریافت کرے بلکہ مناسب ہے کہ حکیم کے حسب مرضی علاج کرے اور پرہیز رکھے تاکہ جلد تر شفا حاصل ہو اسیطرح ہم کو غفلت کا دور کرنا ہی فرض ہے اور اِس سے علاوہ دیگر خیالات کہ یہ جہاں کسطرح پیدا ہوا اور روح مرنے کے بعد کہاں جاویگا فضول ہیں کیونکہ جہان جس طرح پیدا ہوا سو ہوا ہم کو اِس کا دور کرنا فرض ہے اور روح بعد مرنیکے ہمارے خیال کے موافق جائینگے یعنے اگر ہم ہمیشہ حقمیں محو رہتے ہیں تو حق ہونگے۔ پس واجب ہے کہ سب کام کو چھوڑکر اس صورت سے جو اوپر بیان کیگئی ہیں خدا شناسی و خود شناسی کرے اور جہان کو بالکل معدوم تصور کرے اور ہمیشہ خوش رہے بقول حافظ **بیت**

حدیث مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بحکمت این معما را

گلشن شانزدہم

ویرانے مکان سے رنجیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے بلکہ پریشانی دل کا احتیاط کرنا واجب ہے صحبت ظاہری میں ہمیشہ خوف مہجوری درپیش ہے مگر صحبت باطنی دائماً حاصل اور خود بخود موجود ہے چشم بینا کے لئے ہر برگ و ہر خار راہبر ہے۔ اور ہر وقوعہ اُس کے واسطے سبق عبرت ہے اور ہر لفظ اُس کے لئے دفتر معرفت ہے جو اشیاء موجود ہیں تمام ہست و علم و سرور ہیں کسی میں سر مو کمی و بیشی نہیں اگر پوچھو کس طرح۔ اُسکا جواب یہ ہے کہ ہر شے جو ظاہر اور وجود دار ہے۔ پانچ امور سے ثابت و قائم ہے۔ وے یہ ہیں اسم و صفت و ہست و علم و سرور۔ سوائے ان صفات خمسہ کے کوئی چیز ثبوت نہیں ہو سکتی سو ان کی تشریح یہ ہے اِسم بمعنے نام اور صفت بمعنے شکل ہست بمعنے ہے۔ علم بمعنے یقین اور سرور بمعنے خوشی۔ جیسے میز یہ نام اور مربع یہ صفت۔ ہے ہست تینوں کا یقین علم۔ اور بعد علم کے جو خوشی ہوتی ہے۔ وہ سرور ہوا اب دیکھیئے کہ تمام اشیاء یعنے پدارتھ ان پانچ امور کر کے ثابت ہوتی ہیں مگر اسم و صفت ہر ایک شے کی جدا جدا ہے اور ہست و علم و سرور تمام کا یکساں ہے۔ جیسے میز کا اسم و صفت کرسی کے اِسم و صفت سے متفرق ہے مگر باقی تین امور ہست و علم و سرور یکساں ہیں اِسی طرح تمام اشیاء میں اِسم و صفت متفرق و مختلف ہیں

اگر ان کو اُٹھا دیا جاوے تو باقی ہست علم و سرور جو یکساں و شامل ہے برابر رہیگا
اور جو چیز متفرق و عدم پذیر ہے۔ وہ جھوٹھی ہے۔ اسواسطے اسم و صفت باطل ہیں
اُسکو باطل تصوّر کر کے اپنے دل سے بھلا دینا چاہئے اور باقی جو راست و یکساں امور
ہیں اُن کو مُصمّم کرنا چاہئے تو ثبوت ہوا کہ تمام اشیاء ہست و علم و سرور ہیں کوئی غیر نہیں غیریت
اِسم و صفت کیوجہ سے ہے اِس باعث سے جو چیز اسم و صفت کر کے جائیگیر ہے اسکو
ہمت مردانہ و معرفت یگانہ سے باہر نکالکر اور ہستی و علم و سرور میں محو ہو کر ہمیشہ خواہش سے
فارغ رہنا چاہئے جہان کو کچھ اور تصور کرنا یہی گمراہی ہے جب تحقیق کر کے دیکھا کہ
جہان اسم و صفت ہے اور اسم و صفت باطل ہے اور باطل شئے دائما معدوم ہے
اُس پر دل لگانا دانائی سے بعید ہے پھر اُس کو کوئی حالت اور شئے اور وقت تکلیف
دینے والا نہیں ہوتا ہمیشہ اپنی یکساں حالت میں خوش رہتا ہے صبر و تحمل و خوش خلقی
و یکساں نظری و استغناء وغیرہ جو کہ اوصاف ہیں اُن کو ہمیشہ اپنے عملمیں رکھنے سے
معرفت حق کی مشق خوب پختہ ہو جاتی ہے اور آزادی بھی نہایت عمدہ چیز ہے بیدردی ہائے
تعلق سے وسیلہ رستگاری کا یہی ہے ابتداء و انتہاء آرام و بیخبری ہے صرف
درمیان میں بباعث غفلت مفت کے دکھ اور سر دردی ہے سوائے حسرت و رنج کے دنیاوی
امور میں داخل ہونے سے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ پس اس خیال کو چھوڑ کر دل کو جمع کر کے

اپنے آپ میں قائم رہے جو ادسروپ ہے آزاد کون ہے جو کثیف و لطیف گیر وہنی سے فارغ ہے اور جس میں کسی طرح کی اُلفت و محبت نہیں ہے شانتی شانتی نہ کچھ ہوا ہے نہ کچھ ہوویگا اِس نسچے کو پختہ کر کے کیول شدھ چیتن آتما کو جہاں کہاں دیکھو ✤

گل ہفتدہم

دنیا جو مثل بحر عمیق بنظر سید الشئی یقین ہو رہی ہے اگر بچشم تحقیق دیکھا جاوے تو صرف خیال ہے خیال کے طلوع سے جہان نمودار ہے۔ اور خیال کے غروب سے جہان کی نابودی ظاہر ہے۔ پس کمر ہمت باندھ کر اس خیال سے پاک و منزہ رہنا چاہیے خیال سے پاک رہنے کے لئے یہ وچار سوچو کہ یہ خیال یعنے مَن کہاں سے اُٹھا ہے اور کس کے آسرے اپنے فعل کی تکمیل کرتا ہے اور پھر کس میں محو ہو جاتا ہے اور جو اُن اِن تین حالات کا شاہد ہے جب استغراق اور دانش کامل سے ثبوت ہوا کہ مجھ سے اِس خیال کی پیدائش ہے اور میرے ذریعہ سے یہ متحرک ہے اور مجھ ہی میں نابود ہو جاتا ہے میں اِن تین حالتوں کا شاہد ہوں اُس وقت پھر اس خیال کی پیروی کرنی گویا دیدہ و دانستہ چاہ عظیم میں آپ کو ڈالنا ہے خیال بمنزلہ موج ہے اور آتما مثل بحرِ عمیق ہے بحر کو امواج کے پیدا ہونے یا مِٹ جانے سے کسی قسم کی کمی بیشی نہیں۔

صرف باد کی آمیزش سے بحر صورت امواج میں ہو رہا ہے ورنہ بحر میں بلحاظ اپنی
اصلیت کے کسی قسم کا فرق نہیں آتا اسیطرح تحرک قلب سے شاہد آتما میں کسیطرح کا فرق
نہیں آتا صرف بیدانشی کے باعث سے ہزار ہا طرح کے اوہمات آپ میں دیکھتا ہے جب
یقین واثق ہوا کہ میں مَن - چت - بدھ - اہنکار - جاگرت - سپن - سکھوپت اور تمام
حواس کا دانندہ وشاہد ہوں اور ان کے افعال نیک یا بد سے مجھ میں کچھ آلائش
نہیں میں واحد - بے زوال لاشریک فارغ از این و آں - قائم بذات خود ہوں -
پھر اس کو کسی حالت میں لغزش نہیں ہوتی ہمیشہ یکساں رہتا ہے پس مناسب ہے کہ
اپنے سروپ کو بخوبی دریافت کر کے دائما اسی میں مستغرق رہو سوائے دانش حقیقت
اصل کے اور کوئی وسیلہ اس فضول سردردی سے رستگاری کا نہیں ایسے
وقت بے بہا کو دریافتگی حقیقت میں صرف کرنے سے تمام اسرار نہانی منکشف
ہو سکتے ہیں - مگر فضیلت تب ہوتی ہے جب تمام حقائق مندرجہ کتب ایزدی کو اپنے سروپ ذاتی
میں سمجھے - نہ کہ کسی غیر شے کو معبود متصور کر کے اسکے اوصاف سمجھے ؛

گلشن دہم

عقل سلیم و طبع حلیم صحبت کامل سخن کامل ہے اور اُس پر حق الیقین کرنا اور عمل
میں لانا عقل سلیم و طبع حلیم ہے۔ خواہش لذات نفسانی و تمنائے اشیاء فانی
بباعث نادانی علم سبحانی ہے جسطرح صدف میں نقرہ کا وہم بلکہ یقین صدف
کی بےعلمی سے ہو رہا ہے اسیطرح بباعث عدم شناخت ذات ہست و علم و سرور کے
شعلہ اسم و صفت مجمر سینہ میں تاباں ہو رہا ہے جسکے باعث سے صدہا طرح کے اوہامات
و تفکرات روح کو کشاکشی میں رکھتے ہیں بغور دیکھنے و سمجھنے سے ثابت ہوا ہے کہ تمام جھگڑا خیال
کا ہے اور یہ خیال اسم و صفت پر منقسم ہو کر ذات بیچون و بیچگون کو بیشمار صور و اسمائ
میں دیکھ رہا ہے اگر خیال اسم و صفت کو ایک لحظہ دل سے فراموش کر کے دیکھا
جاوے تو ایک ادوئیت نزد کار حتین ناتر ہی باقی رہتا ہے جو اصل ہے اور آغاز و انجام
تمام اسماء و صفات کا ہے۔ پس جائے غور ہے کہ جب خیال ابھی پیدا نہیں ہوا اُس وقت
کیا ہے یا جب خیال معدوم ہو جاتا ہے باقی کیا ہے۔ اُسی ذات کو اپنا آپ جان کر
قائم رہیں۔ جب خیال کا آفتاب شرق سینہ میں طالع ہوتا ہے تب شعاع اسم و صفت
ہر چہار اطراف میں نمایاں ہوتا ہے اور جب آفتاب خیال مغرب بیخیالی میں غروب
ہوتا ہے اُس وقت دھوپ اسم صفت بھی جاتی رہتی ہے۔ اسلئے آپ کو نتھکران
گا شاہد جان کر اُن سے برکنار رہنا باعث آرام ہے مر البتہ نازک لطافت ہے کہ اس کا اعتبار

ہرگز نہیں ایک لحظہ میں عرش عظمی پر عروج کرجاتا ہے دوسرے لحظہ میں تحت الثرےٰ میں تنزل پاکر پریشان ہوجاتا ہے۔ پس اس مَن کی رفتار کا خیال بہرحال واجب ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے سروپ سے لحظہ بھر بھی غافل نہ ہوئے جب سروپ سے غافل ہوا اُسی لحظہ میں مَن روپ بھوتنا اپنے کرداروں کو ظاہر کرتا ہے۔ مَن مثل کوئلہ کے ہے کوئلہ کسی صورت سے سفید نہیں ہوسکتا نہ صابون سے ہو اور نہ دیگر مصالحے سے صرف آگ میں ڈالنے سے اپنی سیاہی کو چھوڑ کر روشن جامہ کو اختیار کرتا ہے اسیطرح مَن کسی اور حالت یا حیلہ سے اپنی عادت کو نہیں چھوڑ سکتا صرف آتم گیان سے اس کی چنچلتا یعنے پریشانی دور ہوجاتی ہے پس واجب آیا کہ اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے کام کرتے دیتے لیتے سدا چیتن نرو کار آتم سروپ میں قایم رہیں جو معدن آرام و استقلال ہے سوائے اسکے نہ کچھ ہوا ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے جب خیال اُٹھے اُس کو اُسی وقت روکو اتنی فرصت نہ دو کہ پھیل کر اپنا اثر پیدا کرے بنظر غور حواس اور نفس کو شامل نہ ہونے دو کیونکہ جب یہ دونو شامل ہوجاتے ہیں اُس وقت جیو آتما پر غالب آکر اپنی مرضی کے موافق کام کرا لیتے ہیں جگت صرف اسم ہے اور تمام الفاظ نیک خواہ بد صرف خیال ہے سب کو دل سے فراموش کرکے نروکلپ رہنا ہی رستگاری ہے +

گلِ نوزدہم

فرد

دریاب کہ کیست در دو عالم   مائیم بذات خویش مائیم

دیگر

ماشاخ درختیم پُر از میوۂ توحید   ہر رہگذرے سنگ زند عار نداریم

مایا و برہم برائے نام دو ہیں ورنہ ایک شے ہی کثرت کے باعث سے مایا نام اور وحدت کے باعث برہم نام سے موسوم ہے جیسے کہ آفتاب و دھوپ ایک ہی چیز ہیں لیکن بباعث زمین و دیوار و اشجار کے دھوپ سورج سے جدا معلوم ہوتی ہے حالانکہ جدا نہیں اسیطرح جو کچھ دیکھ رہے ہو سب برہم ہی برہم ہے سوائے برہم کے جو نظر آوے سب کو مثل فرزند عقیمہ سمجھو۔ فرد

حق جانِ جہان است جہاں جملہ بدن   اقسام ملائکہ حواسِ این تن

اجرام و عناصر و موالید اعضا   توحید ہمین است دگر حیلہ و فن

آئینہ توحید پر از زنگ کثرت ہوگیا ہے جسکے باعث اصل نظر جاتی رہی ہے جب صیقل فہمیدہ وحدانیت سے پھر صاف کیا جاوے تو اصل حقیقت منکشف ہو آئینۂ دل پر بباعث

کثافت حرص و تمنا و الفت وغیرہ کے راستی معکوس نہیں ہوتی۔ اور سوائے پردہ تعین
کے اور کوئی پردہ نہیں تھا سو پردۂ تعین صرف اسم و صفت ہی ہے اگر اس پردہ کو
دل سے اُٹھا کر دیکھئے تو نہ کوئی جہان ہے اور نہ کثرت کا نشان ہے جب خیال باہر
کیطرف ہوتا ہے تو صدہا طرح کے اسم و صفت کے ساتھ شامل ہوکر پریشان
ہوتا ہے اور جب حجرۂ دل میں مقیم ہوکر ذات مطلق کی عمق میں غرق ہوتا ہے تو اپنی
ہستی کو بھی گم کرکے واصل ذات ہوتا ہے جمعیت و طمانیت مثل گوہر اسکے ہاتھ لگتے
ہیں پس واجب ہے کہ جسقدر ہو سکے برتی یعنے خیال کو باہر یعنے کثرت سے روک کر اندر
کیطرف یعنے ذات مطلق میں جو حالت بیخیالی کی ہے اور جہاں سوائے ہست و علم و سرور
کے کوئی نشان نہیں ہوتا قائم کرے خیال کو مذبذب کرنے میں آرام نہیں بلکہ جمع
کرنے میں آرام یا آسائش ہے اسیوقت ضبط ہوگا جب آپکو محیط عین ہستی و علم و
سرور دیکھو گے جسم کے تعلق سے بالکل بری اور مایا کے رشتہ سے فارغ نام روپ
سے معرا سمجھو گے۔ کیونکہ علت عظیم اس ظاہری گرفتاری کی صرف تعلق جسمانی و
اعتقاد اسم و صفت ہے۔ جدا کاس میں چیت کے پھرنے سے جگت اُتپت ہوا جب
پھرنا گم ہو جاوے تو جگت کہاں ہے تمام وہم ہے فہم سے دور ہو جاتا ہے جہان کو
مثل آب سراب جان کر اُس کی لذات کیطرف خیال کو مائل نہ کرنا بعین حیات نجات

حاصل کرنا ہے۔ خواب کی کس حالت پر شاداں اور کس حالت پر غمگین ہوویں جب
اُس کی تمام حالتیں نمود بے بود ہیں کوئی حالت نہ راست ہے اور نہ دروغ بلکہ ہیچ ہے
پس ہم کو نہ شاداں ہونا ہے نہ غمگین یکساں فراتِ عین علم میں محو رہنا ہے جیو
اور برہم میں صرف خواہش ہی کا فرق ہے خواہش کی صحبت سے برہم بدے گر کر جیو کے
درجہ کو پہنچا ہے پھر جب خواہش سے بری ہووے تو شدھ برہم ہے۔ گیان کا سمجھنا
اور قائم کرنا ہمارے لئے فرض عظیم ہے۔ جسم جو ذریعہ حصول معرفت کردگار ہے اُس کا
کوئی بھروسہ نہیں جسقدر جلدی ہو سکے اِسکو یقین کر لینا چاہیئے +

گلِ بستم

سوال۔ وساوس قلبی کے دور ہونے پر سرور سرمدی کس طرح حاصل ہوتا ہے +
جواب۔ اول سمجھنا چاہیئے کہ سرور سرمدی کس کو کہتے ہیں سرور سرمدی نہدا
آنند کو کہتے ہیں۔ جو سروپ آتما کا ہے سو آتما دائیما اپنی حالت ہستی و علم و سرور یعنے
ست چت آنند میں قائم ہے۔ کوئی چیز یا زمان یا مکان آتما کو اپنی اصلی حالت سے
تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر بباعث عشق ازلی یعنے مایا کے خواہش کثرت
سے حالت ہستی علم و سرور میں فرق معلوم ہونے لگا ہے سو مایا کچھ چیز نہیں ہے آتما کے

پوشیدہ کرنے کو مایا میں طاقت نہیں بلکہ مایا آتما کے آسرے ہے اور آتما کو ڈھکنے یعنے پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتی ہے جسطرح پانی سے سوال پیدا ہوکر پانی کو پوشیدہ کرلیتا ہے یا جسطرح تاریکی گھر کی دیواروں سے پیدا ہوکر گھر کو تاریک کردیتی ہے اُسیطرح مایا نے آتما سے ظہور پاکر آتما کو ڈھانپ لیا ہے۔ سو مایا۔ اودیا۔ اور اگیان ایک ہی چیز کے نام ہیں۔ اور اگیان یعنے غفلت قلب میں مُقیم ہوتی ہے قلب نام انتشکرن کا ہے جو من۔ چت۔ بُدھ۔ اہنکار سے موسوم و موصوف ہے۔ تاوقتیکہ انتشکرن غفلت سے پُر ہے جو محض وساوس و خیالات ہے تب تک صاف عکس کے اختیار کرنے کے قابل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اودیا میں جو چیتن کا پرتبنب یعنے عکس ہے اُسکو جیو کہتے ہیں سو جیو بھاؤ تب گم ہوگا جب اودیا اور اگیان دُور ہونگے۔ اگیان گیان سے معدوم ہوگا اُسیطرح جب دانش حقیقی اور فہمید صلیت سے غلاظت اگیان یعنے غفلت دُور ہوئی اُس وقت آتما جو ست چت آنند ہے ظاہر ہوگا۔ ظاہر کیا بلکہ اپنا آپ یقین ہوگا۔ جب ست چت آنند آپ کو جانتا ہے سرور سرمدی حاصل کرتا ہے۔ سو اس کو روکنے والا سوائے اگیان کے اور کوئی نہیں۔ کیونکہ آتما سدا پرابت یعنے دائما حاصل ہے اور جگت سدا نبرت یعنے دائما فانی ہے صرف اگیان کے باعث سے آتما اپرابت یعنے بیحاصل ہے۔ اور جگت ست یعنے باقی معلوم ہو رہا ہے جب

گیان حاصل ہوا تب تمام واہمات اور وساوس نہیں رہتے۔ جب وساوس نہ ہے
پھر سرور سرمدی ہے تمثیل :- جیسے رسن میں وہم مار کا ہونے سے جو خوف عاید
ہوتا ہے وہ خوف رسن کی شناخت سے معدوم ہو جاتا ہے حالانکہ اول اور آخر مار رسن
میں بالکل موجود نہیں صرف درمیان میں بباعث بعلمی رسن کے جو منجملہ وساوس قلبی کے
ہے مار یقین ہو رہا ہے یعنے ایک چیز میں دوسری چیز کا علم ہو رہا ہے جو تینوں زمانوں
میں اُس میں نہیں تھی اور کسقدر تکلیف دہ ہو رہا ہے۔ جب بار رسن کا علم ہوا اُس وقت
مار اور مار کا خوف گم ہو جاتا ہے۔ اور خوشی حاصل ہوتی ہے اسیطرح آتما کے اگیان سے
جگت یقین ہو رہا ہے اور اس میں صدہا طرح کے تفکرات اور وساوس یعنے حیات وممات
وگناہ وصواب اول وآخر کمی وبیشی یقین ہو رہے ہیں۔ جب آتما کا گیان ہوا اُس وقت
جہان جو اول بھی نہ تھا گم ہو جاتا ہے سو جگت کیا ہے صرف پردہ تعین ہے۔ جب
پردہ تعین یعنے وسوسہ قلبی دور ہوا تب سرور سرمدی حاصل ہوا۔ سو ثبوت ہوا کہ وساوس
قلبی کے دور ہوتے ہی آبحیات سرور سرمدی حاصل ہوتا ہے +

گل بست و یکم

خیال کے طلوع سے اول اور خیال کے غروب کے بعد جو ذات شاہد وباقی ہے اسکو

اپنا آپ پہچانو اور جہاں خیال جاتا ہے اُس سے اول جو وہاں موجود ہے سو حق یعنے آتما ہے
خیال کی پیروی سے شادی و غم و گرفتاری و رستگاری ہوتی ہے اور شاہد رہنے
میں سب تعیّنات سے آزادی حاصل ہے جسقدر کارروائی حواس ظاہری و باطنی سے
ترکیب جسم میں ہو رہی ہے اُس میں اپنا تعلق ماننا باعث گرفتاری و غفلت
ہے۔ دانش حقیقی سے آپ کو اِس تعیّن سے منسوب نہ کرنا صرف ذات بیچون و چرا
کو حرکت و فعل و خیال سے فارغ جانکر قائم بخود رہنا ذریعہ تسکین خاطری و رستگاری
ہے۔ موجودگی جسم میں کوئی وسیلہ بجز نابود سمجھنے دیدنی و بدن و کاروبار کے
ذریعہ رستگاری و آزادگی کا نہیں۔ جس قدر امراض و عیوب جسم میں بھرے
ہوئے ہیں تا دم واپسیں اِس کے ہمراہ ہیں حواس اور قلب اپنے اپنے فعل میں
شاغل رہتے ہیں۔ کوئی جسم ایسا نہ ہوا ہے اور نہ ہوگا جو اپنے لوازمات سے
کسی قدر کمی رکھتا ہو۔ صرف اتنا فرق ہے کہ کسی میں ستوگن یعنے دانش غالب
ہوتی ہے اور کسی میں رجوگن یعنے فطرت زیادہ ہوتی ہے اور کسی میں تموگن یعنے
غفلت باعث ضلالت ہوتی ہے۔ جن میں ستوگن کی زیادتی ہے وے بلاہائے زمانہ
سے مامون ہو کر سفر جسمانی طے کرتے ہیں۔ یعنے بذریعہ دانش حقیقی تغیر جسمانی
و حوادث آسمانی میں نظر یکسانی رکھکر دام گاہ جسم میں عیوب و افعال جسمانی سے آزاد

رہتے ہیں اور جو لوگ رجوگن وستوگن کے زیر ہو کر فعل کرتے ہیں اُن کو ہمیشہ رنج و تعب
آمدن و شُدن رہتا ہے اور جیتے جی بھی تبدیلات زمانہ کے حوادث و تشاویش سے
سبکبار نہیں رہتے پس واجب ہے کہ بہرحال اپنی عادات کو اوصاف حمیدہ بنا کر حسب قواعد
ستوگن تعلق ہستی موہوم کو توڑ کر گذران کرے۔ جب کچھ عرصہ اس شغل میں بسر ہوگا اُس وقت
تمام قیود سے خلاص ہو کر عین مطلق ہوگا۔ گنوں (صفات) سے رہت (فارغ) گناتیت (بے صفت) ہوگا۔ جب
ایسا نازک معاملہ ہے کہ کسی کو ایک لحظہ بھی جسم کے تعلق سے گریز نہیں ہو سکتا تو شائقین
رُستگاری کو اس زندگی عارضی میں احتیاط واجب ہے کیونکہ کوئی لحظہ حالت بیداری
و خواب و خواب گراں میں ایسا نہیں کہ جس میں جیو کو تعلق بدن سے فراغت ہو اور بدوں
قطع تعلق بدن جیو کو درجہ اعلےٰ یعنی پرم برہم حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے تمام اطراف سے
خیال کو یکجا کرکے وچار کرے کہ جیو آتما کا سریر کے ساتھ تعلق کسی حالت میں نہیں ہے
جاگرت سُپن سکھوپت بار بار آتی جاتی ہیں اور میں ان تینوں کا شاہد ہوں پس میرا
اور سریر کا کسی صورت سے تعلق نہیں بن سکتا جب اس صورت سے اُسنے آپ کو سریر کے
دھرموں سے جُدا مانا تو اُس وقت اُسکے اعمال اور نتیجہ اعمال سے بھی دامن کش ہوگا جب
اس درجہ پر پہنچا تو شادی وغم۔ نیک و بد۔ خوب و زشت میں مساویت ہوگی جب ہر حال
میں یکساں ہوگا تو جاگرت سُپن و سکھوپت سے برتر ہو کر تریا یعنے عالم ذات میں مقیم ہوگا

گویا خود بخود خدا ہو کر خود بخود قایم رہیگا +

گُلِ نسبتِ دوم

دل ایسی نازک طاقت ہے کہ جس چیز کیطرف مائل ہوتا ہے اُس کی صورت مین مُبدل ہو جاتا ہے دنیا میں تمام کاروبار بامداد دل کے ہو رہے ہیں اگر دل مائل نہو تو کوئی کام نہیں ہو سکتا جسقدر اشیاء موسومہ و موصوفہ احاطہ فکر و قیاس میں آ سکتی ہیں وہ کیا ہیں برتی یعنے خیال براہ آنکھوں سے نکلکر تمام صورتوں اور جسموں کی شکلوں میں آ جانیکے نام سے یقین ہوتا ہے۔ وجود کُل اشیاء مرکب از عناصر خمسہ ہیں اور علم اشیاء برتی یعنے خیال سے ہوتا ہے سو اسطرح ہے کہ انتہکرن کی برتی معہ چیتن کے آنکھوں سے نکلکر پدارتھ یعنے شے سے شامل ہوتی ہے وہاں چیتن روشن کنندہ ہے اور برتی دور کنندہ بعلمی اُس چیز کی ہے۔ یعنے برتی معہ چیتن کے اُس شے سے جو معہ چیتن کے ہو شامل ہو کر ایک روپ ہو جاتی ہے چیتن واحد ہے سو اُس کی ایکتا ظاہر ہے اور برتی عناصر کا لطیف حصہ ہے اور وجود عناصر کا کثیف حصہ ہے سو لطیف حصہ کثیف سے شامل ہو کر اس کی کثافت کو معلوم کرتا ہے۔ اس صورت سے ایک چیز کا علم ہوتا ہے یا رویت ہوتی ہے پس کیا ہوا چیتن کی چیتن کے ساتھ ایکتا ہوئی یا خیال صورت وجود میں ہو کر موسوم و موصوف ہوا۔ تو پھر موصوف تو نہیں

یہ ثابت ہوا کہ وجود اِس خیال کا کوئی نہیں صرف معلمی سے وجود یقین ہو رہے
ہیں۔ جس صورت سے یہ برتی باہر کیطرف جا کر تمام ظہورہ کو پیدا کرتی ہے اور صدہا طرح کے
وجود و اشکال دکھاتی ہے اگر اُس کو اندر کیطرف مائل کیا جاوے تو پرماتما سے ایک
روپ ہو کر پرماتما میں مگن ہو جاوے۔ پس مناسب ہے کہ ظاہر اسباب سے اِس لطیف طاقت کو
ہٹا کر معنے کیطرف متوجہ کیا کریں اور پھر خیال ہے کہ راہ گوش سے صورت آواز میں جو کچھ
اَستھکرن یعنے قلب میں معکوس ہوتا ہے یا راہ چشم سے صورت بصر میں جو کچھ منظور
ہوتا ہے یا راہ زبان سے صورت ذائقہ میں جو کچھ معلوم ہوتا ہے یا راہ بینی سے صورت بو میں جو کچھ
مشموم ہوتا ہے۔ یا راہ لمس سے صورت مس میں جو کچھ محسوس ہوتا ہے وہ تمام برتی کے
ذریعہ سے مفہوم ہوتا ہے۔ گویا برتی اُس کی صورت کو اختیار کر کے اُسیطرح ہو جاتی ہے
اور ہمیشہ برتی کو اِن حواس خمسہ سے اور اِن حواس خمسہ کو برتی سے تعلق ہے کیونکہ بدوں یکدگر اپنی اپنی
کارروائی نہیں کر سکتے اسلئے مقام احتیاط ہے کہ جس چیز کے لئے پانچ راہ اخراج کے
ہوں اور تمام لذائذ مختلفہ سے معمور ہوں اُس کی حفاظت نہایت ہی مشکل ہے سو اگر اسکو انکی
صحبت سے دور کر کے آراستہ کرنا منظور ہو تو حتے الامکان برتی کو اشیاء ظاہری کی طرف
متوجہ نکرے ہمیشہ معنے میں مستغرق رکھے۔ اور اسقدر پختہ مشق وحدت کی کرے کہ جب برتی راہ
چشمان سے نکلکر باہر کیطرف مائل ہو تو وہاں بھی بجز ذات برّی از صفات کے اور کچھ نہ دیکھے اور

راہ گوش سے جو آواز سنائی دے سب کو نغمۂ توحید یقین کرکے قائم رہے زبان سے
جو ذائقہ معلوم ہو کر اُس سے لذت حاصل ہو اُس لذت کو اپنی لذت تصور کرے
کیونکہ معدن لذت کا سرور آتما ہے اور کسی شے میں ذائقہ نہیں ہے راہ بینی سے جو
بو خواہ خوش خواہ بد آوے دونو کو عین علم مانکر یکساں رہے اور حس لامسہ سے جو خلاف
سردی و گرمی و درشتی و نرمی محسوس ہو اُس میں اپنے آپ کو شاہد یقین کرکے لغزش پذیر
نہووے سو یہ مشق تین امور سے پختہ ہوتی ہے ۔ ویدیں تت گیان یعنے علم اصلیت
خود منوناس یعنے نفس کو مارنا و واسنا کہے یعنے خواہش کو دور کرنا تت گیان نام ہے
اپنی ذات کو بخوبی پہچاننے کا بذریعہ ویک جس کو تمیز حق و باطل کہتے ہیں ۔ آتما
کو جسم کثیف و لطیف و الطف و جاگرت (ناسوت) و سپن (ملکوت) و سکھوپت (جبروت)
سے جُدا جاننا اور پھر اُس آتما کو شدھ نربکار ۔ ست چت آنند ۔ بودھ روپ
(پاک) (بے عیب) (باقی) (علم) (سرور)
چدگھن سمجھنا اور یقین کرنا کہ سو آتما میں ہوں اور میں سو آتما ہوں ۔ اس علم کو
تت گیان کہتے ہیں منوناس اُسکو کہتے ہیں کہ من کو حواس خمسہ باطنی کی لذات سے
بلند رکھنا گیا معنے کہ حواس کو محسوسات کو اور من کو ہیچ جانکر ان کا شاہد رہنا و واسنا کہے
واسنا کے ناس کرنے کو کہتے ہیں ۔ سو واسنا تین قسم کی ہوتی ہے ایک لوک واسنا دوسری
شاستر واسنا تیسری دیہ واسنا ۔ لوک واسنا یہ ہے کہ تمام لوگ میری تعریف کریں کوئی

شخص میرا نام بدی سے یاد نہ کرے۔ سو یہ خیال محض خبط ہے ایسا کام اس طلسم آباد
جہان میں ناممکن ہے پس اس خواہش سے بھی دل کو پاک رکھے۔ اور شاستروا سنایہ ہے
کہ دائیما شاستروں کو پڑھنے اور لوگوں پر اپنے دلائل و محاورہ شاستر سے فتح حاصل کرنے
اور اپنی شہرت کے لئے سخنان شاستروں کو خوش آوازی سے نغمہ سرائی کرنے میں
مشغول رہنا۔ سو یہ تینوں امور محال اور تغیر پذیر ہیں کیونکہ انسان کی عمر اسقدر غیر مکتفی
ہے کہ اگر کل عمر تعلیم کتب میں صرف کیجاوے تاہم بھی علوم و کتب درجہ اختتام پر نہیں پہنچینگے
پس کیا حاصل کہ اس خام خیال میں اپنی نقدی حیات ضائع کرنی اور پھر بھی خواہش
کی تکمیل نہوئی پس یہ بھی داخل نادانی ہے اور اگر اس خیال سے کہ غیر محفلمیں
بامداد دلائل و سخنان شاستر میں ظفریاب ہونگا سو وہ بھی قاعدہ کلیہ نہیں کبھی
یہ فتحیاب ہوتا ہے کبھی کوئی دوسرا اسکو مغلوب و شرمندہ کرکے خود فتحیاب
ہوتا ہے یا کبھی ایسا موقع ہوتا ہے کہ اسکو موقع پر سخن فراموش ہو جاتا ہے یا پورا
پورا ادا نہیں ہو سکتا اس وقت نہایت ہی رنج نمودار ہوتا ہے پس یہ خیال بھی قابل
ترک ہوا تیسرا سخنان یا ابیات کو خوش آواز سے پڑھ کر شہرت حاصل کرنی سو یہ
بھی دائیما نہیں رہ سکتا کیونکہ انسان کی طبع عنصری ہمیشہ زیر حادثہ تبدیل رہتی
ہے۔ جب کبھی آواز بگڑ گئی اس وقت یہ خیال بھی جاتا رہتا ہے پس تینوں قسم کی

شاستر واسنا کو واہیات اور فضول جان کر دل سے نکالنا چاہئے تیسری دیہ واسنا یہ
ہے کہ دائما جسم کو بذریعہ عمدہ غذا و ادویہ مُجرّب مقوّی وفربہ رکھنا اور خواہشمند لذات
نفسانی کا رہنا۔ عمدہ پوشاک وبوہائے عطر وغیرہ سے جسم کو آراستہ کرنا اور
دیگر سامان لذات سے جسم کو مالا مال کرنا یا آنکہ جسم کے پاک کرنے کے لئے برت یعنے
روزہ رکھنا۔ تیرستھ جاترا یعنے مقام متبرک کیطرف سفر کرنا سو یہ خیال بالکل ناقص ہے
کیونکہ جسم فانی ہے اسکے فربہ ہونے یا طاقتور رہنے کی ہمیشہ امید رکھنی غلط فہمی ہے
ضرور کسی نہ کسی وقت پر عارضہ میں گرفتار ہو کر لاغر و ناتوان ہوگا۔ غذا و پوشاک کچھ نہ چاہیگا
اور نہ کوئی لذات نفسانی پوری ہو سکینگی اُس وقت تمام خوشی رنج میں مُبدل ہوجاویگی
پس واجب ہے کہ اس خواہش کو بھی ناقص جان کر دل سے نکالے اور دوسرا جسم ایسا پلید
ہے کہ اس کا پاک کرنا احاطہ امکان سے باہر ہے اس کی ترکیب استخوان و گوشت وچرم
وخون ورگ وپے ونجاست وپیشاب سے ہے۔ ایسے جسم کی پاکیزگی کرنی محض نادانی ہے
سوا اس خواہش کو بھی پاک رہنا آیا ہے اس صورت سے تینوں قسم کی واسنا سے دل
کو صاف رکھکر اور من کو لذات نفسانی سے روک کر دائما تت گیان میں شاغل رہنے سے برتی
برہماکار ہو جاتی ہے جب برہماکار ہوئی اُس وقت برہم روپ ہوتی ہے پھر خواب میں
بھی دوئی یا نشان دوئی جو جہان ہے نظر نہ آئیگا پس واجب ہے کہ اس خیال کو آتما کیطرف

مائل کرکے برہمانند میں مگن رہے جو ہمیشہ ہے اور یکساں ہے سوائے اسکے اور لذات
فانی اور تغیر پذیر ہیں وقت کو صحبت جہلا میں نہ گزارنا چاہیئے عادت نہائت لطیف
شے ہے جب یہ دل میں بیٹھ جاتی ہے اُس وقت اسکا نکلنا نہائت ہی مشکل ہوجاتا ہے
اور آرام اِس حیات مستعار میں صرف حسن عادت سے ہے بلکہ اگر بغور دیکھئے تو بندہ صرف
عادات سے ہے اور اگر اِن عادات کو چھوڑ دے تو وہی خدا ہے پس اپنے اعمال کا محاسبہ
بہرحال واجب ہے ٭

گلدستہ سوم

ایک لحظہ ذات فارغ از اسماء و صفات و جمیع اسماء صفات سے غافل ہونا دام بلا ہائے
زمانہ کجرفتار میں گرفتار ہونا ہے اور دائما دائیم السرور میں مستغرق ہونا آشوبہائے روزگار
ناہنجار سے مامون ہونا ہے

فرد

پس از صد سال این نکتہ محقق شد بخاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

دیگر

جدا شو از دو عالم تا توانی با خدا بودن
کہ دارد در دسر بسیار با خلق آشنا بودن

خوشی نام نکھیتی خیال کا ہے اور غم و اندوہ صفت انتشار خیال کی ہے پس جہانتک ہوسکے اِس باوفتار مَن کو جسکا قدم بصورت خیال عرش سے فرش تک پڑتا ہے نام اور انش سے روکے سو ونش یہ ہے کہ ہمیشہ مَن کا شاہد رہے یعنے جب ایک مکان سے ورتی یعنے خیال دوسرے مکان کو جاتا ہے تو جہاں وہ جاتا ہے اُسکے جانے سے پہلے اور اُسکے استھان اور اُس کی واپسی کے بعد جو ذات قایم و باقی ہے اُس کو اپنا آپ سمجھے ہمیشہ مَن کے کرداروں کا شاہد اور بینا رہے تاکہ دشمن خونخوار جو مَن ہے خود بخود دوست وفادار ہو جاوے کیونکہ مَن۔ چت۔ بُدھ۔ اہنکار جو انتھکرن کے نام سے موسوم ہیں اصلیت سے جڑ یعنے بےعلم و مُردہ ہیں۔ آتما کی چیتنتا سے چیتن ہوکے اپنے افعال میں فاعل ہوتے ہیں اگر آتما اپنے سوبھاؤ میں قایم ہو جاوے تو مَن وغیرہ مثل سنگ کے ساکن ہیں پس تم اپنے سوبھاؤ میں قایم رہو سو تمہاری عادت ہی تمہارا سروپ ہے خود بخود روشن عین علم تمام کا شاہد اور تمام خیالات کے اوّل اور آخر ست چت آنند۔ اکھنڈ[1] نراکار[2] برہم[3] انگت[4] پورن[5]۔ آچت[6]۔ یہ کُل تمہارے ذاتی اوصاف ہیں اِس لئے تمہارا سروپ ہیں۔ اِن کو بار بار مَن کے ساتھ یقین کرو۔ جب یہ معنے دلنشیں ہو کر یقین واثق ہوگا اُس وقت مَن برہم روپ ہے جسطرح ٹکڑہ آہن خواہ مربع خواہ مستطیل خواہ مدور جب آتش

---

[1] قسمت پذیر نہیں ہے + [2] بے صورت + [3] پورن۔ یا محیط + [4] یکساں + [5] محیط کُل شے + [6] بذات خود قایم +

سوزاں میں ڈالا جاوے تو اُس کے ساتھ شامل ہونے سے آتش ہو جاتا ہے یعنی کل اوصاف آتش مثلاً تپش۔ سوزندگی۔ شعاع اُس میں نمودار ہو آتے ہیں لیکن اُس کی صورت خواہ مربع خواہ مستطیل خواہ مدور بدستور رہتے ہیں ایسے ہی برتی مثل ٹکڑہ آہن کے ہے اور پُھرنا اس کی صورت ہے جب آتش برہم گیان میں ڈالی جاتی ہے کیا معنے جب برہم گیان کی مشق کرتی ہے اُس وقت اُس کی صحبت کے فیض سے یہ بھی برہم روپ ہو جاتی ہے مطلب یہ کہ ہر سہ صفت برہم جو ست چت آنند ہیں اُس میں نمایاں ہو آتی ہیں۔ نمایاں کیا بلکہ برتی ست چت آنند روپ ہو جاتی ہے۔ لیکن اس کی صورت جو پُھرنا ہے وہ بدستور قایم رہتا ہے وہ پُھرنا اُس وقت برہم روپ ہو جاتا ہے اور برتی برہم آکار ہو جاتی ہے پس ہم کو بار بار اپنے سروپ کا فکر و یقین و یادگاری کر کے اس برتی کو برہماکار کرنا ہے اسی کا نام سمادھ ہے اور اسی کو نربان اور پرم پد کہتے ہیں۔ جاگرت سپن سکھوپت یہ تینوں اوستھا برتی کی ہیں۔ جب برتی آنکھوں میں ہوتی ہے وہ جاگرت ہے۔ جب گلو میں ہوتی ہے وہ سپن ہے۔ جب ہردے میں ہوتی ہے سکھوپت ہے پس جاگرت و سپن و سکھوپت برائے نام ہیں برتی کی رفتار سے جو منازل قایم ہوئی ہیں ان کا نام جاگرت سپن سکھوپت کہا گیا ہے۔ جب برتی برہم گیان کے شغل سے برہم روپ ہو جاتی ہے تب اُس کی رفتار و نزول کی منازل بھی برہم روپ ہوتی ہیں جہان اور کچھ چیز نہیں

صرف برتی کا ہنگامہ ہے۔ اسی کا باہر آنا صورت جہان اور اندر جانا عدم جہان ہے
پس مناسب ہے کہ دائما برتی کو اندر کیطرف مائل کرے اندر سے مراد آتما ہے اور باہر
مراد سریہ ہے دوسرا اس علاج سے بھی من قیام پکڑتا ہے یعنے جہان جہان من کی
برتی جاوے وہاں وہاں برہم کو سمجھے گرو جب ہر چہار طرف برہم نظر آیا اس کا جانا
کہاں رہیگا۔ جب اس صورت سے بیداری میں شغل پختہ ہوا تب خواب میں بھی اسکا اثر
نمودار ہوگا۔ شائق کو چاہئے کہ ثابت قدم ہو کر بار بار اپنے سروپ کی وچار ست شاستر ونکے
سرون اور من سے پچھہت کرنے میں مشغول رہے۔ سستی کو ہرگز راہ ندیوے۔ پرکھارتھ
کو پیش نظر رکھے +

گل بست و چہارم

قطع الفت جسمانی حصول لطف یزدانی ہے سوائے اسکے ترک کے کسی درجہ مقبولی حاصل نہیں ہوتا فرد

هر که ترکِ تن نگرد از زندگانی برنخورد — راهِ خیر گر هست کفشِ تنگ را در کندن است

زهرِ دنیا گرچه کم میگردد از تریاق عقل — بهترین افسون مار از دست خود افگندن است

ضرور جبتک جسم موجود ہے تب تک اسکو آب و نان سے پرورش کرنی ہوتی ہے بقول دانا ؎

تا رسد وقتیکه باید برزمین انداختن — جامهٔ تن را بآب و نان رفو میکنم

لیکن عارف و جاہل میں اتنا فرق ہے کہ عارف کو بجز حق کے اپنے وجود تک بھی کچھ یقین نہیں ہوتا اُس کی نظر و یقین و قول و فعل حق ہی حق ہے اور جاہل کو یقین ہے کہ میں صرف تن ہوں سوائے آفاقی اسباب جہان کے اُس کی نظر و یقین و قول و فعل میں اور کچھ بھی نہیں ہے پس مناسب ہے کہ اُلفت جسمانی چھوڑ کر عاشق جان ہووے جب جان کا طالب ہوا تو جسم کی قید سے رہائی پاکر خود جان ہوگا یہی تعجب ہے کہ جو ذات بصورت جان حُجرۂ دل میں مقیم ہے اُس کی جستجو میں بیرونی حالات کی تبدیل یا ایک مکان سے دوسرے مکان کے انتقال سے اپنی طلب ظاہر کرتے ہیں سوائے دریافت حقیقت جان مشاہدہ جانان نہیں ہو سکتا جیسا فرمودۂ عارف ابیات

گہ درون خرقہ گہے در کفن میجویمش | او درون جان و من در پیرہن میجویمش
او درون جان تو اندیشہ کرم صحبت ماست | من چراغ دل بکف در انجمن میجویمش

ذرہ جب تک اپنی اصل چشمۂ آفتاب میں محو نہ ہو تب تک ذرگی سے عروج نہیں پا سکتا قطرہ جب تک اپنے اصل کو نہ سمجھے اور اپنی ہستی حقیقی یقین نہ کرے تب تک یقین قطرگی سے نجات حاصل نہیں کر سکتا پس جزئیت کی یقین گرفتاری و مجبوری ہے اور کلیت میں محو ہونا اور عین کلیت آپ کو دیکھنا رستگاری اور وصال ہے بیت

ذرہ چون محو آفتاب شود | ہمچو قطرہ کہ محو آب شود

یہ عشق ہے کہ قطرہ کو دریا اور ذرہ کو آفتاب دانہ کو خرمن اور عاشق کو معشوق کر دیتا ہے۔ دو کا ایک ہونا بدوں عشق کے ناممکن ہے۔ فرد

رتبۂ شمشیر را از یک دو کردن بیش نیست
عشق را بازم کہ تیغ او دو را ایک میکند

پس عشق کو اپنے دل میں مقیم کر کے راہ حق میں قدم اُٹھاوے تاکہ ایک لحظہ میں فرش ناسوت سے عرش لاہوت پر پرواز کر کے منزل گزین ہووے۔ سوائے ذات احد بیچون و بیچگون بحت کے نہ کچھ ہوا ہے اور نہ کچھ ہو گا۔ اگرچہ کثرت کا ہنگامہ بیشمار اور دور و دراز ہے تاہم وحدت بمقابل علم سر کش ہے بلکہ کثرت وحدت ہے ہر شئے منفرد ہے صرف انبوہ کے باعث سے کثرت کا نام قرار دیا گیا ہے ورنہ عین وحدت ہے۔ خرمن بدانہ ہے سوائے دانہ کے خرمن کچھ نہیں۔ فرد

نگرد د معنے وحدت بدل از کثرت صورت
ہماں یک نہ بود چندانکہ بر نہ بفزائی

پس ایک احد اپنے آپ میں قایم ہے +

گلبستہ پنجم

دُنیا میں تمام کام وقت کی قید میں ہو رہے ہیں یعنے جو شئے موسومہ و موصوفہ احاطہ فکر و

قیاس میں آسکتے ہیں وہ وقت سے پیدا ہوئے ہیں اور وقت پر فنا ہونگے۔ ابتدا
اور انتہا تمام کا عدم ہے اور جو ذات احاطۂ فکر سے بعید ہے۔ اور جس پہ کوئی اسم و صفت
قایم نہیں ہو سکتے۔ وہ قید زمانہ سے فارغ ہے۔ کیونکہ ابتدا و انتہا سے فارغ ہے
بلکہ زمانہ خود بھی اُسی سے ابتدا رکھتا ہے اور وہ ذات کل محیط ہے تمام اجسام میں
بصورت جان مقیم ہے بلکہ کل اشیاء تمام اسماء ہمہ صفات۔ وہی ذات
ہے صرف اتنا فرق ہے کہ اُس ذات میں جو صفت اسم و صفت ہے وہ زیر تبدیل
ہے اور ذات دائما یکساں ہے جیسے ایک ہی مٹی کہیں سبوچہ اور کہیں مٹی دو صورتوں
سے دو نام ہوکر موسوم ہے اِن میں سے مٹی دائما یکساں ہے اور سبوچہ زیر تبدیل
ہے اور اگر بنظر غور دیکھیں تو سبوچہ سوائے مٹی کے اور کچھ چیز نہیں۔ گولائی اور پانی
وغیرہ اٹھانے کے قابل ہونے سے اسکو سبوچہ کی نام سے نامزد کیا گیا ہے اور رفعگی
صورت کو فناء سبوچہ مانا گیا ہے ورنہ نہ سبوچہ پیدا ہوا ہے اور نہ مرےگا مٹی ہی اپنے
آپ میں قائم ہے اسیطرح پرماتما بمنزلہ مٹی ہے۔ اور تمام اشیاء جہان مثل سبوچہ وغیرہ
کے ہیں ان کی بجز ہستی پرماتما کے اور کچھ نہیں۔ صرف اختلاف صورت اور
اضافت اوصاف سے ایک شے میں بہت اشیاء کا وہم ہوگیا ہے ورنہ ایک ذات
قائم بخود ہے نہ کوئی پیدا ہوا ہے ورنہ کوئی مرتا ہے [illegible] سامنے جو کچھ آپ دیکھ رہے

ہیں یا پڑھ رہے ہیں یا لکھ رہے ہیں یا خیال کر رہے ہیں سب پرماتما ہے سوائے
پرماتما کے اور نہ کچھ ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ اس نظر کا نام مُکت ہے۔ یہی یقین کا واثق
ہونا وصل پرماتما ہے چاہئے کہ اسی یقین کو ہر وقت زیر نظر رکھے جہان کے دیکھنے
سے آرام حاصل نہیں ہوتا اسلئے اس طرف سے نظر بند کر کے پرماتما کو دیکھے تاکہ آرام
حاصل ہو۔ جہان اور خدا میں دھوپ اور آفتاب کی نسبت ہے دونو کو ایک جاننا مُکت ہے

گل بست و ششم

یکتائی میں سوائے یکتائی کے اور کچھ نہیں تمام الفاظ اور اُنکے معنے دوتائی میں مظہر
دوئی ہیں لیکن بمصداق اس قول کے کہ کُل شے کو اپنی اصلیت کیطرف رجوع ہے تمام ہنگامہ
دوئی بھی عین یکتائی ہے۔ یکتائی دوئی صرف خیال میں ہے اگر خیال سے برتر ہوکر
دیکھیں تو ذات مفہوم ہے۔ پس ثابت ہوا کہ تمام اسماء و صور و الفاظ و معنے باوجود خیالی
نوعیت کے عین ذات بری از صفات صرف صرف مفہوم ہے سلسلہ خیال اس
درجہ تک پہنچا ہے کہ تمام کلمات نیک و بد اسی سلسلہ میں مسلسل ہیں یعنے تمام علوم
وفنون اسی خیال کی شاخیں ہیں کلمہ خدا اُسکے معنے اور اُسکی شناخت خیال کا
جزو عظیم ہے۔ یعنے یہی خیال قدرت و مایا و شکت ہے۔ اسی خیال کو اگر بغور دیکھا جاوے

تو اُس کے دو حصے ہوتے ہیں ایک خیال دوسرا بیخیال۔ خیال میں تمام ہنگامہ نام
و روپ شامل ہے۔ اور بیخیال میں صرف ذات مفہوم ہے یعنے ایک ہی خیال صورت خیال
میں جہان کے نام سے اور صورت بیخیالی میں خدا کے نام سے نامزد ہے اور وہ بیخیالی
اور خیال ایک ہی خیال ہے۔ اور لفظ خیال بھی اس موقع پر قایم نہیں ہو سکتا۔
کیونکہ جسقدر الفاظ ہیں وہ اپنی ضد کی مخالفت سے معنے پذیر ہیں اور جس درجہ پر بیٹھکر
اس وقت تقریر ہو رہی ہے وہاں نہ ضد ہے اور نہ شرک ہے پس خیال کو عین
ذات سمجھ کر قایم ہونا انسب ہے جسقدر زیادہ جستجو و تجسس کیا جاوے اُسی قدر زیادہ
تواہمات کی ترقی اور مقصود دلی سے مہجوری ظاہر ہوتی ہے۔ پس لازم ہے کہ صرف
ذات احد و یگانہ کو سمجھ کر قایم بخود رہنا چاہیے۔ من ایسی زور آور طاقت ہے کہ
تمام رنج و راحت اُسکی حرکت پر حصر رکھتا ہے۔ یہ من پانچ اقسام پر منقسم ہے
کھیپت۔ وکھیپت۔ موڈھ۔ نروڈھ۔ اکاگر۔ جن کے معنے یہ ہیں۔ اول کھیپت
اُس کو کہتے ہیں کہ من لذات جو اس کیطرف متوجہ ہوکر اُنہیں کا فکر کرے۔ یعنے
شبد۔ سپرس۔ روپ۔ رس۔ گندھ۔ ان پانچ وشئوں کے آکار ہووے۔ دوم
وکھیپت اُس کو کہتے ہیں کہ من کبھی باہر وشئوں کی طرف جاوے اور کبھی اندر آتما کیطرف
متوجہ ہو۔ سوم موڈھ وہ حالت ہے کہ جب من کسی سخن متعلقہ معرفت کے سمجھنے کو

ناقابل ہو اور اُس میں لیتا یعنے غنودگی بھی شامل ہو یعنے وہ حالت کہ جب من بیخبر
ہو کے نیند میں محو ہو جاتا ہے۔ چہارم نرودھا اُس کو کہتے ہیں کہ من کے یکجا
کرنے کا تدارک در پیش ہو ہر وقت تمام اطراف سے روک کر آتم سروپ میں اپنا آنند
مانے۔ پنجم اگا گر وہ حالت ہے کہ سب طرف سے ہٹکر یکجا ہووے اور کوئی تدارک باقی نہ رہے
یہ پرمانند حالت اس من کی ہے۔ اب بغور ان پانچ اقسام کے ترک و اختیار
کا طریقہ گوش ہوش سے سنئے۔ تاکہ پرمانند کی پر آپتی۔ اور سرب دکھ کی نرورتی روپ
جو موکھ ہے سو اس سریر کی موجودگی میں ہر وقت حاصل ہو۔ دو قسم یعنے کھیپت و موڈھ
جگیاسی کو قابل ترک ہیں اور تیسرا قسم وکھیپت جگیاسی کی حالت ہوتی ہے۔ چوتھا
نرودھ جگیاسی کو ہر حالت میں کرنا واجب ہے پانچواں اگا گر نتیجہ حاصل ہوتا ہے
کہ جس سے سالک کی محنت اور مسافت راہ حقیقی میں طے ہو جاتی ہے۔ پس مناسب ہے
کہ اِن کو ذہن نشین کر کے اپنی طبیعت کا خود ہی امتحان کرتا رہے +

گل بست و ہفتم

گیان چار پرکار کا ہے۔ ایک سرون گیان دوسرا منن گیان تیسرا ندھیاسن
گیان۔ چوتھا ساکھیات گیان۔ اب ان کی تشریح کرنے میں ایک تمثیل دیکر نتیجہ دکھایا

جاتا ہے۔ آگ چار قسم کی ہوتی ہے۔ ایک آتش ہیزم۔ دوم آتش برق۔ سوم
آتش غریزی۔ چہارم آتش قیامت کُبرا۔ جن کے ہندی الفاظ یہ ہیں لکڑی
کی اگن۔ بجلی کی اگن۔ بڑوانل اگن یا جھٹرا اگن۔ مہا پرلے کی اگن۔ آتش ہیزم یا
لکڑی کی اگن۔ اُس وقت تک شعلہ آور ہوتی ہے۔ جب تک اُسمیں لکڑیاں
ڈالی جاویں۔ جب لکڑی نہ ڈالی جاوے تو آگ گُم ہو جاتی ہے اُسی طرح سروَن گیان
ہے کہ جب تک ست سنگت میں مقابل مہاتما پُرش کے بیٹھکر سخنان آبحیات
مثل ہیزم کے اسکے مجمر سینہ میں براہ گوش سے پڑتی رہیں۔ تب تک آتش معرفت
صورت یقین میں شعلہ آور رہتی ہے جب درمیان میں جُدائی ہوئی تو اُس وقت
یادفراموشی سے معدوم ہو جاتی ہے۔ یہ سروَن گیان ہے۔ اس سے صرف لذت
شنوائی حاصل ہوتی ہے یا قدرے آگاہی۔ دوم۔ آتش برق وہ ہے جو بادلوں میں
کبھی چھپتی ہے اور کبھی ظاہر ہوتی ہے لیکن اُس کا وجود ہر وقت موجود ہے
اُسی طرح جو شخص سخنان شنیدہ کو گوشہ میں بیٹھ کر تہ دل سے فکر کرتا ہے اور
حصول عین الیقین کے لئے بار بار یاد کرتا ہے اُسکو منن گیان حاصل ہوتا ہے جو ہمیشہ
اُس میں قایم رہتا ہے اور گا ہے گا ہے جو شزن ہو کر شعلہ آور ہوتا ہے اور گا ہے
کسی دنیاوی امورات کے استغراق سے فراموش ہو جاتا ہے مگر پھر اُسی لحظہ میں اپنی

جمک اور ونک نکالتا ہے پس اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جسقدر وہمات درباب
صداقت کلام الٰہی و یکتائی جیو و برہم ہیں رفع ہو جاتے ہیں تیسرا آتش
عزیزی اسمیں دو قسم کی آتش شامل ہے ایک آتش عزیزی جو انسان کے
معدہ میں غذاء اکولہ و مشروبہ کو ہضم کرتی ہے اور دوسری آتش عزیزی جو شکم
سمندر میں طغیانی آب کو سوختہ کرکے سمندر کو اپنی حد میں رکھتی ہے پس ان دونوں
کا کام باہر کے دخول کو اپنے میں محو کرنے کا ہے اسیطرح ندھیاسن گیان یعنی ہمہ اودویت
گیان برتی میں اس قدر غالب ہو جاوے کہ تمام خیالات لذات جو اس کو مثل غذا یا آب
دریا آتش معرفت میں محو کرکے آپ میں قایم رہے یعنے یہ کہ ہر وقت برتی ادویت
وستو یعنے ذات احد میں شاغل ہو کر اسی کی آکار رہے اس غرض سے کہ وہ یقین جو
بذریعہ سرون (سماعت) ہم کو حاصل ہوئی ہے اور بذریعہ منن (یقین) جس کو ہم نے خزانہ
یادگیری میں ڈالا ہے وہ اب بذریعہ ندھیاسن (عین الیقین) ہو کر ہماری اپنی ہی نظر
ہو جاوے اور اس سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ گاہ بیگاہ جو شبہ اپنے آتما کو
برہم روپ یقین کرنے اور آپ کو تمام بندھنوں سے رہت یقین کرنے میں دیکھا تھا
دور ہو جاتا ہے چہارم آتش قیامت کبرے یعنے مہاپرلے کی اگن وہ ہے جو تمام
جہان اور مافیہا کو جلا کر آپ ہی باقی رہتی ہے اسیطرح ساکھیات گیان ہے کہ

استھول بھو گھم ۔ کارن سریر ۔ جاگرت سُپن سکھوپت اوستھا ۔ وسو تیجس ۔ پراگ جیو ۔ ویراٹ ہتو آتما ۔ ایشور علیٰ ہٰذا القیاس تمام اوہام و تفاوات کو دور کر کے صرف گیان سروپ رہتا ہے کیسا گیان جس میں گیاتا (عالم) گے (معلوم) کی سمائی نہیں نہ مَیں نہ تو نہ وہ نہ یہ ایک ادوئیت نروکار چد گھن اپنا آپ ہے ایسی حالت کو سالک انبھو کر کے کرت کرت (دائم السرور) ہوتا ہے اب اِمنار ہے کہ اِن چار اقسام کے گیان کو بخوبی ذہن نشین کر کے اپنی طبیعت کا امتحان کرے ۔ جس درجہ میں اپنی برتی کو دیکھے اُس سے زیادہ درجہ کے لئے کوشش کرے ۔ کیونکہ بحرِ معرفت اس قدر عمیق اور ناپید اکنار ہے کہ صدہا لوگ اسمیں مثل غوّاص غوطہ زن ہو کر تہ دریافت کرنے لگے ہیں پر العجب کہ وہاں اپنی ہستی سے ہاتھ دھو کر زبان سے بے زبان چشم سے بے چشم گم در گم ہو کر محو ہو گئے ہیں +

مثنوی مصنف

یار ہر جا حاضر و موجود ہست — در تلاش جستجو بے سود است

پردۂ اسم و صفاتی را بدر — ہر کجا بنگر بجز معنے نگر

خود خدائیم خود خدائیم خود خدا — بلکہ اصلاً از خدا بودن جدا

چوں دریں راہ آمدم دیدم چہ ام — من ندیدم کہ خود ہم من کہ ام

ور بگوئیم من خدائیم من خدا
بندہ بہرِ بندگی سازم گرا

این دو اسماء محض موجب امتیاز
ذات بیچون وچرا فارغ زراز

ظاہر وباطن ہماں یک جلوہ دان
پاک از یکی دو ہی فرز این وآن

نور حق این است بیں اے ہوشمند
چشم حیرت واکن ولب را ببند

گل بست وہشتم

وہ ذات جو محیط کُل ہی بلکہ عین کل ۔ دریچہ وحدت سے سر نکال گوناگون زیورات اسمائ سے موسوم وانواع ملابس صفات سے موصوف وملبوس بازار کثرت میں آکر کہیں گل کہیں خار کہیں نور کہیں نار کہیں گلخن کہیں گلزار ۔ کہیں صحرا کہیں بازار کہیں عاشق ۔ کہیں دیدار ۔ کہیں سودا کہیں خریدار ۔ کہیں لیل کہیں نہار کہیں تطور کہیں نظار کہیں دیوانہ کہیں ہوشیار کہیں دشمن کہیں یار کہیں جامہ کہیں دستار کہیں سائل کہیں بزار کہیں مفلس کہیں زردار کہیں بے شرم کہیں شرمسار کہیں کافر کہیں دیندار کہیں تاجدار کہیں باجگذار ۔ کہیں بندہ کہیں پروردگار کہیں بے نام کہیں نامدار ۔ کہیں زمین کہیں اشجار کہیں کوہ کہیں دیوار ۔ کہیں ہموار ۔ کہیں ناہموار ۔ کہیں خشک کہیں ثمردار کہیں خوشخلق کہیں بدکردار ۔ کہیں پنہاں کہیں نمودار ۔ کہیں قطرہ کہیں بحر ذخار ۔ کہیں ذرہ

کہیں خورشید انوار۔ کہیں رگ کہیں جو کہیں صحیح کہیں بیمار۔ کہیں رشتہ کہیں تار کہیں سوسن کہیں گلنار۔ کہیں لالہ کہیں ہزار کہیں مخفی کہیں اظہار کہیں سمع کہیں گفتار ہو رہی ہے؛

غزل

نمایاں ہر سمت میں یار کا جلوہ صفاتی ہے
صفاتی کو اٹھا دیکھو یہی اسرار ذاتی ہے

وصال یار گر چاہو تو پوچھو واصلوں سے جا
کہ حکمت یار کے ملنے کی انکو خوب آتی ہے

دوئی کو دور کر دیکھو کہ ہر جا یار ہے پیدا
صفاتی ہیں عیاں ذاتی ہے فانی میں صفاتی ہے

تماشاگاہ عالم میں ہر اک انسان یکتا ہے
طلسم آباد کثرت میں یہی وحدت دکھاتی ہے

نہ مانو آپ کو بندہ کہ بندہ محض گندہ ہے
خدا کو ذات ماننی کے سوا نہیں اور بھاتی ہے

نقاب ہستی موہوم کو دل سے اٹھا دیکھو
کہ سرتاپا تک آ ذاتِ خدا ہی جگمگاتی ہے

کہاں آنا کہاں جانا تعین کو بھلا دیں جب
اس آمد رفت میں قیدِ تعین ہم کو لاتی ہے

خدائی میں جدائی کا نشاں ملتا نہیں ہرگز
جدائی صرف غیریت میں ہو کر پائی جاتی ہے

جہاں تنزیہ تشبیہ کا ٹھکانا کچھ نہیں ملتا
خودی ایسی غبارِ گردِ تن کو اڑاتی ہے

جہاں اطلاق میں تو کا نہیں اس ذاتِ مطلق کو
مقید کر کے صد ہا رنگ میں غفلت دکھاتی ہے

خدا کے واسطے تم بھول کر دیکھو نہ دنیا کو
ہزاروں آفتیں سر پہ فتنہ ساز لاتی ہے

تکبر ظاہر و باطن کو جب دل سے اُٹھا دیکھا — نہ خطرہ موت کا دل میں نہ اب خواہش حیاتی ہے

دیا ساقی نے جب جام وحدت کا تلطف سے — اسی دم سے کثرت عین وحدت نظر آتی ہے

تعین کا نقاب اپنا اٹھا دل کی آنکھوں سے — کہ چار اطراف میں اک ذات مولی اجی کو بھاتی ہے

فرد

محمد کو ہوا معراج شب میں عرش کرسی — زمین پر بیٹھے وہ معراج ہم کو روز حاصل ہے

غزل دیگر

میں ہوں وہ ذات ناپیدا کنار مطلق و بے چید — کہ جس کے سمجھنے میں عقل کل بھی طفل ناداں ہے

کوئی مجھ کو خدا مانے کوئی بھگوان مانے ہے — میری ہر صفت بنتی ہے میرا ہر نام شایاں ہے

کوئی بتخانہ میں پوجے حرم میں کوئی گرجا میں — مجھے بتخانہ و مسجد کلیسا تینوں یکساں ہے

کوئی صورت مجھے مانے کوئی مطلق پہچانے ہے — کوئی خالق پکارے ہے کوئی کہتا یہ انسان ہے

میری ہستی میں یکتائی دوئی ہرگز نہیں بنتی — سوا میرے نہ تھا ہوگا نہ ہے یہ رمز عرفاں ہے

گلبست و ہفتم

سوال — خدا کیا چیز ہے اور روح اور جان اور آتما کیا ہے اگر آتما کو بعد فنا ہو جانے جسم کے سورج اور کنالی (ظرف) میں عکس کی مثال دیکھا وے تو اول تو وہ آتا جاتا

سورج کیطرح معلوم نہیں ہوتا دوم سورج تو سامنے کھڑا ہے اور نظر آتا ہے آتما کا
مبدا ایسا نہیں چمکتا اور نہ نظر آتا ہے۔ اسکی کیا وجہ ہے؟

جواب وہ ذات جو اوّل و آخر سے پاک۔ خالق و مخلوق سے فارغ۔ عین۔
ہستی علم سرور۔ کل تعینات سے بعید و عین کل ہے۔ اسکو علمائے قدیم نے بلحاظ ارشاد
خدا کے نام سے موسوم کیا ہے اور وہ ذات جو جسم میں مقیم ہو کر جسم کے تمام حواس
ظاہری و باطنی کو طاقت پہنچا کر اپنے اپنے افعال کے مقابل کرتی ہے اسکو روح
یا جان یا آتما کہتے ہیں۔ جب جسم فنا ہوتا ہے اسوقت آتما کہیں نہیں جاتا
جسطرح کہ سبوچہ کے ٹوٹنے سے سبوچہ کا خلو کہیں نہیں جاتا اسیطرح جسم کی فانی ہونے
سے آتما جو مثل خلو اُس میں چھپا ہے کہیں نہیں جاتا کیونکہ ذات حق بغیر تفرقہ محیط الکل
ہے یعنے اُس ذات میں قید اندروں و بیروں۔ زیر و بالا راست و چپ آمد و رفت
قائم نہیں کر سکتے صرف علت جسم سے اُسمیں یہ تعینات یقین ہوتی ہیں سو جسم
اُس ذات میں اس طرح ہے جسطرح دیوار پر تصویر اور اگر یہ کہو کہ آتما نظر نہیں آتا تو
اسکا جواب یہ ہے کہ جیسے آنکھیں اپنی مردمک کو نہیں دیکھ سکتیں اس طرح جب آپ
ہی آپ ہے تو کون دیکھے اور کس کو دیکھے اور کیا دیکھے دیکھنا غیریت میں ہوتا ہے جو
چیز ہم دیکھتے ہیں اُس کو دوسرا سمجھ کر دیکھتے ہیں کبھی ہمنے اپنے چہرہ کو بغیر امداد آئینہ

کے نہیں دیکھا جب ظاہر اشیا میں یہ حال ہے تو معاملات باطنی کو جسمیں آنکھ اور صورت کا دخل نہیں کس طرح دیکھے جاویں سورج کا عکس ظرف گل پر از آب میں نمایاں ہوتا ہے اور پانی کے دور ہونے سے گم ہو جاتا ہے سو صرف علت کا باعث ہے سورج میں نہ عکس تھا اور نہ ہے اور نہ ہوگا پانی نے بباعث اپنی شفافی کے اُسکے عکس کو ظاہر کیا ورنہ وہ عکس نہ پیدا ہوتا ہے اور نہ مرتا ہے اور نہ کہیں سے آیا ہے اور نہ کہیں جائیگا اور یہ مثال صرف اس غرض سے سمجھائی جاتی ہے کہ اختلاف اجسام سے جو یکتائی آتما میں شُبہ پیدا ہوتا ہے وہ رفع ہو ورنہ آتما کے سمجھانے میں اُسکی مناسبت میں کوئی مثال قائم نہیں ہو سکتی اور اگر سورج کی مانند آتما کو دیکھنا چاہو تو غیر ممکن ہے کیونکہ سورج غیر چیز ہے اور بامداد غیر چیز یعنے آنکھ کے دیکھا جا سکتا ہے اور آتما اپنا آپ ہے اُسکے دیکھنے میں آنکھ ناقابل ہے صرف اُسکو اپنا آپ جاننا اور اُسپر یقین اثق کرنا اُسکا دیکھنا ہے اور آتما کا مبدا آتما سے اس طرح جدا نہیں کہ جسطرح عکس کا مبدا سورج اُس سے جدا کروڑہا کوس کی فاصلہ پر قائم ہے بلکہ آتما خود ہی وہ ذات مطلق ہے کہ جسکو پرماتما۔ خدا۔ برہم یا اللہ کہتے ہیں صرف جسم کے تعلق سے اُسکو آتما کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ورنہ یہ وہ ذات ہے کہ جس کا کنارہ آج تک کسی کو نہیں ملا اس کا آنا وجانا تب قرار دیا جاوے جب یہ ذات کسی جگہ ہو اور کسی جگہ نہو

چونکہ یہ محیط کل ہے اس لئے نہ کہیں سے آتی ہے اور نہ کہیں جاتی ہے اور وہ آتما تم ہو۔
آپ کو بھول کر اُس کو کہاں دیکھنا چاہتے ہو۔ اُسکے پرکاش سے سورج۔ چاند۔ ستارہ
بجلی۔ آتش روشن ہے۔ اُسی کے نور سے آنکھیں منور ہیں وہی ذات کل جہان میں معمور
کہیں مستور کہیں مشہور کہیں نزدیک کہیں دور۔ کہیں غلمان۔ کہیں حور۔ کہیں نار
کہیں نور کل میں محیط بلکہ عین کل ہو رہی ہے۔ بینائی بینائی ہا۔ شنوائی
شنوائی ہا۔ گویائی گویائی ہا۔ علم علمہا۔ خیال خیالات۔ یقین الیقان ہے
اُس کا دیکھنا یہی ہے کہ تقریر مذکورہ بالا کو خوب ذہن نشین کر کے درجہ عین الیقین
وحق الیقین پر پہنچانا۔ صرف غفلت کی وجہ سے ایسے آتما کو کہ جس کے مقابل آفتاب
مثل تاریک شب کے ہے نہیں دیکھ سکتے مثال۔ جس طرح کہ زید کو یہ بیماری ہوئی کہ آپ
کو بکر ماننے لگا اور زید کے اوصاف حمیدہ سُنکر خواہشمند ہوا کہ اُسکو دیکھیں کوچہ
بکوچہ اور دربدر اُس کی تلاش میں پھرنے لگا۔ کسی شخص سے جو اُس کا
واقف تھا پوچھا کہ زید کہاں رہتا ہے یہ سخن وہ سُنکر کہنے لگا کہ تجھ کو کیا ہے کہ
آپ زید ہو کر زید کو ڈھونڈتا پھرتا ہے اُسنے کہا ایسا نہ کہو میں بکر ہوں نہ زید
نہایت خلیق اور اوصاف حسنہ سے آراستہ ہے اُس شخص نے سوچا کہ اس کو اپنی ہستی
میں وہم پیدا ہوا ہے اسلئے آپ کو بھولکر اپنی تلاش میں مصروف ہے اسلئے اُسنے زید

کا حلیہ پوچھا اور پھر آئینہ دکھایا اور کہا دیکھو جو حلیہ تو بیان کرتا ہے وہی تو ہے۔ اُس وقت اُس کو یقین ہوا کہ میں زید ہوں۔ اِسی طرح غفلت کے باعث سے وہ آتما جو مثل آفتاب مشرق سینہ میں روشن ہے اور جس کے ذرات روزن چشمان و گوش و بینی و زبان سے نمایاں ہیں نظر نہیں پڑتا۔ جسم کے فنا ہونے سے آتما میں کسی قسم کا تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ مردہ جسم میں بھی ہستی علم و سرور ہو کر موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ اُس وقت جسم میں کوئی حرکت نمودار نہیں ہوتی تو اُس کا جواب یہ ہے کہ یہ حرکت بذریعہ پران کے ہے جو آتما سے طاقت پا کر صورت نفس میں آ جاتی ہے۔ تمام لوگ اُس ہوا کے نکلنے سے سمجھتے ہیں کہ آتما جسم سے نکل گیا ہے۔ یہ اُن کی غلط فہمی ہے آتما کوئی وجود دار چیز نہیں صرف طاقت ہے کہ جس کا وجود محض ہستی علم سرور ہے اور ہر جگہ محیط ہے مثل بحر عمان خود بخود قائم ہے بیشمار مخلوقات ساکن و متحرک اس بحر میں مثل امواج و حباب لحظہ بلحظہ موجود و معدوم ہوتی ہے۔ زمین۔ پانی۔ ہوا۔ آتش۔ آکاس سورج۔ چاند۔ برق۔ ابر۔ کوہ۔ بحور۔ اشجار۔ فرشتہ۔ انسان۔ چارپایہ۔ طیور۔ مورچہ تمام بحر ذات کی امواج ہیں۔ جب ہمارا یہ حال ہے تو ہم کس کو دیکھیں اور کیا ہو کر دیکھیں صرف یہی کرنا ہے کہ اپنی ہستی کے فخر کو جو باعث مجبوری ہے دور کر کے اُس ذات مطلق کو جو ہمارا اپنا آپ ہے پہچانیں اور پہچان کر قائم بذات خود رہیں۔

ہستی نام یقین غیریّت کا ہے جب غیریّت درمیان سے اٹھ گئی ہے تو صرف ذات واحد ہے

گُل تیس

درمیان قطرۂ دریائے عمّان دیدہ ام
بو العجب کاریکہ من سرکار جاناں دیدہ ام

ذات بیچون و چگون فارغ از صفات و اسما؛ چون و چرا ہو لباس اسما و صفات پہنکر پرم-
ایشور پرکرت ترگن - مایا - اہنکار - مہتتت - اکاس - پَوَن - اگن - جل -
پرتھوی (مجموعہ عناصر) کی صورت میں آ - چار اقسام کی مخلوق یعنے انڈج[1] جیرج[2] سیتج[3] اوت
بھج[4] میں ظاہر ہو کر چودہ لوک[5] میں آباد جہان کے نام سے موسوم ہے مختلف
اجسام میں صورت جیو ہو انواع اقسام کی کارروائی کرنے لگی ہے مختلف افعال
کو مختلف نتائج سے منسوب کر کے تناسخ مانکر تولید و فوتیدگی کی قید میں آ - پھر
آپ کو بھولکر جستجو میں شاغل ہوئی ہے ۔

کبت

آپ ہی کے دیکھنے کو آپ ہی ترگن بھیو ست رج تم ہوے جگ کو پسار یو ہے

---

۱ جو بیضہ سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً مرغ و بط وغیرہ ۲ جو رحم سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً انسان و مادہ گاؤ وغیرہ ۳ جو پسینہ یا غلاظت یا سیلاب سے پیدا ہوتے ہیں مثلاً پشہ گُنہہ و رنڈ وغیرہ ۴ جو زمین کو بیدھ کر پیدا ہوتے ہیں مثلاً درخت پہاڑ وغیرہ ۵ سات لوک اوپر کے یعنے بھور - بھو - اسو - مہا - جنا - تپا اور ستّا اور سات لوک نیچے اتل - وتل - ستل - تلاتل - رساتل - مہاتل - پاتال ۔

کوُ دُوَ اوِنچ کوُ دُو تینچ کوُ دُورا اُو کوُ دُو رنگ کھون دراس کھون ٹھاکر آپ ہوئے پدہار یو ہے

پُن پاپ پاپ بہاؤ کر کرم کا وبہاگ بھیو کرم اوپاسن کھون گیان کو وچار یو ہے

تین گُن آپ بھیو تینوں سے تے وترایک آج آپ ہاہیں آپ ملیو نہ نیار یو ہے +

دیگر

مارت وِیوم تیج جل دہرا نڈ بھیو نر ناری ہوئے کر کھیل کو رچایو ہے

سور چیند تارا اگن وامن پرکاشش کر میگھ ہوئے گرج گرج دھوم کو مچایو ہے

بڑ وانل اگن ہوئے جل کو سنکوچ کینو جھیڑا اگن ہوئے اَن کو پچایو ہے

کرم بھاگ کر بھانت بھانت روپ ہوئے جیو روپ دیہہ مانہہ ناچ کو نچایو ہے۔

جُستجو کرتے کرتے سوچا کہ پرتھوی معہ اپنے حصص و اجزا کے جل کا کارج یعنے نتیجہ ہونے سے جل روپ ہے۔ جل مع اپنے حصص و اجزا کے اگن کی پیدائیش ہونے سے اگن روپ ہے اگن مع اپنے حصص و اجزا کے ہوا کے مخلوق ہونے سے ہوا کی صورت یعنے پون روپ ہے پون مع اپنے حصص و اجزا کے آکاس کا کارج ہونے سے آکاس روپ ہے۔ آکاس مہتت یعنے مجموعہ عناصر کثیف کا کارج ہونے سے مہتت روپ ہے مہتت اگیان کا کارج ہونے سے اگیان روپ ہے گیان اور مایا کمی بیشی گنوں سے دو حصہ پرکرت کے ہیں یعنے سُدھ ستو گن مایا ہے اور ملن ستو گن اگیان یا اودیا ہے پس مایا و اگیان ہر دو حصہ

پرکرت کا امتزاج ہونے سے پرکرت روپ ہیں پرکرت صفت الشیور ہے یعنے جو تین پرکرت سے شامل ہے وہ الشیور کے نام سے موسوم ہو کر جگت کا کرتا قرار دیا ہے پس پرکرت کا الشیور سے تاداتم سنبندھ[1] (بھید اور ابھید رہت سنبندھ) ہے اسلئے پرکرت الشیور روپ ہے اور الشیور برہم میں اس طرح مفروض ہے جیسے جل میں سمندر مفروض ہے پس الشیور برہم روپ ہے پس ثابت ہوا کہ ایک برہم ہے اب برہم کا نام بھی مناسبت جزویت سے ہے جب ہر مناسبت درمیان میں کوئی نہیں تو ذات بیچون چرا ہے اور وہ ذات بیچون چرا ہی ہیں پس باوجود موجودگی ہمہ صفات و کل اسماء بوقلمون اشیاء وانواع صور و بیشمار الفاظ و تعینات ایک ذات قلم مجرد ہے اور نہ کچھ ہوا ہے نہ کچھ ہوتا ہے نہ ہوگا جب اس جہ پر فہمید کی رسائی ہوئی اُس وقت مسافت جستجو طے ہو کر منزل جمعیت و سرور میں استقامت ہوتی ہے جہاں ناظر۔ نظر۔ منظور عالم۔ علم معلوم۔ عامل۔ عمل معمول عاشق۔ عشق۔ معشوق۔ عاقل

---

[1] تاداتم سنبندھ ایسے رشتہ کو کہتے ہیں کہ جس میں نہ مخالفت ہو اور نہ موافقت۔ جیسے لفظ کا اپنے معنے کے ساتھ رشتہ ہے۔ جیسے آتش لفظ ہے اور آگ اس کا معنے ہے۔ اگر لفظ آتش اور آگ میں مخالفت ہو تو جیسے لفظ آتش کے کہنے سے آگ کا علم ہوتا ہے اسیطرح لفظ باد سے بھی آگ کا علم ہونا چاہیئے کیونکہ ہر دو الفاظ آتش و باد آگ سے مخالفت رکھتے ہیں مگر صرف لفظ آتش سے آگ کا علم ہوتا ہے نہ باد سے نہیں اس واسطے لفظ اور اس کے معنے میں مخالفت نہیں اور اگر موافقت ہو تو جس وقت انسان لفظ آتش اپنی زبان سے نکالتا ہے تو گویندہ کی زبان جلنی چاہیئے کیونکہ وہ لفظ آگ ہے۔ مگر ایسا نہیں ہوتا اس واسطے موافقت بھی نہیں یعنے ایک فرضی رشتہ میں رشتہ دار ہیں یہ شبہ کا رد صفت موصوف میں ہے۔

عقل معقول - جاہل - جہل مجہول - فاعل فعل مفعول یکساں ہوکر ذات

بے صفات با صفات ہوتی ہے نہ چشم کی بینائی نہ گوش کی شنوائی نہ زبان کی گویائی

نہ بینی کی بو یائی نہ فکر و قیاس نہ گمان نہ یقین خود بخود نہ عین نہ غین ہوتا ہے

ہوتا کیا ہے صرف بے علمی ہے جو یقین دوئی تھی دور ہوکر آئینہ وحدت میں پھر

اپنا مشاہدہ کر کے آپ میں آپ ہوتا ہے اس حالت کا نام برہم - پرماتما - اللہ

خدا ہے بلکہ اِن سے برتر ہے معقولات و دلائل کی سمائی نہیں ہے اسم و صفت کی

آشنائی نہیں صرف صرف محض مفہوم ہے اس حالت کے استحکام کیلئے سالک کو چاہئے

کہ تنہا گوشہ میں بیٹھ کر سریر کے اہنکار یعنے فخر جسمانی کو اپنے نام میں لے یعنے فنا کرے

مراد یہ ہے کہ سریر سے گذر کر صرف نام آپ کو مانے پھر نام کو اہنکار میں فنا کرے یعنے

نام کو مفروض تصور کر کے اِس سے بھی گذرے اور جس کے آسرے نام ہے اُس اہنکار

کو اپنا آپ مانے پھر اہنکار کو جیو میں لیں یعنے محو کرے مطلب یہ ہے کہ اہنکار بسر خود

کوئی شئے نہیں ہے جیو کے آسرے ہوکر مختلف اعضا و حواس بیرونی اشیا میں

اپنا تعلق ظاہر کرتا ہے پس اہنکار کو باطل تصور کر کے اِس سے گذر کر جیو آپ کو مانے

اور پھر جیو کو ادھشٹان کوٹستھ[۱] چیتن میں محو کرے - اس دلیل سے کہ جیو بسر خود کوئی

---

[۱] کوٹستھ دو الفاظ سے مرکب ہے - کوٹ بمعنے بُدھ اور ستھ بمعنے شاہد مراد یہ کہ جو ذات بُدھ کی شاہد ہے وہ کوٹستھ کہلاتی ہے یا کوٹ بمعنے اہرن اور استھ بمعنے قایم مراد یہ کہ جو ذات لوہار کی اہرن کی مانند قائم ہے اور کبھی اپنی ذات سے تبدیل پذیر نہیں یعنی وہ کوٹستھ کہلاتی ہے +

چیز نہیں ہے۔ انتہکرن میں جو کوٹستھ چیتن کا پرتبمب یعنے عکس پڑتا ہے
اُس عکس کو معہ انتہکرن کے جیو کہتے ہیں پس جیو کچھ نہ ہوا۔ کوٹستھ ہوا اس لئے جیو سے
گذر کر کوٹستھ آپ کو یقین کرے۔ اور پھر وچار کرے کہ کوٹستھ برہم کے ساتھ اِس طرح
یکتائی رکھتا ہے۔ جیسے گھٹ آکاس مہا آکاس سے کیا معنے کہ گھر سماں آدھی کرن کرکے
ظاہر امطابقت ذات خلاء مشبہ خلاء آکاس
کوٹستھ برہم روپ ہے۔ کیونکہ جس طرح برہم نروکار۔ پورن سب کا ادھشٹان ہے اُسطرح
کوٹستھ نروکار پورن اور تمام بدن اندریان انتہکرن کا ادھشٹان ہے صرف علّت
بدن سے اُس کو کوٹستھ کہا گیا ہے ورنہ کوٹستھ و برہم میں سرمو بھی فرق نہیں
کوٹستھ دو الفاظ کوٹ اور استھ سے مرکب ہے کوٹ کے معنے اہرن لوہار استھ بمعنے
قائم یعنے لوہار کی اہرن کی مانند قائم سخود کیا معنے جس طرح اہرن کو صدہا ضرب ہتھوڑہ
سے کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کئی چیزیں مرتب اور شکست ہوتی ہیں لیکن اہرن اپنے آپ
میں قائم ہے اسیطرح کوٹستھ روپ اہرن پر انتہکرن روپ ہتھوڑوں کی بے شمار
چوٹیں لگتی ہیں۔ کئی سنکلپ اُٹھتے ہیں اور کئی مٹتے ہیں۔ لیکن کوٹستھ اپنے
آپ میں قائم نروکار ہے۔ انتہکرن کے ہونے اور نہ ہونے سے اُس میں کسی
قسم کی کمی بیشی نہیں ہے۔ اور دیگر کوٹ بمعنے بدھ اور استھ بمعنے ادھشٹان یعنی بدھ کا ادھشٹان
مراد ہے کہ بدھ وغیرہ۔ انتہکرن جس سے ہیں جس کے آسرے ہیں اور جس میں لین ہو جاتے

ہیں۔ ایسا جو ادھشٹان چیتن سو کوٹستھ سدا ایک روپ تمام حالات میں یکساں ہے
اس لئے کوٹستھ برہم روپ ہے سو کوٹستھ روپ برہم میں ہوں۔ اِس طرح یقین کر کے
قائم ہو جاوے اور پرانند روپ تمام سنکلپوں سے رہت ہو کر استھت یعنے قائم بذات خود
رہے پھر جب ترقی اُتھان یعنے پریشانی کو پاوے اُس وقت اِس سلسلہ سے ایکاگر
یعنے جمع کرے۔ اوّل تمام اندریوں کو معہ اپنے وشوں کے مَن میں لین کرے۔ کیونکہ
مَن کی ترغیب سے حواس اپنے اپنے محسوسات کے ساتھ شامل ہو کر فاعل مختلف فعال ہوتے
ہیں اس لئے مَن اندریوں کا حاکم ہے اور مَن کو بدھ میں محو کرے کیونکہ جو کچھ بدھ میں
نسچے ہوتا ہے اُسکے مطابق مَن سنکلپ کرتا ہے اور جو چیز ہماری بدھ کے احاطہ
یقین میں نہیں ہے اُس کا خیال ہرگز نہیں کرتا پس مَن بدھ کے آسرے ہے اور
بُدھ کو اہنکار میں فنا کرے کیونکہ جب اوّل ہم کو اپنی ہستی کا فخر ہوتا ہے اُس وقت دوسری
اشیاء کی ہستی کو تحقیق کر کے خزانہ یقین میں جمع کرتے ہیں پس ثابت ہوا کہ بدھ کا
بنیاد اہنکار ہے پھر اہنکار کو جیو میں لے یعنے محو کرے کیونکہ اہنکار ایک صفت جیو
کی ہے پس اہنکار خود کچھ شے نہیں۔ اِس لئے جو ان تمام چیزوں کے متحرک کرنیوالا
ہے پھر جیو کو ایشور میں محو کرے۔ کیونکہ جیو ایشور کی اس طرح نسبت ہے۔ جیسے موج
کی بحر سے۔ سو موج خود کچھ چیز نہیں۔ ایشور ہی بدن کے تعلق سے جیو کے نام سے موسوم

ہوا ہے پس ایشور ست ہوا اور پھر ایشور کو برہم میں لین یعنے محو کرے کیونکہ ایشور کی برہم کے ساتھ اس طرح نسبت ہے جیسے سمندر کی پانی سے یعنے سمندر اور موج پانی میں مفروض اور تقلیدی ہیں اسلئے پانی ہی ست اور باقی ہے پس اسی طرح برہم میں ایشور اور جیو بوجہ کلیت و جزویت و اوصاف مفروض اور منقلہ ہیں - ایک برہم ہی قائم بالذات ہے پس سب کا اصل اور ست برہم ہے سو برہم میں ہوں اس طرح آپ کو برہم یقین کرکے برہم روپ ہوئے اور کوئی خیال نہ اٹھے اس کا نام ساوکلپ سمادھ ہے اسیطرح ابھیاس کرنے سے نروکلپ سمادھ جو اصل روپ ہے حاصل ہوگی یعنے بغیر کسی ادراک عدم کے حالت جمعیت خاطری و آرام ہر وقت رہتی ہے کبھی شک و شبہ نہیں ہوتا نہ کسی حالت کے آنے جانے کی ہستی یقین ہوتی ہے ہمیشہ سرور ابدی یعنے پرم انند وستھا بنی رہتی ہے چاہئے کہ مذکورہ بالا طریقوں سے اپنی ذات میں قائم ہو کر اپنے سروپ آنند میں قیام کرے۔ اگرچہ سروپ میں کچھ کمی نہیں مگر تاہم جمعیت خاطری و پریشان خاطری میں فرق ہے اسکو زیر نظر رکھ کر۔ دائما جمعیت خاطری میں رہنا مناسب ہے۔ کمال پرم پد مکت نربان وصال اسی کا نام ہے۔

گل اکتیس

سوال جیو اور برہم میں کیا بھید ہے۔

جواب۔ چاہ اورا چاہ کا یعنے چاہ سے جیو ہے جسب قول بھرتھری ؂

کیو بڑھتے تم جیو چاہے اتے چاہیے کہاں کدھوں کرے نر جیو آئے تو آسے کرن

اور اچاہ سے برہم ہے جسب قول مہاتما کبیر کہ ؂

چاہ چمیاری چوہری انت نیچن کی نیچ یہ تو پورن برہم تہا جے چاہ نہوتی بیچ

گذشتم از سرِ مطلب تمام شد مطلب نقابِ چہرۂ مقصود بود مطلب ہا

دیگر

تمنا راز دل چوں سنگ زِ مسجد دور میبازی اگر دانی چہ مطلبہاست در بے مدعا بودن

اور اِس چاہ کی بنیاد فخر جسمانی ہے جب تک آپ کو پاسے سر تک ماگھ خاص نام الا جاتا ہے تب تک اِس کی نظر و تعلق و خوشی محدود رہتی ہے یعنے یہ خواہش کرتا ہے کہ فلاں شئے میرے قبضہ میں آجاوے فلاں علم پڑھ کر میں شہرۂ آفاق ہو جاؤں فلاں عہدہ حاصل کروں۔ جس کام میں میری تعظیم و تکریم اور پرستش ہو۔ کوئی ایسا کام کروں یا مکان بنواؤں کہ جس سے میرا نام روشن ہو۔ یہ زمین میری ہو جاوے۔ یہ ہاتھی گھوڑا گائے بھینس میرے پاس رہتی۔ اِس صورت سے محدودیت میں گرفتار ہو کر خیالی اسباب کی حصول میں خوشی اور غیر حصول میں غمی مانتا ہے۔ یہ نہیں جانتا کہ میری خواہش کبھی اِن ظاہری اشیاء کی حصول سے سیر نہ ہو گی بلکہ برخلاف اِسکے روز افزوں ہو گی

کیونکہ خواہش نہایت ہی لطیف اور باطن ہے۔ اور سباب دنیا مثلاً دولت فرزند۔
زن۔ اسپ فیل۔ گاؤ۔ میش۔ مادہ گاؤ۔ ارضی۔ عمارت نہایت ہی کثیف اور
ظاہر ہیں۔ پس لطیف و باطن شے کی کثیف اور ظاہر اشیاء سے موافقت ہوکر سیری
ہونی نہایت ہی محال ہے۔ اگر مرض کے موافق علاج ہو تو مرض جلدی رفع ہوتی ہے اور
اگر برخلاف ہو تو روز بروز ترقی پاکر اسقدر غلبہ کر لیتی ہے کہ پھر زندگی محال ہوجاتی
ہے۔ اس طرح بوجہ نہونے موافق علاج اور پرہیز کے مرض خواہش نے ترقی پاکر
اسقدر غلبہ پایا ہے کہ جیو کو تنہائی خانہ جسم میں گرفتار کرکے نظر محدود سے ایسا نابینا
کیا ہے کہ شب و روز بمُراد زیادتی مال و متاع مختلف اقسام کے ہندوں میں مصروف
ہوکر چکّی پیستا رہتا ہے۔ جب تک اُس کا علاج اُسکے مخصوص ادویہ سے نہو اور پورا پورا
پرہیز نہ رکھا جاوے تب تک یہ تپ دِق رفع نہیں ہوتا۔ سواس کا علاج سنتوکھ یعنے
قناعت ہے اور حصولی اسباب ظاہری کے لئے تدارک نہ کرنا پرہیز ہے۔ جب اس
صورت سے کوئی عرصہ معالجہ ہوتا رہا۔ تو اُس وقت یہ عارضہ رفع ہوکر صحت روحانی
حاصل ہوگی۔ اور پھر بیخواہش ہوکر برہم روپ ہوگا۔ پس واجب ہے۔ کہ اس خواہش کو جو
باعث گرفتاری و ندامت ہے دولت قناعت و صبر سے سیر کرکے درجہ آزادی استغنا
حاصل کریں اور تعلق جسمانی کو جو بنیاد خواہش اور باعث مہجوری پرماتما ہے۔ ویراگ

اور وچار سے دور کرکے اپنے سروپ کو پہچانے اور پھر سوچے کہ جیو اور برہم میں کیا فرق ہے ایسے کہ اس وقت کچھ فرق معلوم نہوگا بلکہ دونو ایک روپ پتین ہونگے سریر کے تعلق سے جیو اور بےتعلقی سے صورت کل ہی برہم ہے۔ جس طرح ایک ہی پانی تنگی کناروں سی نہر اور فراخی کناروں سی بحر کہلاتا ہے ورنہ پانی میں دونو نام یعنے نہر و بحر مفروض صرف علت تنگی و وسعت کے باعث قائم کئے گئے ہیں اسطرح ایک حقیقت میں جزویت جسم سی جیو اور کلیت جہان سے برہم مفروض ہیں ورنہ وہ ذات فرق جزویت و کلیت سے فارغ یکسان قائم بخود ہے۔ اور یہ وہم یا کلپنا بھی اسی سریر کے تعلق سے جیو کو اپنے ہمجنسوں کے دیکھنے سے ہوئی ہے۔ برہم میں یہ کلپنا بھی نہیں ہے کیونکہ برہم ایک ہے اپنے برابر نہ دیکھکر تمام واہمات سے پاک خود بخود قائم ہے۔ اور تعلق جزویت ایسی ناقص چیز ہے کہ بے عیب میں عیب بے علت میں علت رستگار میں گرفتاری باطل میں راستی ناپائدار میں پائداری ناپاک میں پاکی ناموجود میں موجودگی دکھاتی ہے خیالی اشیاء کی حصولی کے لئے خواہش کی اس قدر پشت پناہ ہوتی ہے۔ کہ تا دم مرگ اس کی سیری بعید از امکان ہو جاتی ہے۔ جیو کو ایسا تنگ ظرف سبک حس طامع اور گرسنہ بنا دیتی ہے۔ کہ اپنی شان و شوکت کو بھولکر اپنے ہمجنسوں سے اپنے مدعا کی تکمیل بصد عجز و انکسار چاہتا ہے تھوڑے سی فائدہ کے

سے در بدر بھٹکتا ہے سالہا شب و روز محنت کر کے علم دنیاوی حاصل کرتا ہے قانونی امتحان کے پاس کرنے میں اپنی نقد حیات ضائع کرتا ہے حکام کی حد سے زیادہ خاکپائی کرتا ہے صدہا طرح کی خوشامد کر کے انکو خوش کیا چاہتا ہے اُن کی خوشنودی کے لیے اپنی بے آرامی منظور کرتا ہے عزت اور توقیر کو بر سر طاق رکھکر جو کچھ پیش آوے بے تامل کرتا ہے صرف اس خیال سے کہ کچھ فائدہ از قسم ترقی عہدہ یا ازدیادی تنخواہ حاصل ہو مگر افسوس کہ مایوس ہو کر دست پشیمانی ملتا ہے اور ندامت سے سر بزانو ہو کر اپنی پراربدہ کا شاکی یا دیگر اشخاص سے ناراضامند ہوتا ہے اسکے سوائے کچھ بھی ہاتھ نہیں لگتا باوجود اس ہتک کے پھر بھی اس نجاست خانہ دنیا سے منہ نہیں موڑتا۔ اس لیے اسکو جیو کا درجہ ملا ہے۔ اگر اس تعلق جسمانی کو جو چشمہ تکلیف ہے سو معدن ندامت و پشیمانی وسیلہ مہجوری و دوری۔ باعث گرفتاری و خواری علت ناپاکی و جیوپنا سمجھکر اس سے اپنی ذات کو بذریعہ وچار الگ یقین کرے۔ اُس وقت برہم روپ ہے پس ثابت ہوا کہ دیہ ابھمان یعنے فخر جسمانی سے جس کا تخم اگیان ہے جیو کہلاتا ہے اور تمام عیوب سے فارغ محیط کُل برہم ہے۔ اس لئے برہم روپ ہونے کے واسطے دیہ ابھمان کو دور کرنا نہایت ہی انسب ہے ٭

گل تئیس

سوال۔ مکت کیا ہے اور کس جتن سے پراپت ہوتی ہے؟

جواب۔ سرب دکھ کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی مکت کہلاتی ہے اور گیان سے پراپت ہوتی ہے۔ کیونکہ سب دکھوں کا مول اگیان ہے۔ اگیان سے تمام دکھ پیدا ہوتے ہیں۔ سو اگیان کا دشمن گیان ہے گیان کے ہونے سے اگیان دور ہو جاتا ہے۔ اگیان کے دور ہونے سے سب دکھ دور ہو جاتے ہیں۔ پس گیان ہی سرب دکھوں کی نورتی روپ اول حصہ مکت کا حاصل ہوا اور پرمانند روپ آتما ہے۔ سو آتما سب کا اپنا آپ ہے۔ اگیان سے آتما کا پرم آنند روپ پرتیت نہیں ہوتا جب گیان ہوتا ہے اُس وقت آتما اپنا آپ پرمانند روپ یقینی ہوتا ہے۔ پس گیان ہی سے پرم آنند کی پراپتی روپ دوسرا حصہ مکت کا حاصل ہوا۔ اِس صورت سے دونو حصص مکت کے صرف گیان ہی سے حاصل ہوئے۔ اِس لئے گیان کو حاصل کرنا حصول مکت کیلئے ضروریات سے ہے سو گیان اِس طرح حاصل ہوتا ہے اوّل چاہئے کہ انتہکرن کی سدھتا یعنے صفائی کیواسطے نسکام کرم اور اوپاسنا کرے۔ نسکام کرم یعنے اعمال بلا خواہش نتیجہ سے مراد مفصلہ ذیل عادات کی ہے دیا یعنے رحم و چشم پوشی دھرم یعنے حسب شاستر

پرپیشر کو سمجھنا۔ سنتوکھ یعنی قناعت و صبر و شکر۔ برہمچرج یعنی منکوحہ عورت کے سوائے
غیر عورت کی بابت نہ سُننا نہ یاد کرنا۔ نہ تعریف کرنا نہ سوچنا۔ نہ تنہا ہو کر بات کرنا۔
نہ مُصمم ارادہ کرنا نہ تدارک کرنا اور نہ اُس سے جمع ہونا۔ ست وچن یعنی راستگوئی۔
آستی یعنی تسلیم شدہ من یعنی نیک نیتی۔ آرجو یعنی گفتار و رفتار و کار بار بے عیب و خب
قواعد شاستر رکھنا۔ اشنان یعنی جسم کو غلاظت سے اور دل کو اخلاق ذمیمہ سے پاک رکھنا۔
دان یعنی خیرات کرنی۔ اور اوپاسنا نام اونکار کے دھیان کا ہے جب ان ہر دو اشغال
سے دل کی صفائی ہوئی تب وہ ویراگ سم دم کا سادھن (مشق) کرے۔ سردھا یعنی
ارادتمندی اور سماودھانتا یعنی ہوشیاری و بیداری سے ست سنگ کرے ست سنگ
میں جو سخنان در باب ناپائداری جہان و پائداری برہم و یکتائی جیو و برہم سُنے انکو
منن کرے یعنی اُن پر اپنا یقین واثق لاوے۔ اور پھر اُن کا بار بار سمرن کرکے
ندھیاسن کرے۔ گوشہ میں بیٹھکر تمام اطراف سے برتی کو روک کر سخنان شنیدہ
کو وچار کرے۔ بعد وچار کرنے کے جو نتیجہ حاصل ہو۔ اُس میں اپنی برت کو محو کرے
غرضیکہ بذریعہ ندھیاسن اسکو دیکھے۔ جب ندھیاسن درڑھ یعنی پختہ ہو۔ اُس وقت
ساکھشات یعنی مشاہدہ ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ یقین کامل ہوگا کہ میں ست چت آنند برہم
ہوں اور جگت مجھ میں مثل امواج و حباب ہے۔ اُس وقت گیان کا خاتمہ ہو کر مکت حاصل

ہوتی ہے پس سالک کو چاہئے کہ حسب طریق مذکورہ بالا کار بند ہو اِن تمام اشغال کا بنیاد ست سنگ ہے۔ چاہئے کہ دائماً ست سنگ کرے۔ جس سے خود بخود ویراگ وغیرہ ساوھن حاصل ہو کر گیان ہوگا۔ اور اُس کا ثمرہ مُکت حاصل ہوگی +

گل تینتیس

سوال۔ پراربدھ کے انسار سب کچھ حاصل ہوتا ہے۔ یا پُرکھارتھ کرنے سے سوائے پراربدھ کے زیادہ حاصل ہوتا ہے +

جواب۔ پراربدھ کے سوائے کچھ حاصل نہیں ہوتا لیکن وہ پراربدھ بغیر پُرکھارتھ کے حاصل نہیں ہوتی پراربدھ منزل ہے پُرکھارتھ سفر ہے جس طرح سفر کرکے منزل پر رسائی ہوتی ہے اُسی طرح پُرکھارتھ کرنے سے پراربدھ حاصل ہوتی ہے۔ پراربدھ اور پُرکھارتھ میں کچھ فرق نہیں پراربدھ گذشتہ جنموں کے کرموں کا نام ہے اور پُرکھارتھ موجودہ جنم کے کرموں کا نام ہے۔ پس پراربدھ اور پُرکھارتھ میں صرف گذشتہ اور حال کی وجہ سے فرق ہوا ورنہ دونوں کرم کے نام ہیں۔ پراربدھ اِس واسطے زورآور کہی گئی ہے کہ موجودہ جسم کی ترکیب جن کرموں سے ہوئی ہے اور جن کا نتیجہ بھوگنے کے لئے یہ صورت ظاہر ہوئی ہے انہیں کرموں کے پھل کو اُسنے بھوگنا ہے اِس سے کم و بیش نہیں گویا یہ جسم صرف کرموں کے بھوگنے کا مکان ہے

اور سائن کرموں کا اثر سریر پہ ہے یعنے سریر کے کئے ہوئے ہیں اور سریر پہ اپنا اثر ظاہر کرتے ہیں۔ جیو کو صرف تعلق کے باعث سے راحت و رنج دینے والے ہوتے ہیں مگر جیو اپنا پرکھارتھ کر کے اپنا تعلق جسمانی توڑے تو توڑ سکتا ہے +

گل چوبیس

سوال جب سارے کام متعلقہ جسم آتما کی طاقت سے ہوتے ہیں اور نیز اُس کی طاقت سے سانس جاری ہیں وہ آتما کبھی جدا نہیں ہوتا اُس کی طاقت بھی ہمیشہ قائم رہتی ہے تو یہ کیا سبب ہے کہ جسم فنا ہو جاتا ہے۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آتما کی طاقت معدوم ہو جاتی ہے یا آتما ہی نہیں رہتا +

جواب۔ آتما کی طاقت کسی شے کی پیدائش اور فنا سے تعلق نہیں رکھتی وہ ہمیشہ یکساں حالت میں قائم ہے پیدائش کیوقت پیدائش کی مُمد اور فنا کیوقت فنا کی مُمد ہوتی ہے کسی شے کے جو عناصر خمسہ سے موجود ہے وجود اور عدم سے آتما یا آتما کی طاقت میں اظہار یا معدومی نہیں آتی۔ جیسے حباب جو پانی کی سطح پر پانی کی طاقت سے صورت مختلف میں بنام حباب نمودار ہوا ہے یا پانی کی طاقت سے پھوٹ کر صورت حباب سے معدومی اختیار کر کے پانی ہو گیا ہے اِن دونو حالتوں میں پانی یا پانی کی طاقت کے سوائے اور کوئی شے

باعث وجود اور عدم نہیں ہے اگر ایک حُباب کے فنا ہونے سے ہم تصور کریں کہ پانی
کی طاقت زائل ہو گئی ہے تو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ہزارہا امواج و حُباب بلحظہ بلحظہ پیدا
ہوتے اور فنا ہوتے ہیں پانی میں نہ کمی ہے نہ بیشی۔ وہ یکسان اپنی حالت میں قائم ہے
اُسی طرح بدن بمثل حُباب ذات آتما میں آتما کی طاقت سے نمودار ہو کر صورت مختلف
میں بنام بدن ظاہر ہے یا آتما کی طاقت سے اپنی کارروائی سے ساکن ہو کر صورت
معدومی میں فنا ہو جاتا ہے۔ اِن دونو حالتوں میں آتما یا آتما کی طاقت کے سوائے اور
کوئی شے باعث وجود اور عدم اِن بدن کے نہیں ہوتی۔ لیکن آتما میں اِن مختلف
حالات کے وُرود سے وجود اور عدم نہیں کہا جا سکتا۔ اگر کہیں تو عدم شناخت
آتما ثابت ہوتی ہے۔ جسم کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔ اوّل بصورت نُطفہ حمل میں آنا
دوم۔ لڑکپن۔ سوم۔ جوانی۔ چہارم۔ پیری۔ پنجم۔ مرگ۔ سو پانچوں حالتیں
آتما کی طاقت سے آتی جاتی ہیں۔ آتما کو کسی حالت سے اُلفت یا نفرت نہیں جسم
رہے یا نہ رہے آتما یکساں عین ہستی علم سرور ہے۔ آتما کو جسم کی پیدائش اور فنا سے کچھ
بھی نسبت نہیں جسم پیدا ہوا ہے ضرور مریگا اور آتما نہ پیدا ہوا ہے نہ مریگا۔ جسطرح
سمندر میں حُباب اُٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔ اسیطرح آتما روپ سمندر میں سریر روپ حُباب
اُٹھتے اور بیٹھتے ہیں۔ اور ساری کارروائی اُسکے آسرے کرتے ہیں اور اُسکی طاقت سے

مرکر فنا ہو جاتے ہیں ایسے آتما کی شناخت طرفہ لذت ذوق رکھتی ہے کہ جو کسی حالت میں گرفتار نہیں اور سب حالات میں شامل ہے اور اگر بغور دیکھیں تو جسم بھی فنا نہیں ہوتا جسم پانچ تت یعنے عناصر خمسہ سے مرکب ہے اور وہی عناصر اس میں کارروائی کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کارروائی کو زندگی اور عدم کارروائی کو موت سمجھ کر نادانان بید کو وہم ہوا ہے کہ جسم مرجاتا ہے مرتا نہیں بلکہ تبدیل صورت اختیار کرتا ہے۔ سو اُس تبدیل صورت میں اُس کی ترکیب سے کوئی شے کم یا زیادہ نہیں ہوتی صرف ظاہری حالت متبدل معلوم ہوتی ہے جس کو ظاہر میں دیکھ کر کچھ اور کا اور خیال کرتا ہے۔ سو اُس کا اپنا وہم ہے۔ ورنہ وہ شے بدستور قائم ہے۔ اگر اُس کو وزن کیا جاوے تو کچھ کمی نہیں ہوئی۔ پس ہم کیوں کہتے ہیں کہ وہ شے فنا ہوئی۔ درخت کو یا دیگر اشیاء ساکن کو ہم مُردہ یا فنا شدہ کیوں نہیں کہتے یا سمجھتے۔ اور بدن کو مُردہ سمجھ کر کیوں وہم پیدا کر لیتے ہیں کہ اس میں سے آتما کی طاقت زائل ہو گئی ہے۔ یہ سراسر باطل خیال ہے۔ اگر جسم پیدائیش سے فارغ ہوتا تو اُسپر فنا کا داغ بھی نہ لگتا۔ چونکہ یہ پیدا شدہ ہے۔ اس لئے فنا ہوتا ہے اور آتما اس کے پیدا ہونے سے اوّل موجود تھا اور اُسکے فنا کے بعد باقی قائم رہتا ہے جیسے وجود جامہ سے اوّل ہوتا ہے اور صدہا جامہ اُس کی موجودگی میں پھٹ جاتے ہیں۔ لیکن وہ باقی رہتا ہے۔ اسیطرح جسم کے پیدا ہونے اور

ناش ہونے میں آتما کا کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ آتما بے صورت صرف ہستی و علم وسرور
ہو کر کُل اشیاء میں محیط ہے زندہ میں بھی اور مُردہ میں بھی پس ثابت ہوا کہ آتما
کی طاقت ہمیشہ قائم بخود ہے۔ اور جسم پیدا ہوتا اور مرتا ہے اور اسیطرح رہیگا
اس سبب سے کچھ خلل ذات آتما میں نہیں آتا۔ اور اگر یہ کہو کہ بوقت مرگ جیو آتما جسم
سے نکلجاتا ہے۔ سو اس میں مختلف دلائل و مسایل ہیں۔ بعضے کہتے ہیں کہ آتما بمراد
حصول نتائج افعال نیک و بد تناسخ اختیار کرتا ہے۔ یعنے ایک قالب کو چھوڑ کر دوسرے
قالب میں داخل ہو کر رنج و راحت حسب کے وہ بھوگتا ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ بعد مرنے
کے روح ایک جگہ جمع رہتے ہیں۔ قیامت پر کُل ارواح اپنے اپنے اجسام کو شناخت کر کے
اُس میں داخل ہونگی۔ اور بحضور باریتعالے اپنے افعال کے حساب دیکر نتیجہ دوزخ و بہشت
حاصل کرینگے۔ بعضے کہتے ہیں کہ بعد مرنے کے کچھ نہیں سب کچھ جیتے جی ہے
اسیجگہ افعال کا ارتکاب اور اسیجگہ حصول نتائج۔ بعد اسکے سراسر بُہتان ہے۔ بعضے
کہتے ہیں کہ روح کوئی شے نہیں جسم میں جو حرارت غریزی ہے وہی روح ہے پس
اُنکے یقین میں بھی کہیں آنا اور جانا نہیں ہے۔ بعضے کہتے ہیں کہ لطیف عطر عناصر کا
روح کہلاتا ہے سو ہمیشہ وہ عناصر میں رہتا ہے نہ کہیں سے آتا ہے اور نہ کہیں جاتا ہے
اور بعضے روح کو بالکل نہیں مانتے سو اب کس کی رائے کو درست اور کس کی رائے کو

غلط قرار دیکر کلمہ آفرین۔ یا نفرین اُس کی نسبت کہیں۔ اسلئے اِن تمام اقوال کو
صرف خبث اختراع سمجھ کر عارفان حق گو حق جو حق داں حق ہیں نے مُصمّم کیا ہے کہ روح یعنے
آتما وہ ذات ہے کہ جس کی دریافت بجز نادریافتگی کے آجتک کسی کو نہیں ہوئی۔ اِسلئے
اُسکو تمام عیوب مثلاً آمد و شد و گناہ و صواب سے مُبرّا سمجھ کر ذات حق میں محو کیا ہے اور
ایک ذات یقین کیا ہے۔ جس قدر تکلیف اور تعیّنات اس روح میں نُمایاں ہوتے ہیں
سو بباعث صحبت بدن کے ہیں ورنہ روح یا ذات پاک عین علم ہے عارف اور
جاہل میں صرف اتنا ہی فرق ہے کہ عارف باوجود تعلّق جسمانی آفات جسمانی۔ مثلاً
بیماری و صحت حیات و ممات گرسنگی و تشنگی۔ سرما و گرما کو بذریعہ دانش حقیقی اپنی
ذات میں نہ دیکھ کر موجودگی اختلاف حالات میں یکساں رہتا ہے اور جاہل نہ جانکر
یقین کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں۔ صحیح ہوں۔ پیدا ہوا ہوں مرتا ہوں۔ علےٰ ہذا القیاس
اِس واسطے ہمیشہ آفات جسمانی میں گرفتار رہکر عذاب میں رہتا ہے۔ اور پھر اِس
قسم کا یقین بھی اُسکے دل میں بباعث عدم شناخت اصلیت خود مُصمّم ہے کہ
میرا حساب لیا جاویگا سو اپنے یقین میں ویسا ہی دیکھتا ہے۔ کیونکہ سلسلۂ
جہان کی بنیاد بھی صرف خیال اور یقین پر رکھی گئی ہے پس ثابت ہوا کہ کُل مسائل
ہیں سے برائے عارفان برحق و ذریعہ نجات ہے۔ اسلئے مناسب ہے کہ تمام اشتباہ جو

در باب معبد ومی و انتقال آتما دلنشیں ہوں اُن کو بذریعہ فہمید تقریر مذکورہ بالا احاطہ یقین سے نکالکر یقین کرنا چاہئے کہ آتما شُدھ یعنے پاک و بے عیب و بے وجود و عدم مُبرّا آمدن و شُدن سے فارغ بیصورت و بے نشان عین ہستی علم سرور قایم بخود ہے اور جسم فناپذیر بلکہ دائما فانی ہے۔ اِس کی کسی حالت سے آتما میں تغیر تبدل راہ نہیں پا سکتے +

گل سینتیس

سوال۔ ہم پیدا شدہ خدا کے ہیں اور اِس غرض سے پیدا کئے گئے ہیں کہ ہم اُسکو پہچانیں۔ چاہئے تھا کہ وہ منشاء پورا ہوتا مگر برخلاف اُسکے جس نے اِس ارادہ سے ہمیں پیدا کیا بذریعہ اور چیزوں کے جو اُسی سے ہیں ہمیں کیوں مانع ہوتا ہے +

جواب۔ ضرور ہم لوگ پیدا شدہ خدا کے ہیں اور ہمارا فرض عظیم یہی ہے کہ خدا کو پہچانیں لیکن ہمارے اِس کام سے خدا کو کچھ غرض نہیں کیونکہ اُس کی ہستی قائم بالذات ہے ہماری شناخت سے اُس میں بیشی اور عدم شناخت سے اُس میں کمی نہیں آتی جسطرح ذرہ کی شناخت سے چشمہ آفتاب میں کسی طرح کی زیادتی نہیں ہوتی اور اُسکے نہ پہچاننے سے کچھ کمی نہیں آتی البتہ ذرہ کو شناخت آفتاب ذرگی سے خلاص کر کے داخل خورشید بلکہ عین خورشید بناتی ہے یا جس طرح امواج و حباب کی شناخت اور عدم

شناخت میں سمندر یکساں فارغ از بیشی و کمی ہے لیکن حباب یا موج سمندر
کی شناخت سے درمیانی تکالیف و تعینات مثلاً آمدن و شدن ظاہر شدن و
فروشدن سے خلاص ہو کر آپ کو عین سمندر یقین کرتے ہیں۔ اسیطرح تمام لوگوں کی
شناخت سے اور عدم شناخت سے ذات باریتعالے میں سر مو بیشی و کمی و خلل نہیں
پا سکتی اگر ہم سب لوگ یکدفعہ عارف ہو کر اُس کی معرفت میں مستغرق ہوں تو اُس
ذات کو اُسکے درجہ سے کچھ زیادہ نہیں کر سکتے بلکہ جو کچھ ہے اُسیطرح شناخت
کرینگے اور وہ بھی مشکل ہے کہ درجہ معرفت پورا حاصل ہو جس طرح پیغمبر نے فرمایا ہے
نہیں پہچانا ہمنے جو پہچاننے کا حق ہے۔ اور اگر ہم تمام لوگ دریائے جہالت میں غرق
ہو کر اُس کی ہستی کے منکر ہو جاویں تو بھی اُس کی ذات میں سر مو کمی راہ نہیں پا سکتی۔
اگر ہم اپنی معرفت یا عبادت کو اُس ذات بیچون وچرا میں نسبت دیں تو کچھ بھی
نہیں پس ہماری معرفت اور عبادت ہمارے اپنے لئے مفید مطلب ہے کیونکہ بذریعہ
معرفت ہستی موہومہ سے خلاص ہو کر ہستی حقیقی میں محو ہونگے اور عین حیات میں
تکالیف و تشاویش سے بری ہو کر سرور ابدی حاصل کرینگے اور خداوند تعالے نے
ہم کو منجملہ اشیاء ولغریب مختلف عادات و حالات انواع تبدیلات بلا ہا ارضی و سماوی
عوارض۔ شہوت۔ غصہ۔ طمع۔ الفت۔ تکبر۔ حسد۔ نعمائے صبر۔ شکر۔ معرفت

قناعت تسلیم اس غرض سے پیدا کیا ہے کہ ہمارا امتحان ہو کر آزمائش ہو کہ اس
بازار چہار سو قلموں اسباب خیر و شر میں سے کس کس چیز کی طرف راغب ہو کر طاقت روحانی
اور عمر جسمانی کو صرف کر کے سارٹیفکٹ حاصل کرتے ہیں۔ اگر ایک ہی قسم کی عادات
اور اطوار کل نوع انسان کے ہوتے تو تمیز عارف و جاہل نہ رہتی۔ پھر وہ مدعا جو ظہور
کثرت سے تھا تکمیل نہ پاتا۔ اسلئے دو قسم کے عادات و اوصاف و اطوار اس
ہنگامہ کثرت میں نمودار ہیں۔ جس سے شرافت اور رزالت نوع انسان کی منقوش ہو کر
درجہ مقبولی و مردودی کا ثمرہ ملتا ہے سو اس حکمت سے ہم خدا کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ
وہ ہم کو اپنی شناخت سے مانع ہوتا ہے بلکہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی شناخت کیلئے ترغیب
و تحریص کرتا ہے اور ہماری صفائی و شوق کا امتحان کرتا ہے اور اگر اوصاف ملکی ہوتے
اور موالغات کو بالکل دخل نہوتا تو معرفت سبحانی اور شناخت ربانی کی قدر و
منزلت بھی نہ ہوتی۔ اور اُس کی لذت کا بھی اس قدر شان نہوتا۔ اب جو ہم لوگ
کمر بستہ ہو کر حصول معرفت کے لئے دل و جان سے کوشش کر رہے ہیں سو اُسکی وجہ یہ ہے
کہ معرفت کو جہالت سے افضل سمجھتے ہیں اور لذات دنیاوی سے جو دائما تبدیل پذیر
ہیں لذت معرفت کو جو دائما بر یک قرار ہے معظم خیال کرتے ہیں۔ اگر موجودگی ضدین
اور موالغات نہ ہوتے تو اس قدر عظمت و شرافت جو اہل عرفان و عبادت کی جبین حیا

اور بعد ممات ہو رہی ہے نہوتی اور اِس سے جو ترغیب فزونی اشتیاق مخلوق آئیندہ کی ہو رہی ہے وہ بھی نہ ہوتی پس اِن مو الغات کا ہونا حکمت ازلی ہے کیونکہ سوائے مخالفت کے دوسری چیز کیطرف جو اُس کی ضد ہے محبت پیدا نہیں ہو سکتی جیسے تلخی کے سوائے شیرینی کا قدر کوئی نہیں پہچان سکتا۔ اگر صرف شیرینی ہو تو اُس کی تعریف کا باعث کوئی نہیں جب تلخی کو کھایا جاوے تو اُس وقت شیرینی کا قدر معلوم ہوتا ہے اور اُس سے الفت ہوتی ہے اُسیطرح جہالت اور معرفت میں سمجھنا یہ صرف ہمارے فائدہ کے لئے ذات باریتعالے نے حکمت قائم کی ہے ورنہ اُس کو مانع ہونے سے کیا غرض تھی اور ہمارے ارادہ معرفت کا ممد ہونے میں کیا مدعا۔ وہ ذات ناپیدا کنار قائم بخود عارف معرفت معروف۔ جاہل۔ جہل مجہول سے مبرا ہے۔ پس ہم کو مناسب ہے کہ موالغات سے پرہیز کر کے حصول معرفت کیلئے بدل و جان کوشش کر کے تقاضائے بشریت و قید جزویت سے رستگاری حاصل کریں؎

گل چھتیّں

سوال۔ خود شناسی کس ادپاؤ سے ہو؟

جواب۔ اوّل چاہئے کہ اُلفت فرزند و زن و مادر و پدر و دوست و دولت سے

دل کو پاک کرکے لذات محسوسات سے اپنی خواہش کو باز رکھے صحبت عیاش قمار باز
زانی۔ جاہل۔ ژاژگو سے پرہیز کرے دنیا کو نیست و نابود سمجھکر اُس کے اسباب کی
حصول کے لئے عمر کو ضائع نہ کرے علم دنیاوی بقدر ضرورت کہ جسکے وسیلہ معاش ہو سکے
پڑھے اور علم حقیقت کو جسقدر تحصیل کر سکے کرے صحبت عارفان دل و جان سے کرے
اور اُنکے سخنان پر راست یقین کرے پوشاک و غذا سادہ رکھے کسی سے برعونت و تکبر گفتگو
نہ کرے سب سے بہ تواضع و خوش خلقی و خاکساری و حلم برتے اپنے گھر کو مہمانسرائے اور
فرزندوں وغیرہ کو مسافران تصور کرے جسم سے الفت کو توڑکر جان سے الفت پیدا کرے
کسی کی شکایت اور تعریف نہ کرے اور نہ سُنے سب کو نیک و بد جانے من کو خیالات واہی
سے صاف رکھے عزت بیعزتی سرما گرما گرسنگی تشنگی کو بحوصلہ برداشت کرے
ستمگر کو اپنا مونس اور دلخواہ سمجھے اِس طرح اپنے باطن کو صاف اور اپنے اخلاق کو آراستہ
کرکے مفصلہ ذیل بحث کو جو مابین شاگرد و استاد کے مرتب کیگئی ہے بغور پڑھے اور یقین کرے ؛

بحث درمیان شاگرد و استاد درباب خودشناسی

شاگرد۔ میں کون ہوں؟

استاد۔ تو ست چت آنند روپ برہم ہے +

شاگرد۔ برہم اکرتا اور دکھ سکھ سے فارغ ہے اور میں نیک و بد کرم کرنے والا
اور اُس کا نتیجہ سکھ دکھ بھوگنے والا ہوں اس لئے میں برہم نہیں ہوں +

اُستاد۔ جسم کے تعلق سے تو آپ کو مختلف افعال کا فاعل اور سکھ دکھ بھوگنے والا
مانتا ہے ورنہ تو شدھ چیتن ہے +

شاگرد۔ کیا میں جسم سے جدا ہوں میں تو جانتا ہوں کہ میں جسم ہوں میرا نام ہے
فلانے کا بیٹا ہوں میری ذات میرا ورن میرا آسرم ہے آپ کس طرح کہتے ہو کہ تو جسم نہیں +

اُستاد۔ اگیان سے تو آپ کو سریر مانتا ہے ورنہ تو سریر نہیں +

شاگرد۔ کس طرح میں سریر نہیں میں ظاہر جانتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ میں سریر
ہوں سریر کو چھوڑ کر اور کیا مانوں +

اُستاد۔ جسم تین قسم کا ہے ایک جسم کثیف۔ استھول سریر۔ دوسرا جسم لطیف
سوکھشم سریر۔ سوم جسم غفلت۔ کارن سریر۔ ان تینوں میں سے تو کون سریر ہے +

شاگرد۔ میں جسم کثیف ہوں یعنے استھول سریر ہوں +

اُستاد۔ جسم کثیف عناصر خمسہ کے پچیس اجزاء سے مرکب ہے یعنے ایک ایک عنصر کے
پانچ پانچ جزو ملکر پچیس اجزاء سے اس کی ترکیب ہوتی ہے حسب تفصیل ذیل:۔

آکاس۔ کے پانچ جزو۔ کام (شہوت)۔ کرودھ (غصہ)۔ لوبھ (طمع)۔ سوگ (غم)۔ بھے (خوف) +

هوا - کے پانچ جزو چیلنا - ولنا - دوڑنا - پسرنا - سکوچنا +

آتش - کے پانچ جزو - بھوکھ - پیاس - آلس - نیند - کرانت (جلوہ) +

جل - کے پانچ جزو - ویرج (منی) - خون - کف - پیشاب - پسینہ +

زمین کے پانچ جزو - استخوان - گوشت - چرم - ناڑی - بال +

تم جو آپ کو سریر قرار دیتے ہو سو سریر مذکورہ بالا اشیاء کا نام ہے - انکے سوائے اور کوئی چیز نہیں - اسلئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ تم ان پچیس اشیاء میں سے کونسی شے ہو -

شاگرد - میں ان پچیس چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں ہوں کیونکہ میں ان سب کو جانتا ہوں - اسلئے میں ان سے جدا سوکھم سریر ہوں +

استاد - تو سوکھم سریر بھی نہیں +

شاگرد - کس طرح +

استاد - سوکھم سریر مفصلہ ذیل سترہ اشیاء سے مرکب ہے - دو انتہکرن - من - بدھ +

پانچ گیان اندری - سوتر (گوش) - تچا (پوست) - نیتر (چشم) - جیہا (زبان) - ناسکا (ناک یا بینی) +

پانچ کرم اندری - پان (دست) - پاد (پاؤں) - واک (گویائی) - لنگ (آلہ تناسل) - گودا (مقعد) +

پانچ پران - پران - اپان - ویان - اودان - سمان +

ان سترہ چیزوں کے مجموعہ کا نام سوکھم سریر ہے اگر تم سوکھم سریر ہو تو مذکورہ بالا سترہ

چیزوں میں سے کونسی چیز ہو کلان ہو پوست ہو چشم ہو یا بینی ہو یا ہاتھ پاؤں وغیرہ

کرم اندریاں ہو یا پران ہو یا بدھ ہو کیونکہ سوائے انکے سوکھم سریر خود کچھ چیز

نہیں ہے +

شاگرد - اِن چیزوں کو تو مَیں جانتا ہوں میں کس طرح کہوں کہ مَیں کان ہوں یا

چشم یا زبان وغیرہ ہوں - اِن سے الگ کارن سریر ہوں +

اُستاد - تو کارن سریر بھی نہیں ہے +

شاگرد - کس طرح +

اُستاد - کارن سریر اگیان اکو کہتے ہیں اور وہ کھوپت اوستھا میں ہوتا ہے

سو جاگرت اوستھا میں اُٹھ کر تو کہتا ہے کہ میں ایسا سویا کہ مجھ کو کچھ خبر نہ رہی - پس ثابت ہوا

کہ بیداری میں وہ سریر نہ رہا اور تو موجود ہے - اسلیئے تو کارن سریر نہیں +

شاگرد - اگر مَیں جسم نہیں ہوں تو نام - ذات - ورن - آسرم کس کے ہیں +

اُستاد - نہ تو نام ہے اور نہ تیرا نام ہے یہ نام صرف جسم کثیف کا ہے کیونکہ

پیدائیش سے اصل یہ نام نہیں تھا اور بعد پیدائش کی یہ نام فرض کر کے رکھا گیا ہے

اِس غرض سے کہ مختلف اجسام میں سے کسی خاص جسم کی شناخت ہو پس ثابت ہوا کہ یہ

نام استعمال سریر یعنے جسم کثیف کا ہے اور جسم کثیف کے بھی کسی حصہ یعنے بازو میں نہ یہ نام نمودار

نہیں ہے اُسکے مختلف اعضا مختلف اسماء سے موسوم ہیں یہ نام کسی جگہہ ڈھونڈا کبھی نہیں ملتا۔ پس ثابت ہوا کہ یہ نام نہ تیرا ہے نہ استھول سریر کا صرف شناخت کیلئے فرض کیا گیا ہے۔ اس واسطے باطل ہے اسیطرح ورن اور آشرم بھی مفروض اور باطل ہیں پس تو نہ نام ہے نہ ذات ہے نہ ورن ہے اور نہ آسرم ہے اور نہ تیرے ہیں +

شاگرد۔ جب یہ حال ہے کہ نہ میں سریر ہوں اور نہ میں ذات ورن آسرم ہوں تو کچھ نہوا کیونکہ جو کچھ نظر آرہا ہے سو سریر ہے جب میں ظاہر چیز سریر نہوا تو کچھ نہ ہوا +

اُستاد۔ اگر تو کچھ نہوتا تو یہ نہ کہتا کہ میں کچھ نہیں تو کچھ نہیں کے بھی جاننے اور روشن کرنے والا ہے اسلئے تو کچھ نہیں سے جدا ہے +

شاگرد۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کون ہوں آپ مہربانی کرکے فرمائیے کہ میں کون ہوں اور میرا سروپ کیا ہے +

اُستاد۔ تمام چیزوں کے جاننے اور روشن کرنے والا تو آتما ہے اور تیرا سروپ ست چت آنند ہے +

شاگرد۔ ست۔ چت۔ آنند کے کیا معنے ہیں +

اُستاد۔ جو تینوں زمانہ میں قائم رہے سو ست ہے جو آپ کو اور دوسروں کو بھی جانے سو چیتن ہے۔ جس سے تمام دکھ روپ بیداریوں میں آنند یقین ہوتا ہے سو آنند ہے

شاگرد۔ میں ست چت آنند کس طرح ہوں +

اُستاد۔ جسم کی پیدائش سے اوّل تو تھا جسم کی موجودگی میں تو ہے اور جسم کے
فنا کے بعد تو باقی رہتا ہے اسلئے تو ست ہے آپکو جانتا ہے اور آپ سے جدا انتھکرن
اندریاں استھول سریر و دیگر بیرونی اشیاء کو بھی تو جانتا اور روشن کرتا ہے اور وے
تجھ کو نہیں جانتے اسلئے تو چیتن ہے دُکھ روپ سریر میں تجھ کو آنند پرتیت (یقین) ہوتا ہے
اور اِس سریر میں کوئی شے آنند دینے والی نہیں اور تو پرم پریم کا وشے یعنے نہایت
ہی محبوب ہے تمام اشیاء یعنے انتھکرن اندریاں استھول سریر زن فرزند و دولت
وغیرہ کو تو اپنے آنند کے لئے عزیز رکھتا ہے پس تیرا آنند اِن سب سے زیادہ
ہوا اور تو آپ کو نہائت عزیز ہوا اِس سئے تو آنند روپ ہے اِس صورت سے تو ست
چت آنند روپ ہے +

شاگرد۔ ثابت ہوا کہ میں ست چت آنند روپ آتما ہوں لیکن برہم روپ کسطرح ہوں +

اُستاد۔ جس طرح تو ست چت آنند روپ ہے اسیطرح برہم ست چت آنند روپ ہے
کیونکہ جگت کی پیدائش سے اوّل برہم تھا جگت کی موجودگی میں برہم ہے جگت کے لے کے
بعد بھی برہم باقی رہتا ہے اسلئے برہم ست ہے اور تمام پنچ بھوتک پدارتھوں کو یعنے کُل
موجودات کو پرکاشتا ہے اور آپ گیان سروپ ہے اسلئے چیتن ہے اور تمام اودک یعنے

مفروض و باطل اشیاء جنکے ذریعہ آنند دیتے ہیں اسلئے آنند روپ ہے پس برہم ست چت آنند روپ ہے اور ثابت ہوچکا ہے کہ تو ست چت آنند روپ ہے اور اب ثابت ہوا ہے کہ برہم ست چت آنند روپ ہے پس تیرا سبھاؤ اور برہم کا سبھاؤ ایک ہی ہوا چونکہ ایک سبھاؤ والی چیزیں ایک روپ ہوتی ہیں اسلئے ثابت ہوا کہ تو برہم روپ ہے اور جس طرح برہم کل جگت میں محیط ہے یعنے ویاپک ہے اسطرح آتما یعنے تم کل بدن میں محیط ہو کیونکہ تم ایک ہی وقت میں آنکھوں سے دیکھتے کانوں سے سنتے منہ سے بولتے یا ذائقہ لیتے ہینی سے بو لیتے ہاتھوں سے کام کرتے پاؤں سے چلتے من میں سنکلپ کرتے بدھ سے نسچا کرتے ہو اسلئے تم کل میں شامل اور محیط ہو پس تم برہم ہو کیونکہ برہم نام پورن کا ہے چونکہ بدن میں جو تمہارا جہان ہے پورن ہو اس واسطے تم برہم ہو۔ اور برہم اور جیو دو الفاظ ایک ذات چیتن میں ایں وجہ سے مفروض ہیں کہ جو ذات کل جہان میں ویاپک ہو کر پرکاشتی ہے وہ برہم ہے اور جو ذات جز و جہان یعنے وجود میں ویاپک ہو کر پرکاشتی ہے وہ جیو ہے ذات ایک ہے اس میں تفریق و تقسیم نہیں ہے صرف علت کی وجہ سے اس میں یہ دو اوصاف قائم ہوئے ہیں ورنہ ایک ذات قائم بخود ہے یعنے جو ذات کل جہان میں ویاپک ہے وہی ذات وجود میں ویاپک ہے ذات میں دوئی نہیں اس لئے جیو برہم ہے اور برہم جیو ہے بلکہ جیو اور برہم دونو مفروض ہیں ایک ہی

ذات منفارغ از اسماء وصفات قائم بخود ہے۔ اور وہ ذات تُم ہو مثال۔
جس طرح ایک آکاس میں دو الفاظ ہوتے ہیں ایک گھٹ آکاس دوسرا مہا آکاس
سو صرف گھٹ کی علّت سے آکاس گھٹ کے نام سے موسوم ہوا ہے ورنہ آکاس میں اس
نام کی سمائی نہیں اگر گھٹ کو توڑا جاوے تو پھر مہا آکاس اور گھٹ آکاس میں تمیز نہیں
رہتی بلکہ دونو ایک روپ ہو جاتے ہیں اور آگے بھی ایک روپ تھے صرف علّت کیوجہ سے
درمیانی شبہ ہو گیا تھا۔ اِسیطرح ذات مطلق میں برہم اور جیو دو الفاظ صرف علّت سے ہیں سو
جب تُریہ یعنے چوتھا جیسے والش علّت گُل یعنے جہانُ علّت جُزو یعنے وجود کو صرف نمُود بے بود بلکہ
ہیچ سمجھا تو پھر برہم اور جیو میں تمیز نہیں رہتی۔ آگے بھی فرق نہیں تھا صرف اگیان سے شُبہ
ہو گیا ہے کہ میں کچھ اور ہوں سو یہ بات غلط ہے دوئی کو سبات میں ہرگز دخل نہیں پس تُم
یقین کرو کہ تمہاری ذات میں کسی قسم کی کمی نہیں تُم شُدھ برہم ہو ✦

شاگرد ۔ ہے بھگون آپ کی کرپا سے مجھ کو یقین وُاثق ہوا ہے۔ کہ
میں ست چِت آنند روپ ہوں۔ تمام علّتوں سے فارغ۔ گناہ صواب
سے پاک۔ گرفتاری ورُستگاری سے خلاص۔ زادن و مردن سے بیخوف
خود در خود قائم نہ کہیں سے آیا ہوں نہ کہیں جاؤنگا۔ سدا یکساں ایک حالت
میں قائم ہوں ✦

گل سنتیس

اچل اکھنڈا نام اِک اگم اپار اروپ
قایم بےقیمت بےنام عمیق بیکنار بےنشان

ویس کال پرچھیدتے رہت اکال اویس
فرق لاذمات لامکان

سرو نام اروپ سب سرب کال اردیس
زمانہ مکان

تین گُناں ہیں آئیکے مایا نام کہائے
صفات

آپے پرتھوی جل بھیو تیج پون آکاس
خاک آب آتش باد خلا

پنج تت لِ انڈہ بیں نانا دیہ بنائے
عنصر بیضہ بدن

کہوں انڈج جیرج بھیو سیتج اُوتبھج آپ

کہوں پوا دیوی بھیو گن گندھرب پاچ

کہوں پامر ارتھی کہوں جگیاسی کہوں مکت

کہوں جاگے سو کہوں سوئے کہوں مون
خاموش

نرو کار او یکت سم اَمل ابھید انوپ
بےعیب منزا یکساں پاک بلافرق مرغوب

نرویشیش انگت سدا اشیش نہ وست وشیش
بےصفت یکساں دایم باقی شے مخاص

سرو دیو آپے بھیو شیش مہیش گنیش

ایک انیکی ہوئیکے نانا بھانت دکھائے
مختلف اقسام

کٹھن دروت پرکاش مئے جینتنا او کاس
کثافت روانی تاب حرکت خلا

بھانت بھانت کر بڑا کرے اوبھت کھیل رچائے
بازی عجیب

کہوں کرتا کارج بھیو کہوں تھاپے کہوں تھاپ
فاعل مفعول

بھوت پریت رکھس بسیو نر ناری ہوئے ناچ

کہوں گیانی مورکھ کہوں جانی جگت اجگت

کہوں سروگ جانے سبھی کہوں پوچھے تو کون

سلہ بیضوی یعنے جو مخلوق راہ بیضہ سے ظاہر ہو ٹلہ رحمی یعنے جو مخلوق راہ رحم سے موجود ہو ٹلہ جو مخلوق پسینہ یا غلاظت سے پیدا ہو ٹلہ جو مخلوق زمین سے پیدا ہوتی ہے ٹلہ پامر مراد اس شخص سے ہے جو صرف خورش۔ نوش۔ پوشش یا اُن کی حصول کیواسطے کوشش کرنا جانتا ہے سوائے اسکے اور کچھ نہیں جانتا ٹلہ ارتھی وہ شخص ہے جو اپنی غرض کیواسطے نیک افعال کرتا ہے جسکے نتیجہ کا خواہ اس جہان میں خواہ آیندہ جہان میں طلبگار ہوتا ہے ٹلہ جگیاسی وہ شخص ہے جس نے اس جہان اور بہشت کی اللذات کو نجاست کیطرح کر دل سے ترک کیا ہے اور برہم کے جاننے کا خواہشمند ہے ٹلہ مکت شخص ہے جسنے آپ کو تین اجسام اور تین صفات سے فارغ عین ہستی علم کی ... یقین کیا ہے

کھوں سوامی کھوں داس ہے کھوں جوگی کھوں بھوگ
(تارک — دنیادار)
ہیمراج آپے بھوپ اپنا کھیل رچائے

اگیانی جانی نہیں جگیا سبھی کو آس
جوگی ویہ ابھمان ہے بھوگی گرہست ابھمان

ہیمراج اس جگت میں سو کھیا پہچان
جے جانے تاں آپ ہے نہ جانے تاں آپ

جو جانے سو مکت ہے نہ جانے سو بندھ
(گرفتار)

کھوں ویدک کھوں سکھ ہے کھوں وید کھوں روگ
(استاد — شاگرد — طبیب — مرض)
آپا میں آپا بھیو پھر آپن ماںہہ سمائے
(محو)

گیانی جانی آتما تت وِرسی نرواس
(بے خواہش)
گیانی نِکت ابھمان ہے تت ورت نر ابھمان
(بلا فخر)

واد نہ کاہو سے کرے نہ کاہو کی ہان
(تکرار — بے عزتی)
انجانے تے ہوت ہے مدھ کال سنتاپ
(درمیان — رنج)

پھانسی پھانسا تھا بھرم کی جیون مچھلی وچ پھند
(وہم — جال)

گل اٹھتیس

بینائی میں عجب کیفیت ہے۔ کہاں زمین اور کہاں سورج چاند ستارہ وغیرہ۔ کروڑہا کوس کا فاصلہ ان کے درمیان آنکھوں کی امداد سے ایک لحظہ میں ایسی دور اشیاء کا ایک ہی وقت مشاہدہ ہوتا ہے یہ صرف بینائی کی توجہ اور کیفیت ہے سو جسم میں اور کوئی عضو نزدیک یا دور کی اشیاء کی کیفیت کو معلوم نہیں کر سکتا صرف چشمان بباعث اپنی بصارت و طاقت بینائی کے نزدیک اور دور کی اشیاء کو معلوم کراتی ہیں اب جاننے غور ہے کہ کل اعضا کی نسبت چشم نہایت ہی خفیف اور لطیف

ہے اور پھر اُس چشم میں بھی حصہ بصارت جو مردمک ہیں بالکل ہی لطیف اور
قلیل ہیں اُن ہیں بینائی کیوجہ سے یہ طاقت ہے کہ بشمار فاصلہ تک مختلف اشیائے
خواہ کثیف خواہ لطیف کی ہئیت کو مشاہدہ کرسکتی ہیں پس کُل جسم کثیف میں بینائی
عُمدہ اور معظم عضو ہے اِسیطرح اگر بینائی باطنی جس کو گیان کہتے ہیں اُنتھکرن میں
ہو تو ذات بیچون وچرا نام ونشان سے مُبرّا جو بامداد چشمان دیکھنے ۔ کُلّی محال ہے
بامداد گیان مشاہدہ ہوسکتی ہے مشاہدہ کیا اپنا آپ یقین ہوتی ہے پس
گیان کُل اشیاء سے افضل اور اعلےٰ ہے اُس کی حصولی سے کُل کی حصولی متصوّر ہے
اُس کی امداد سے اُس ذات کا مشاہدہ ہو کر اپنا آپ یقین ہوتا ہے کُل عوارض جسمانی
وجہانی سے نجات حاصل ہو کر دائم السرور ملتا ہے۔ کُل اشیاء سبق شناخت ذات
وہاب ہیں جہان ایک کتاب عظیم ہے تین گُن دفتر ہیں پانچ تت پانچ ورق
ہیں ایک ایک تت کے اجزاو حصص پیدائش ایک ایک ورق پر سطریں ہیں ایک
ایک جز و مثل لفظ ہے کتاب کے پڑھنے سے جو معنے مفہوم ہوتا ہے وہ برہم ہے تین
گُن پانچ تت اور اُن کی پیدائش برہم ہے پس ایک ہی برہم اپنی مہمان میں
قائم ہے نہ کوئی پیدا ہوتا ہے اور نہ کوئی مرتا ہے ۔ ایک ادوئیت اکھنڈ
نروکار سروروپ ہو آپ کو آپ دیکھکر طرح طرح کے خیالات اور اوہام پیدا کرکے

ہے سو کیا ہے کچھ ہی نہیں۔ اپنی الوہیت میں قائم نہ کہیں کشش نہ کم یکساں

اپنی ہستی میں مامور ہے۔ جس قدر نیرنگ ہی صرف الفاظ اور معنے میں ہے سماعت

کے رو سے جو جو الفاظ گوش سے اُٹھکر اُن میں معکوس ہو کر صورت یقین میں مقیم ہوئے ہیں

وہ جہان کے نام سے موسوم ہیں۔ اور باعث تکلیف ہو رہے ہیں۔ اُن کی فہمید میں جو تعین

قائم کیا گیا ہے اُنکے یقین سے انسان آب سراب میں غوطہ کھا کر ڈوبتا ہے۔ بغیر رسن

پابند رسومات و ضافات تقلیدی ہے۔ آج تک سوائے سماعی الفاظ کے کسی نے کچھ

نہیں دیکھا۔ خدا جو اس جہان میں سب کا خالق اور پالک مشہور ہو رہا ہے وہ

سوائے سماعی کلمہ کے اور کچھ نہیں صرف اس نام کو سنکر خوش ہو رہے ہیں اور اسی نام

کی عبادت اور التجا کر رہے ہیں سوائے اس سماعی لفظ کے کسی نے خدا نہیں دیکھا

پس ثابت ہوا کہ کل ہنگامہ خواہ نیک خواہ بد صرف سماعی ہی درحقیقت کچھ نہیں اگر

تمام الفاظ کو معہ اُنکے معنے کے دل سے بھلا دیں تو باقی وہ ذات رہتی ہے کہ جسکا

نہ حد ہے نہ پایاں۔ کلام سے مبرا قیاس سے بالا۔ فکر سے برتر اور یقین سے فارغ خود

در خود ہے جو کچھ ہے سو وہی ہے کسی قسم کی تعلق کی سمائی نہیں وہ ذات اصل

ہے اور سب کا آتما ہے ایسی ذات کو اپنا آپ جاننا معرفت ہے سوائے اسکے تمام ریا

اور تقلید ہے۔ خیالی تو وہ طوفان اُٹھا اُٹھا کر خراب ہوتے ہیں۔

گل اُنتالیس

ذات بیچون وچپرا میں لفظ جہان کی وہ حقیقت ہے جیسے کہ شعاع آفتاب ہیں آب سراب
کی دیکھنے میں اگرچہ ذرّات خورشید ذرات ریگ سے مجتمع ہوکر صورت آب میں
جلوہ زن ہوتے ہیں۔ مگر نظر بالا اور سرسری میں۔ جب بغور اُس کی طرف توجّہ
لگاکر دیکھا جاوے۔ تو سوائے دھوکے کے اور کچھ ثبوت نہیں ہوتا برائے نام آب ہے
کوئی خاصیت پانی کی اُس سے حاصل نہیں ہوتی۔ اگر کوئی ہزار سال طاقت صرف
کرکے چاہے کہ مجھ کو سیری وسیرابی حاصل ہوے تو نہ ہوگی۔ بلکہ برخلاف اُس کے
تشنگی اور تپش افزوں ہوتی جاویگی۔ اگر ہمہ وجوہ تجسّس کرکے یہ چاہے کہ اُس کی کچھ
اصلیت معلوم ہو تو بدوں اُس کے نابودی اور نمود بے بود ہونے کے اور کچھ ثبوت
نہ ہوگا۔ بعلمی سے نیست ہست اور عدم وجود یقین ہو رہا ہے۔ جب علم ہوا کہ ذرات
کا عکس موج زن ہوکر آب معلوم ہوتا ہے۔ اُس وقت تمام تدارک اور
آرزو حصول آب رفع ہو جاتی ہے۔ اور آرام حاصل ہوتا ہے۔ اسیطرح
ذرات خورشید حقیقی صورت اسماء وصفات میں جہان یقین ہو رہے ہیں
کل ہماری کوششیں اور تدابیر اُس وقت تک جب تک کہ ہم کو اسماء وصفات

میں راستی اور ثبات یقین ہو رہا ہے یہ سراسر باعث تکان اور بے سود ہیں بے بنیاد
شے سے سیری چاہنی گویا اپنی تشنگی کو تیز کرنا ہے۔ اپنے سایہ کے پیچھے دوڑنا نتیجہ
شرمندگی اور پریشانی حاصل کرنا ہے۔ کُل اسماء وصفات کا مصدر وہ ذات ہے جو عین
سے پاک جزو کُل سے فارغ صرف مفہوم ہے۔ پس اسماء وصفات کی صورت میں خود
آکر بوقلموں لباس سے ملبوس۔ تفرقہ معرفت وجہالت میں اپنا جلوہ دیکھ رہی ہے
جہالت سے اپنی تلاش میں سرگرداں اپنے سایہ کے پیچھے دواں مثل طوق گردن
گُم کردہ اپنی ذات کو بھولکر چہار اطراف حیران۔ کہیں زاہد شب بیدار کہیں عابد
کردگار۔ کہیں نماز گزار۔ کہیں روزہ دار۔ کہیں تارک لذات نفسانی۔ کہیں نافراز
مُتعلقین جسمانی۔ کہیں نالاں و پریشاں۔ کہیں توبہ کُناں ولرزاں یہ عین وصال
میں مہجور۔ عین صحت میں معلول۔ عین بینائی میں کور اور عین اظہار میں مستور ہے۔
معرفت سے کُل تعلقات کو چھوڑ وہم دوئی کو توڑ پردہ اسم وصفت کو چاک کرکے
خود در خود محو ہے۔ آپ جلوہ ہیں اور آپ جلوہ کُن خود ہی ناظر خود ہی نظر خود ہی منظور۔
خود ہی عاشق خود ہی عشق خود ہی معشوق ہے۔ کُل سے فارغ جزو سے مُبرا ہے نہ یہ
اور نہ وہ ہے۔ عین کُل وجزو نہ بندہ نہ خدا تمام تکالیف جسمانی وتشاویش روحانی
سے سبکبار مہدبے انتظاری وقرار میں ساکن نہ خیال عبادت نہ فکر زہد نہ تمیز شب و

روز نہ وہم نماز و روزہ نہ احتیاج ترک و اختیار نہ نالاں نہ خنداں فکر و قیاس و گمان

و یقین سے برتر خود در خود ہے۔ ایک ہی ذات میں دو صفات کے باعث اِس قدر

اختلاف ہے در اصل نہ جہالت ہے اور نہ معرفت ہے۔ ایک ہی ذات قائم بخود ہے

باوجود اختلاف الفاظ ایک معنے قائم بخود ہے۔ موجودگی تو قلموں صُور ہیں ایک ہی

ذات مفہوم ہے۔ اظہار انواع الواع خیالات و تبدیلات میں یکسانی عیاں ہے تو

پس کیا ہے کچھ ہی نہیں۔ ایک ذات قائم بخود ہے نہ عارف نہ جاہل نہ لفظ نہ معنے۔

نہ خیال نہ یقین نہ جائے کلام نہ موقع خاموشی عین عین ہے۔ کس کو درست کس کو

غلط قرار دیا جاوے۔ سب درست ہے۔ کُل الفاظ معہ معانی۔ کُل افعال معہ نتائج

کُل خیالات۔ افکار۔ اوہام۔ ایقان۔ نظنار درست ہیں۔ ایک! دوئیت شُدہ دست

آپ میں آپ قائم ہے۔ یہ علم تمام تکالیف سے نجات بخش معدن آرام و طمانیت ہے

جسقدر محنت اس علم کی حصولی کے واسطے کیجاے اسقدر فرحت و آسائش کی

توقع ہے دیگر علوم جو سیکھے اور پڑھے جاتے ہیں صرف اِس علم کبیر کی خاطر ہیں جب

اِسکی تحصیل بدرجہ اتم ہو جاوے تو سب کا خاتمہ ہے۔ مگر چونکہ انسان نے کچھ عرصہ

اِس جسم میں گُذران کرنی ہے سوائے شغل اس میں ایک لحظہ بھی با آرام بسر نہیں ہو سکتا

اِسلئے دور اندیش کسی شاستر کا مطالعہ بخاطر بہلاوٹ طبع رکھتے ہیں یا اگر ذوق لذت

حقیقی زیادہ ہو تو برتی کو سمادھ کی سُکھ میں لگاتے ہیں یا بذریعہ وچار ست کو ثابت
کر کے اُسکے اکار ہونے میں مشغول رہتے ہیں یہ تینوں اشغال برابر درجہ رکھتے ہیں
اصلیت میں کسی کام کرنے کی ضرورت نہیں صرف تعلق جسمانی سے ہم کو کچھ نہ کچھ
احتیاج کارروائی کی ڈالی ہے۔ سو کُل کارروائی برہم روپ ہے جگیاسی کو
چاہئے کہ اپنی بُدھ کو بذریعہ مطالعہ شاستر وآتم وچار بڑھاتا رہے۔ جسقدر عمر ترقی کرتی
جاوے اُسیقدر گیان بھی ترقی پر آتا جاوے بیشک سمادھ (محویت) میں بڑا آنند ہے مگر
مگر ہر وقت سمادھ نہیں ہو سکتی وقت بے وقت یہ حالت ہو سکتی ہے اور ہر وقت
اِس حالت کو اپنے اوپر وارد رکھنے سے کچھ مطلب بھی حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ بغور
دیکھیں۔ تو ہمارا سروپ کیول سمادھ روپ ہے۔ سون وگیان[۱] کے سوا اور کچھ
نہیں۔ ایسی سمادھ[۲] اور شون روپ میں پھر سمادھ کا تدارک کرنا گویا اُس کی اصلیت
سے آپ کو بے علم ثابت کرنا ہے بیلوده نام اپنی ذات کو برحق اور جیوں کا تیوں
جاننے کا ہے۔ ہمارے سروپ میں تو سمادھ کلپت ہے اگر کچھ ہے تو برتی کو ہے برتی کی
اکاگرتا اور ست وست دیکھ لینا کا نام سمادھ ہے سو اصل میں برتی سروپ سے کچھ
نتے نہیں۔ گیان کا کارج یعنے بدانشی ہے جب تک گیان سے اگیان نہ رہا تو اُس کا

---

۱ عین علم جہاں عالم علم معلوم نہیں ہے ۲ محویت بذات حق +

کارج کیسے رہیگی بس اب آپ کو اپنی حالت میں انبھو کرنا یہ سب سے اوتم ہے +

گُل چالیس

کبھی گرمی اور کبھی سردی۔ ہوا اور آتش کا چکر ہے گُل مخلوق پانچ تت سے پیدا ہوئی ہے اور اُسی سے پرورش پا رہی ہے اور پھر اُنہیں میں سما جاتی ہے۔ گُل حالات مثلاً سردی۔ گرمی۔ بارش۔ آندھی۔ ژالہ۔ برق۔ خشک سالی۔ طغیانی آب۔ بیماری۔ صحت۔ قحط سالی۔ گشائش۔ انہیں پانچ تتوں کے سبھاؤ یعنے عادات ہیں۔ پانچ تتوں کا ایک انڈ یعنے بیضہ ہے جسکو برہم انڈ کہتے ہیں اس بیضہ عنصری یعنے برہم انڈ میں بیشمار اقسام کی مخلوقات بھری ہے۔ سو کیا ہے جیسے گولھر کے پھل میں بیشمار کیڑے ہوتے ہیں سو اُس گولھر سے جُدا نہیں ہیں تمام ہی گولھر کا سروپ ہیں اُسی طرح تمام ہی اس انڈ کا سروپ ہیں کوئی شے اِس برہم انڈ سے باہر یا جُدا نہیں ہے بلکہ تمام اشیاء اور گُل مخلوق اُس ہی میں اُسی کا سروپ ہیں اندیہ برہم انڈ برہم میں ہے برہم سروپ ہے۔ ذرہ بھی برہم سے باہر یا جُدا نہیں پس گُل ہی برہم ہے سوا برہم کے نہ کچھ تھا نہ کچھ ہے اور نہ کچھ ہوگا۔ یہ تمام ظہورہ اُسی کا اُسی میں ہے نہ کوئی کہیں سے آیا ہے نہ کہیں جاتا ہے۔ ایک ہی جگہ پیدا اور فنا

ہوتے ہیں۔ بسبب طوالت اور عرض کی باعث سے مختلف نام سے قطعات مشہور
ہو کر شہر موضع وغیرہ بن گئے اور پھر اُن میں مختلف محلّہ کوچہ گھر قائم ہو گئے اور خود
بھی ایک مختصر صورت بنام انسان اختیار کر کے اُس میں بسا ہے اپنی نظر جزویت
اور محدودیت کے باعث کُل برہم انڈ کو فراموش کر کے ایک گھر اور ایک کوچہ اور ایک
شہر میں گرفتار ہو گیا ہے اور در اصل کُل برہم انڈ ایک شہر یا ایک گھر ہے کچھ غیریت
نہیں ہے نہ کوئی باہر ہے نہ کوئی اندر نہ وطن ہے نہ بیوطنی ہر سب چیز اُسی سے
پیدا ہو کر اُسی میں اپنا زور دکھا دکھا کر پھر اُسی میں سما جاتی ہے پس کل اشیاء
برہم ہیں آکاس۔ پَون۔ اگن۔ جل۔ پرتھوی جو پانچ تتّ کہلاتی ہیں یہ پانچ
سبھاؤ برہم کے ہیں ویاپک سبھاؤ برہم کا آکاس کی نام سے نامزد ہر جگہ محیط ہو رہا
ہے چیتن سبھاؤ برہم کا پون کی نام سے نامزد کُل اجسام کو متحرک کر رہا ہے
پرکاش سبھاؤ برہم کا اگن کے نام سے نامزد کُل جہان کو سورج چاند ستارہ ہو کر
روشن کر رہا ہے۔ متر سبھاؤ برہم کا جل کے نام سے نامزد ہو سب سے شامل ہو کر
اُسی کا سروپ بن جاتا ہے وہ سیرج سبھاؤ برہم کا پرتھوی کی نام سے نامزد اپنی
حالت میں قائم سب کا آرامگاہ ہو رہی ہے پس کیا ہے ایک ہی برہم قائم بخود
ہے نہ کبھی کم ہوتا ہے نہ زیادہ نہ اُس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔ نہ دور ہے نہ نزدیک

نہ ظاہر ہے نہ مستور نہ جزو نہ کُل عین عین ہے ظاہر و باطن دوئیت و دوئی اوّل و
آخر جو حقیقیں بھرپور ہے سو برہم ہے۔ جہان اُس کا دوسرا نام ہے۔ یہ برہم
گیان ہی ہے یا یقین سے مُصمّم کرنا کُل وہمات کے لئے مقراض ہے۔ نظر دوئی کی قاطع
ہے جبتک یہ نظر پیدا نہ ہو تب تک آرام حاصل نہیں ہو سکتا پس اسی نظر کا ابھیاس
کرکے کُل کو برہم اور برہم کو کُل دیکھیں ٭

کُل اکتالیس

تفرقہ الفاظ سے دور ہو لباس معانی سے عور غیریت سے مستور وحدت میں معدوم
کلمات پرماتما۔ اللہ۔ گاڈ سے مشہور ایک ذات قایم مجرد ہے۔ نورانی میں نور ہے
تاریکی میں تار۔ وقت میں قت۔ شئے میں شئے مکان میں مکان ساکن میں سکوت
گویائی میں صوت زمین میں زمین آب میں آب آتش میں آتش۔ ہوا میں ہوا
آکاس میں آکاس۔ جزو میں جزو۔ کُل میں کُل۔ نہ عین نہ غین خود ہی خود ہے
عالم میں معلوم۔ جاہل میں نامعلوم ہے عبادت سے عابد اور معبود۔ معرفت سے
عارف و معروف جزویت سے بندہ کُلیت سے خدا۔ گوناگون صُور اور اشکال
سے ظاہر ہے۔ بوقلموں الفاظ و معانی سے پُر۔ مختلف افعال و مختلف نتائج

کی جا بر راحت و رنج و شادی و غم افلاس و دولتمندی کی نمائشگاہ جہان کہلاتا ہے جسمیں کُل کارروائی ظہورات پُر از صفات ہوتی ہے جہان کا نام صفات ذات ہے صفات کو ذات سے سر مو جدائی نہیں۔ ذات صفات ہے صفات ذات ہے۔ قدرت کو قادر سے کسی حالت میں جدا نہیں کہہ سکتے بلکہ قادر عین قدرت ہے اور قدرت عین قادر ہے۔ پس ثابت ہے کہ ایک ذات دو ناموں سے مشہور ہے نظر خاص میں اُس کو برہم یا اللہ کہتے ہیں نظر عام میں اُسکو جہان کہتے ہیں۔ اصل میں دو الفاظ ہیں۔ بلکہ کُل اشکال کُل اسماء کُل صفات کُل رسوم کُل علوم کُل ایقان کُل مذاہب۔ کُل اشیاء۔ کُل مخلوق۔ کُل الفاظ۔ کُل معانی۔ لفظ برہم کے معنے دیتے ہیں یعنے برہم نام کُل کا ہے۔ کسی خاص صفت کی جگہ نہیں۔ بلکہ کُل صفات صفت برہم ہے۔ کُل اسماء اسم برہم ہے برہم ایک وہ ذات ہے جو پُر از انواع خزاین و دفائن و اضاف مخلوقات و حالات نیرنگی زمانہ ہے گویا برہم ایک صندوق ہے اور کُل جہان اُس میں مندرج ہے اور وہ صندوق اپنے مندرجہ سے جدا نہیں بلکہ صندوق اور مندرجہ بلکہ ایک برہم کہلاتے ہیں جگت کو متھیا جاننا گویا اصلیت سے ناواقفیت ہے متھیا اُس کو کہتے ہیں جو نہو وے اور بھاسے پس ایسی چیز کا ہونا بعید از عقل ہے کیونکہ جو چیز اصل میں نہیں ہے اُسکا بھاسنا بھی نہیں ہے

اور پھر کہنا کہ ہے نہیں اور بھاسنتی ہے یہ دانائی کے برخلاف ہے۔ اس لئے مِتھیا
ایک لفظ برائے نام ہے سوائے اسکے اور کوئی چیز اس صفت والی نہیں ہے۔ گویا مِتھیا
مِتھیا ہے۔ اور کچھ مِتھیا نہیں۔ کُل اشیائیں میں جو اشیاء کی ذات ہے وہ اصل ہے
ذات اشیاء سے جُدا کوئی ذات نہیں ہے بلکہ کُل ہیں کُل کی ذات ایک ذات ہے جو
کُتب متقدمین میں اسماء پرماتما۔ برہم۔ خدا۔ اللہ۔ گاڈ۔ سے موسوم ہے کوئی
شے اپنے موقع پر کم درجہ نہیں رکھتی بلکہ اپنے اپنے موقع پر سب افضل اور اعلےٰ
ہے۔ جیسے ایک جسم میں ہر ایک عُضو اپنے اپنے موقع پر فضیلت رکھتا ہے اور کُل اعضاء
ملکر ایک جسم کہلاتے ہیں گویا جسم کُل اعضاء کی صفات کا مجمع ہے اور کُل اعضاء کی
ذات ہے۔ اور کُل اعضاء ہے اسیطرح کُل اشیاء ساکن و متحرک برہم کہلاتے ہیں۔ گویا
برہم کُل اشیا کی صفات کا مجمع ہے اور کُل اشیاء کی ذات ہے اور کُل اشیاء ہے
پس ایک ہی شے ہوئی کل اشیاء نہ ہوئیں یا کُل اشیاء ایک شے اور ایک شے کُل اشیاء
ہوئیں اب سمجھ راست اور دروغ کا فرق نہ رہا اور نہ جگت اور برہم کا فرق رہا۔ تمام
امور کا تصفیہ ہو کر ایک ذات ثابت ہوئی۔ اسی کا نام برہم گیان ہے۔ اسی گیان سے
کُل تفرقہ اور توہمہ رفع ہو کر ایک حالت رہتی ہے چاہئیے کہ اس کو بخوبی سمجھ کر دلنشین
کرے۔ اپنے خیالات کو مثل کوہ گراں محکم کرے جیسے صفت مستقیم المزاجی ہوتی ہے۔ خلاق

پسندیدہ کو مونس بنانے سے انسان ہمیشہ آسودہ رہتا ہے۔ اپنے چمن سنگت
کو آب ابھیاس سے سرسبز و تازہ رکھنے سے دماغ حق الیقین مشموم رہتا ہے۔ چاہئے کہ شغل
میں تغافل نہ ہونے دے ضرور ایک دوسرے کے اخلاق کا محاسبہ کرے ایک دوسرے کو مطلع کرنا
واجب ہے۔ کیونکہ باہم اتفاق کا یہی لطف ہے کہ کوئی شخص اخلاق محسنہ سے محروم
نہ ہے۔ جس طرح دو چراغ ایک جگہ ہوں تو دونوں کا اندھیرا دور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح
باہم اتفاق سے روشنی گیان ہوتی ہے۔

گل بیالیس

فقرہ یکہ معبود عابدان و مسجود ساجدان و معروف عارفان است منم من لفظے است
کہ مشترک ہمہ است۔ اعنی من در ہمہ اجسام محیط است یا ہمہ حواس ظاہری باطنی
شامل شدہ لذت و علم لذت اختیار کند۔ ہمہ افعال و علوم را سبب است۔ از اطلاق
قومیت محدود و منقسم شدہ تنازعات مذہبی برپا مے کند۔ و بوسیلہ شناخت اصلیت
خود از تمام قیود و اوہامات فارغ شدہ خود در خود ہست۔ پس من کہ درو من و تو را گنجایش
نیست محیط کل است۔ کہ بر اطلاق این و آن قائم نمے تواند شد۔ اصل
ذات ہمہ است آن منم۔ شناوران دریائے حقیقت چنانکہ بلحاظ تحقیق

حقیقت زیب ارشاد کردہ منسلک سلک تحریر کردہ اند چنانچہ تفصیل آن
کہ در نسخت نوشتہ بود غور طلب چشم بینا و منصف است اول ہمہ اوست دانستن
دوم ہمہ اوست دیدن سوم ہمہ اوست شدن چہارم ہمہ اوست فراموش
کردن ازین رمز مفہوم میشود کہ ذات عین ذات است کہ در دانستن و دیدن
و شدن و فراموش کردن گنجد حصولی غیر حصولی برائے نام بمراد منتفی قایم شدہ
اند ورنہ ذاتے کہ ہست ہست نہ علم در وراہ یابد نہ جہل نہ عبادت رشایان
نہ معرفت را پایان خاموشی در و گفتار و گفتار مثل خاموشی است نظر
محدود باعث تعین مختلف اسماء و امتیاز یعنے بندہ و خدا اگر دیدہ ذاتے را کہ
در وبجز ذات نگنجد مثل معائنہ خواب گوناگون و انواع انواع مے نماید وقتیکہ
این نظر کہ اصلاً محض وہم است ازمیان برخواست آن حالت ونماند کہ زبان
در بیان او گنگ و چشم در دیدن آن کور و عقل در دانستن آن لنگ نہ این
نہ آن نہ راست نہ چپ نہ من نہ تو نہ اندرون نہ بیرون نہ بندہ نہ خدا محض محض
عین مفہوم کہ در و فہم فہمندہ مفہوم را راہ نیست آن حالت صلبیت ہمہ است
بلکہ عین ہمہ است ہمہ بلحاظ فہمانیدن گفتہ شدہ ورنہ جائے دم زدن نے

سُراب است چشم از غیر بینی بستہ خود را در خود یافتہ سیر شدہ اند۔ و باوجود موجودگی تعینات اسم و صفت از قید این و آں رُستہ بشہر گمنامی شدہ اند۔ و تنازعہ دوئی کہ بیخ آں انانیت جسمانی است از دل دور کردہ بسلوک صُلح کُل ہمہ را تواضع کنند کسانیکہ از قید اسم و صفت رُستہ وصل بہ بحر ذات شدہ اند وائما مسرور و بریک قرار اند اگرچہ آں ذات را خصوصیت بہ کسے نیست بلکہ در ہمہ با ہمہ و ہمہ است تاہم بلا امداد و وسیلہ شناخت آں بعید از احاطہ امکان است۔ کسانیکہ وسیلہ شناخت را کہ مراد از ست گرو سَت شاستر است برحق دانستہ بسخن ایشاں اعتقاد درست کردہ اند بسلامتی از دریائے دنیا کہ سراسر وہم است عبور کردہ بہ کنارہ طمانیت و وحدت ساکن اند۔ **مثنوی مصنّف**

لفظ از معنے چہ پیدائی جُدا	ایں چہ گوئی نیست ایں بندہ خُدا
تو چہ بینی لفظ را معنے ببیں	لفظ خود در معنے پوشیدہ بہ بیں
لفظ بے معنے بود خالی ندا	معنے ہم معلوم گردد از صدا
ایں شود ثابت کہ معنے لفظ ہست	لفظ معنے ہست معنے لفظ ہست
بندہ ہم لفظ است معنے آں خدا	نیست بندہ از خدا گاہے جُدا
خود خدا اندر لباسِ آدمی	خود خدا اندر لباس خادمی

پردۂ اسم و صفت را پردہ داں | بندۂ داں ہم خدائے جا و داں
چوں وردایں پردۂ اسم و صفت | رونماید ذات بے اسم و صفت

گل تینتالیس

تفریض کلمات سے ذات سادہ لوح پر الوف اسماء و صفات قائم ہوکر بقلموں نقوش ظاہر ہیں۔ مگر بحیثیت یکدیگر مختلف و بتعلق ذات ایک ہیں ظاہراً کثرت باطناً وحدت۔ ظاہراً جدائی۔ باطناً وصال ظاہراً تبدیل حالات باطناً یکساں حالی۔ ظاہراً صورت۔ باطناً معنے ظاہراً صفات۔ باطناً ذات ظاہراً گفتار۔ باطناً خاموشی۔ ظاہراً حیات باطناً ممات ظاہراً ممات۔ باطناً حیات تماشائے ذات و معرفت ذات ہیں اختلاف ایقان۔ نفاق مذاہب تفرقہ ملت ہائے ثبوت یکتائی ذات میں شاہد ہیں وعدم ثبوت ماہیت طاقت اعلےٰ میں مصداق ہیں۔ عدم وقفیت ذات میں انکا وجود ہے اور وقفیت ذات میں ان کا لعدم ثابت ہے۔ پس جس شئے اصلیت کی بےعلمی سے صفحہ وہم پر نقش پذیر ہو اُس کی ہستی مثل نیستی ہے اسواسطے کل اسماء و صفات موہوم ہیں موہوم شئے باطل ہوتی ہے۔ پس کل باطل ہیں۔ باطل کیا یعنے اِن کی ہستی سوائے ہستی ذات

کے ہر موجداُ ئی نہیں رکھتی مفروض شئے اصل سے کسی صورت میں جدا نہیں۔
بلکہ عین اصل ہے۔ جس طرح الف کا نام الف سے ہرگز جدا نہیں بلکہ صورت الف
نام الف ہے اگر محدودیت ہی نہیں تو نام کہاں ہے۔ اسیطرح ذات میں کل
اسماء وصفات مفروض ہیں۔ پس کل اسماء وصفات عین ذات ہیں ذات میں
سوائے ذات کے اور کچھ نہیں۔ اس واسطے اسماء وصفات بلحاظ ہستی اور
بخاطر دور کرنے دوئی کی باطل اقرار دیئے گئے ہیں یعنی دوسری چیز نہیں ہیں
عین ذات ہیں۔ بیہمتائی۔ غیر محدودی۔ بے انتہائی۔ الوہیت۔ وسعت
یکتائی۔ نادریافتگی۔ لطافت اعلے ہمتی کلیت فطرت یطاقت اظہار
نیرنگی۔ قیام بذات خود اس ذات پر سروجان تصدق ہیں یعنے لاثانی اپنی
مانند آپ ہے۔ غیریت نہ تھی نہ ہے نہ ہوگی تماشا ہے غیریت عین وحدت
ہے کثرت امواج وحدت دریا میں کسی صورت سے خلل انداز نہیں ہوسکتی۔
کثرت ذرات وحدت آفتاب میں کسی صورت سے شبہ پیدا نہیں کرسکتی کثرت
الفاظ وحدت کاغذ میں کسی صورت سے مخل نہیں ہوسکتی اسیطرح کثرت اسماء وصفات
وحدت ذات میں کسی صورت سے خلل انداز نہیں ہوسکتی بلکہ واحد۔ لاشریک
خود در خود قائم ہے سو ذات میں ہوں اس نظر میں قائم عارف کو ہرطرح فراغت

و آزادگی و آرام حاصل ہے موجودگی کاروبار دنیا میں وہ آزاد ہے شاہد کو کفارہ
خود شناسی پر تماشاء خود بینی اور آرام از آلام ہر دو حاصل ہیں دانندہ لطافت
کو لطافت حاصل ہے اور دانندہ کثافت کو کثافت حاصل ہے خاک کو پاک سے
کچھ نسبت نہیں۔ پاک کو پاک سے نسبت ہمجنسی ہے پس خاک سے نظر اٹھا
پاک ہو کر پاک کو دیکھتا ہے یعنے ہمجنس ہو کر یار کو ملتا ہے بیت

پاک شو تا پاک حاصل ئے شود   خاک ہیں کے پاک واصل مےشود

گل چوالیس

ذاتیکہ در ہمہ است و در ہمہ است و او ہمہ است ہمچنانکہ ہست ہست ہستی مطلق
ہستی ہست و نیست شدہ و ہستی خود ہست است تغیر و تبدل سر مو دراں راہ
نتواند یافت ابتدا و انتہا محض گمان اند۔ درمیان صرف تفریض بدون قید زمانہ
و اطلاق این و آں در حالت خود قائیم است۔ دریافتگی آن بجز نادریافتگی دریافت
نشدہ است الوف علما و فضلا در بحر فکر غوطہ زن شدہ سعی ہائے بلیغ در تجنس
اصلیت کردہ اند و مے کنند و خواہند کرد۔ بو العجب و طرفہ ترین کارے کہ در تہ بہ
تحقیق حصول گوہر دریافتگی بدون نادریافتگی ہیچ نیافتہ فکر را کوتاہ زبان را خاموش

قلم را ساکن کرده در تصور آن ذات محو شده هستی موهومی خود را فنا کرده
اند مسئلهٔ استقرار و انکار را به پایهٔ ثبوت نرسانیده همه اتفاق به هستی هست
مطلق شده هست بعضی ابراه راست بصورت اقرار و بعضی ابراه پیچیده بصورت
انکار مگر هر دو دال به هستی هست اند نیز اختلاف مذاهب نقیض بعض مختلف
اسماء و ذات بتفرقهٔ تثلیث ها ئے و مشارب کثرت طرائق عبادت تردید عقائد
یگدیگر ظهور مختلف اشخاص بعهده پیغمبری و ولایت و اوتار و رکهیشر وغیره در زمانه های
مختلف نزول مختلف کتب ایزدی۔ و اختلاف رائے بر ماهیت روح و
غیره بعد از مرگ دال بر نادریافتگی اصلیت اند هرگاه این نوبت است که اصل
ذات همچنان سر بمهر است هیچ راز تا هنوز مکشوف نگشته است نیز اسرار
ربانی و سر نهانی همچنان مخفی و پوشیده است لهذا واجب آمده که کل هنگامه اسماء و
صفات را که بلباس بوقلمون باعث ضلالت و تشویش است محض مفروض
بے بنیاد یقین کرده در چاه فراموشی انداخته حالتے که باقی ماند دران قرار گیرد۔
این حالت از راه نفی میسر شده منتهاے حالات و مطالب است۔ و اصل این
حالت استقرار و استقامت و جمعیت و سرور حاصل اند عارف برین مسند گمنامی
جانشین شده نظر حقیقت را اما مے کند و مے بیند که هرگاه باطل شے بدون امداد

راست در وجود قائم نتواند ماند لهذا معلوم میشود که ذاتیکه هست مطلق هستی
گل هست این حالت را اختیار کرده در صورت تشبیه انواع لباس پوشیده
و از مختلف اسماء موسوم گشته۔ در بوقلموں صفات موصوف شده۔ خود تماشا
و خود تماشا بین شده است لطافت را به کثافت مبدل ساخته گمنامی را بنام
داده تنزیه را به تشبیه ملبوس کرده ذات را به صفات ظاہر کرده غیر محدودی
را به محدودی تنگ کرده عریانی را بلباس جسمانی پوشیده نادر یافتگی را بدریافتگی
در آمده وحدت را به کثرت آورده ظہوره ہنگامہ شده است۔ یعنے ہماں ذات گل
شده است پس ہر چه دیده شنیده گفته فہمیده بوئیده مساس کرده و
چشیده مے شود ذات مطلق است من و تو و او یک ذات اند دوئی را دریں محل
راه نیست یک بصد شد ظاہر است و صد بیک محو مے شوند۔ یعنے یک ذات بازی
خود سرگرم است و سر موازحالت خود تجاوز نکرده باوجود اظہار بوقلموں رنگہائے
ہمچناں در بیرنگئے خود قائم است پس ہمہ است است و اصل است باطل را دریں
نظر راه نیست اندروں و بیروں ظاہر و باطن را است چپ زیر و بالا بدول
تفرقه و اختلاف یک ذات قائم بخود است پس ترک و اختیار ہر دو ناممکن اند
ایں نظر از راه اثبات حاصل کرده ہر چہار اطراف مشاہده ذات کرده مسرور و

مستغنی شود و بہتر ازاں میداند کہ در ذات من نفی و اثبات ہم مفروض اند از ہر دو راہ بالا رفتہ خود در خود گم شود و بدول بینائی مے بیند بدول صفت موصوف است ایں حالت حالتے است کہ در وجامے تحریر و تقریر نیست و تحصیل ایں حالت کہ عارف را حاصل کردن آں از ضروریات است ۔

غزل

قطرہ اصل موج و در میں دریا کے اتر گئی
وحدت کا برقع پھٹ گیا ساری ستر گئی

دریائے بیخودی پہ جو بادِ خودی چلی
کثرت کی موج ہو کے وہ ساری بکھر گئی

اسم و صفت کے شوق نے ایسا کیا زلیل
گمنامی بے صفاتی کی ساری قدر گئی

جامہ وجود پہن کے بازارِ دہر میں
ذات و صفات اپنی کی ساری خبر گئی

فرزند و مال و زن کی محبت میں ہو کے غرق
انسان کے وجود کی ساری وقر گئی

شہوت طمع و خشم و تکبر میں آ پھنسے
یکتائی ذات کی جو شرم تھی اُتر گئی

یہ کر لیا یہ کرتا ہوں یہ کل کرونگا میں
اِس فکر و انتظار میں شام و سحر گئی

باقی رہی کو دل کی صفائی میں صرف کر
آرائش وجود میں ساری گذر گئی

بھولے تھے دیکھ دنیا کی چیزوں کو ہم یہاں
ہادی نے اک طمانچہ دیا ہوش پھر گئی

غفلت کی نیند میں جو تعین کی خواب تھی
بیدار جب ہوئے تو نہ جانا کدھر گئی

معشوق کی تلاش میں پھرتے تھے دربدر	نظر آیا بے نقاب دوئی کی نظر گئی
دلدار کا وصال ہوا دل میں جب حصول	دلدار ہی نظر پڑا دیدہ جدھر گئی
توحید کے عشق میں غوطہ لگایا جب	کثرت کی واردگیر جو تھی سب گزر گئی
ساقی نے بھر کے جام دیا معرفت کا جب	دستار بھولی ہوش گیا یاد سر گئی

چمن چہارم درباب حالات عارف

گل اول

سوال۔ کیا جیو کرموں سے خارج ہو سکتا ہے؟

جواب۔ ہاں آتم گیان سے ہو سکتا ہے +

سوال۔ کرم کتنے پرکار کے ہیں +

جواب۔ کرم تین پرکار کے ہیں سنچت۔ پرالبدھ۔ آگامی یا کریماں +

سوال۔ ان کی تعریف کیونکر ہے +

جواب۔ جنم ہائے گذشتہ کے کرموں کا جو ذخیرہ چلا آتا ہے وہ سنچت کرم ہے جن کرموں سے شریر کی ترکیب ہوئی ہے اور جن سے شریر حیات بھوگے جاتے ہیں وہ

پرالبدھ کرم ہے جو کرم اب کیئے جاتے ہیں اور جن کا پھل آئندہ ملیگا وہ کریمان یا آگامی کرم ہیں +

سوال بھلا یہ کرم کس طرح دور ہو سکتے ہیں +

جواب جب اس جیو کو اپنے سروپ کا گیان ہو کر سروبرہم نسچے ہوتا ہے اور جانتا ہے کہ میں جنم مرن سے رہت ہوں تب سنچت کرم ناس ہو جاتا ہے اور چونکہ موجودہ سریر کے ہوتے ہی اس کو یہ گیان ہوا ہے کہ میں سریر اور اندریاں اور انتہکرن اور انکے کرموں سے جدا ہوں ان کی کرمونکے ہونے میں میرا کچھ سنبندہ نہیں اس گیان سے کریمان یا آگامی کرمونکا ناس ہو جاتا ہے اور پرالبدہ کرم بعد بھوگنے کے ناس ہوتے ہیں کیونکہ برہم گیان سے اول ہی پرالبدہ کرم سے سریر کی رچنا ہو چکی ہے اس لئے جبتک ان کرمونکا اتمام نہووے تب تک سریر کا ناس نہیں ہوتا جیسے جو تیر کمان سے نکل چکا ہے جبتک اس کا زور کم نہو تب تک زمین پر نہیں پڑتا لیکن آئندہ کے لئے اختیار ہے کہ اور تیر نہ مارا جاوے اسیطرح جو کرم گیان کال میں ہو ہیں اور جن سے اس کی ترکیب ہو چکی ہے وہ تا وقتیکہ نہ بھوگے جاویں ناس نہیں ہوتے۔

مثال۔ جیسے کوئی شخص خواب کی حالت میں کسی چھت سے گر پڑے اور اسکے زانوں اور ٹانگوں پر زخم ہو جاویں بیدار ہو کر دیکھتا ہے کہ میرے زانو اور ٹانگیں

زخمی ہیں۔ لاچار اُن کا علاج کرنا پڑتا ہے۔ اُسیطرح اگیان خواب میں جو کرم کیئے گئے
اور اُن کا ابھمان کیا گیا اُنکا نتیجہ یہ سریر مثل زخم کے اِس جیو کو لگا ہے اب اگرچہ
بیداری گیان بھی حاصل ہوئی ہے مگر تاہم اِس زخم کی میعاد جو ابھی باقی ہے
اسلئے اِس کا علاج آب و نان سے کرنا پڑا ہے اگر بغور دیکھیں تو گیانوان کی تقین میں
پراربدہ بھی نہیں کیونکہ اُسنے موجودہ سریر کو جھوٹھا اور ناس روپ سمجھکر آپ کو اِس سے
الگ ست چت آنند روپ جانا ہے اُسکے نسچے میں سریر آگے تھا نہ اب ہے اور نہ
آیندہ ہوگا کبھی مجھکو سریر کا تعلق ہوا ہی نہیں نہ میری پراربدہ ہے نہ میں پراربدہ ہوں
اور نہ میں پراربدہ کے بھوگنے والا ہوں پراربدہ اِس سریر کی ہے سو یہ سریر اگیان کلپت
مفروضہ
ہے اِسلئے اِس کی پراربدہ بھی کلپت ہے اور اگیان دیش میں اگیان سے رہت
کیول گیان سروپ ہوں پس سریر اور پراربدہ دونو مجھ میں نہیں ہیں۔ یہ
نسچے گیانوان کا ہے صرف اگیانی کی نظر میں وہ سریر کے ساتھ شامل اور پراربدہ کا
بھوگتا معلوم ہو رہا ہے سو اُس کی غلط دور کرنے کے واسطے پراربدہ کو باقی
دکھایا گیا ہے۔ ورنہ آتم گیان کے ظاہر ہونے پر سرو کرم اور اُنکے پھل سرو
فعل نتیجہ
شبد یعنے الفاظ معہ اپنے معنے کے کالعدم یعنے انیت ابھاو ہو جاتے ہیں +

گل دوم

ہر طرح سے آرام اُن لوگونکو ہے جو رضی برضا سرد گرم زمانہ میں خوش خیاب جہان کے تماشا بین گوشہ توحید میں قائم۔ سب کے امتحان کُنندہ اور بے تعلّق بازیچہ کاروبار میں مصروف ہیں۔ بیت

درویش و فقیریم دریں گوشۂ دنیا
با نیک و بد خلق جہاں کار نداریم

غزل

نہ غم دنیا کا ہے اُسکو نہ دنیا سے کنارہ ہے
نہ لینا ہے نہ دینا ہے نہ حیلہ ہے نہ چارہ ہے

نہ اپنے سے محبت ہے نہ نفرت غیر سے اُسکو
سبھونکو ذات حق دیکھے یہی اُس کا نظارہ ہے

نہ شاہی میں وہ شاداں ہے گدائی میں نہ غم اُسکو
جو بن جاوے سو ئی اچھا یہی اُسکا گذارہ ہے

کفر اسلام سے فارغ نہ ملت سے غرض اُسکو
نہ ہندو گبر و مسلم ہے سبھوں سے نتیجہ نیارہ ہے

یہ حالت جب پیدا ہوتی ہے تو واہ وا حالت ہے ضرور اِس حالت کو پیدا کرنا انسان پر فرض عظیم ہے۔

گل سوم

شادی و غم میں یکسانی تحصیل کمال انسانی ہے۔ فرد

زشادی نہ شاداں نہ از غم غمی　　ہمانست در پیشِ من آدمی

جہان نہ ہے نہ تھا نہ ہوگا غفلت سے یقین ہو رہا ہے ویسا اس کی نستی کو تصور
کرکے باقی ہستی مطلق کو اپنی ہستی یقین کرتے ہیں گذشتہ کو یاد نہیں کرتے آیندہ
کا فکر نہیں کرتے حال میں شادی و غم سے فارغ مثل دریائے سنجیدہ عمر کو گذارتے ہیں
سر پر اور سر پر کے اعمال کو معہ اُنکے نتائج کے نابود جانکر نام و ذات و ورن و
آسرم و عہدہ و حسب و نسب کے فخر سے بری رہتے ہیں سب کو ذات حق دیکھتے ہیں
نہ کوئی اپنا دیکھتے ہیں نہ بیگانہ۔ نہ دشمن دیکھتے ہیں نہ دوست صرف آپ کو آپ
دیکھ کر مگن رہتے ہیں جسم کی گذران پراربدھ پر چھوڑ کر دچار کو مونس و صلاح کار رکھتے ہیں
ویراگ کو اپنا خدمتگار سنتوکھ کو اپنا خزانچی رکھتے ہیں شُدھ من کو چیلا قایم کرکے آتم
گیان کا اوپدیش کرتے ہیں ویھبیرج اور جبت کو دربان مقرر کرتے ہیں کہ بلا اجازت
کام و کرودھ کو اندروں محل نہ آنے دیں سمتا پرسنتا و دیا و سومترتا کو اپنی
شہوت　غصہ　یکسانی　خوشی　علم　تواضع
باندھی قایم کرکے سدا اپنے آپ میں مگن رہتے ہیں یہی اپنا شغل رکھتے ہیں
اِس صورت پر تمام عملہ کام پر لگا مُلک جسم میں بادشاہی مسلامت و صُلح
و دشمنوں سے مامون ہوکر کرتے ہیں +

گل چہارم

سوال۔ جو جیون مُکت ہیں یعنے بحین حیات عارف کامل ہیں اُن کے امورات دنیاوی کس طرح ہوتے ہیں +

جواب۔ دوہرا۔ جاگرت میں سُکھپت بھیو متوارے کی کھیل + کرے چیشٹا بال جیون آتم سُکھ رہیو جھیل + دیگر۔ جاگرت میں سُکھپت بھیو سُکھپت جاگرت ہوئے تین اوستھا سم بھئیں جیون مُکت ہے سوئے + دیگر۔ باہر کرتا بھوگتا انتر ایک نہ دوے + ترپٹی میں ترپٹی رہت جیون مکت ہے سوئے + دیگر۔ انتر باہر آتماں بھید بھاؤ نہیں کوئے + پورن آتم دیکھیا سنسے گئے بلوئے (گم ہو گئے)

کبت

ادے (طالع) بھیو گیان سور (آفتاب) تینوں[1] تاپ بھئے دور۔ سچی سروآتم پور بھید ہے نہ بھاؤ ہے تین۔ تیے (خدا) وتر یک سدا برہم ہرت ایک رہی آن کی نہ ٹیک بھیو سہج ہی سبھاؤ ہے کلنا گرنتھ (گرہ) چھوٹ پڑی بھرم (وہم) بھیت (دیوار) ٹوٹ پڑی آہنگ (غیر) (سہارا) ٹیک چھوٹ پڑی بھاؤ نہ ابھاؤ ہے (نابینت ٹوٹ پڑی، بہت، بہت)

سلہ فاعل فعل مفعول ہر تین ترپٹی کہلاتے ہیں علہ تاپ یعنے دُکھ یا رنج تین قسم کا ہے (۱) ادھیاتمک یعنے جو دُکھ تو کھ۔ فکر۔ غم۔ بیماری وغیرہ سے ہو (۲) ادھ دیوک یعنے جو دکھ سرما۔ گرما۔ آتش۔ آب۔ دیوتا۔ جن۔ پری۔ گرہ سیارہ وغیرہ سے ہو (۳) ادھ بھوتک یعنے جو دکھ سانپ۔ شیر۔ گرگ۔ جسمانی۔ بیماری صفرا۔ سودا۔ بلغم سے ہو +

استت بھانت پرگیا ہے اج نج بھیا گرہن تیاگ نارہیا کوئی رنگ ہے نہ راؤ ہے

جیون مکت اس حالت کا نام ہے جب جیو بھاؤ معدوم ہوجاوے اور برہم نشچے ہو

آپ کو اور سرب کو کیول شدھ چیتن برہم جانے دیکھے اور سمجھے بھید و بھاؤ یعنے اختلاف

اس کی نظر میں نہیں ہوتا وہ اپنے سروپ کو ویاپک یعنے محیط کل دیکھتا ہے کیا محیط

دیکھتا ہے۔ بے مخالفت محیط دیکھتا ہے جس طرح آکاس بغیر کسی قید کی ہر جگہہ پر سالم ہے

اسیطرح شدھ چیتن برہم بغیر قید اندر و باہر و نزدیک و دور کے پر وقائم ہے سو اسی

ذات کو جیون مکت اپنا آتما یعنے اپنا آپ دیکھتا ہے جسطرح کہ سمندر امواج و حباب

وغیرہ کو اپنا آپ جل سروپ دیکھتا ہے اسیطرح گیانوان تمام جگت اور جگت کے

ارتھ یعنے امور دنیاوی کو اپنا آپ چیتن سروپ دیکھتا ہے بلکہ اس سے برتر آپ کو

کیول گھن سروپ نروکلپ نراوپادھ دیکھتا ہے کسی کام اور کسی وقت

اور کسی حالت میں خوشی یا غمی نفع اور نقصان نہیں مانتا۔ تمام اوقات

اور سب حالات میں آپ کو یکساں دیکھتا ہے جس طرح بالک یعنے طفل بغیر

کسی آلائش گناہ و ثواب و نیک و بد کی جو کچھ اسکے سامنے آوے اس کو اختیار

کرنے میں یا ترک کرنے میں کچھ عار نہیں کرتا یا جسطرح انسان کی حالت مخموری

له فخر سمانی یعنے فخر فاعلیت و مخصوصیت نام و فرقہ - داعد و دتیت ؛

کی ہوتی ہے۔ اسطرح گیانوان جو کچھ اُس کے سامنے آئے، اُسمیں اوپادہ یعنے تکلیف سے فارغ ہو کر بغیر فخر فاعلیت یا خیال نیک و بد اُس کو کرتا ہے کیونکہ غیریت کو اُسمیں جگہ نہیں غیریت کی کیا کہنی ہے وحدانیت کو بھی اُس میں سمائی نہیں۔ کیول انبھو روپ آپ میں آپ قائم ہے نہ کوئی جگت ہے نہ جگت کا پدارتھ ہے نہ دنیا ہے نہ دنیا کا امور ہے نہ فاعل ہے نہ فعل ہے نہ مفعول ہے۔ میں تو یہ اور وہ اِن کے معنے کہوں ڈھونڈے نہیں ملتے۔ ایسی کیولن سروپ میں امورات دنیاوی کہاں یہ ہیم اور پرماتما کی کلمو کی بھی سمائی نہیں۔ جیسے نمک کی پتلی برائے دریافت عمق دریا پانی میں اُتری اور دریا کے تہ میں جا کر چاہا کہ دریافت کروں خود نہ رہی پانی میں پانی ہو گئی۔ زیر و بالا راست و چپ تحت و فوق درون و بیرون ظاہر و باطن۔ سوائے پانی کے کچھ نہ پایا اور آپ کو بھی اُسمیں سوائے پانی کے کچھ نہ پایا نہ کوئی غیر پایا نہ یار پایا۔ نہ اپنا پایا نہ بیگانہ پایا صرف جل ہی جل پایا پھر جب بغور دیکھا تو جل یعنے آب میں اول تھی اور اب بھی آب ہوں درمیاں میں بھی پانی تھی صرف علم میں فرق تھا تو میں نے کیا پایا اور کیا کھویا اور کس کو خبر دی۔ کہ یہ حالت اس طرح ہے۔ وہ تو خود بخود ہو کر خود میں خود محو ہے اُسمیں خود بخود کہنا نہیں بنتا۔ خدا ہے

نہ خود صرف خود بخود قائم بھی تب کہا جاوے اگر لغزش کا خوف ہو۔ جہاں لغزش
ہی ہرگز نہیں تو سمیں قیام کیا قرار دیا جاوے۔ پھر دیکھتی ہے کہ میں جل۔
سمندر۔ دریا۔ نہر۔ جوئے اور قطرہ ہوں اور میں ہی موج وحباب وگرداب وحرکت
ہوں۔ میں آپ میں آپ قائم ہوں۔ نہ مجھ میں سمندر ہے نہ دریا نہ نہر نہ
جوے نہ قطرہ کا اختلاف ہے صرف ذات جل ہی ہے نہ موج ہے نہ حباب ہے نہ
گرداب ہے نہ حرکت ہے صرف پانی ہی پانی ہی پانی کا کہنا بھی نہیں کسی کی
ضد کر کے کہا جاوے کہ جل ہی ہے سوائے جل کی کوئی دوسری چیز موجود ہی نہیں
(علم)
اسی طرح گیانوان جب اپنے انہوروپ دریا کے عمق کی دریافت واسطے تہ میں غوطہ زن
ہوتا ہے تو غوطہ مارتے ہی اپنی کثافت اور علم کثافت سے برتر و معرا ہو کر خود ہی
(کل)
انہوروپ ہو جاتا ہے زیر و بالا راست وچپ سب انجھو دیکھتا ہے۔ نہ جگرت
(ساکن — ہمین علم)
دیکھتا ہے نہ چیتن دیکھتا ہے نہ جاگرت دیکھتا ہے نہ سپن نہ سکھپت نہ تریا
(متحرک — بیداری — خواب — خواب گراں — لاہوت)
نہ تریا اتیت نہ مکت نہ بندہ نہ آتما نہ اناتما نہ ایک نہ دو نہ بھاؤ نہ ابھاؤ نہ ہونا
(ہاہوت — نجات — گرفتاری — روح — جسم — ہست — نیست)
اور نہ نہ ہونا کچھ نہیں دیکھتا ہے۔ کیول انہوروپ دیکھتا ہے نہ دیکھنے
والا نہ دیکھنے کے لئے کوئی غیر چیز ہے۔ اور نہ دیکھنا ہے۔ اسم وصفت وگن
(صفت)
و نرگن و شبد وارتھ سے فارغ اور سب نام اور تمام اوصاف یعنی سرب گن
(بے صفت — لفظ — معنے)

سروپ ہے شبد اور اُن کی ارتھ دیکھتا ہے جب اسے دیکھتا ہے تب ہی دیکھتا ہے
کہ پھر کچھ نہیں کہہ سکتا کہ کیا کہے اور کیا سُنے اور کس کو کہے اور کس کو سنائے نہ یہ ہے
نہ وہ ہے نہ سرتا ہے اور نہ رکتا ہے کیول کیولی بھاؤ آپ میں آپ استھت ہے
ایسے سروپ کو پاکر بلکہ اپنا آپ جانکر گیانوان کو کیا نسبت دیجاوے کہ اُسکے دُنیاوی
امورات کیسے ہوتے ہیں دیکھو جس طرح کہ دریائے گنگا کے سے بباعث شدت بہاؤ کے درخت
اپنی بیخوں سے اکھڑکر پانی میں آپڑتا ہے اوّل تو اُس کی شاخیں اور برگ اور
دیگر علامات پانی میں ظاہر ہوتی ہیں مگر اُن سے کوئی کام سایہ دینے یا ثمر پیدا کرنے
یا سبزی رونما کرنے کا نہیں نکلتا صرف دیدنی ہے تھوڑے عرصے کے بعد
وہ بھی بالکل گم ہو جاوینگے اسیطرح انبھو روپ دریا اور گیانوان کا سریر کنارہ کا
درخت ہے جب انبھو کے پرکاش سے سریر اپنی اہنکار روپی بیخ سے اوکھڑ کر
انبھو روپ پرواہ میں بہہ چلا اُس میں بمنزلہ شاخ و برگ و پھول و پھل کے جاگنا۔
سونا لینا۔ دینا۔ دیکھنا۔ سونگھنا۔ سُننا۔ اور بولنا وچار کرنا۔ نسچے کرنا۔ سنکلپ
کرنا۔ سب چیشٹا یعنے امور معلوم ہوتے ہیں مگر اُن سے سایہ کی مانند خوشی یا غمی۔
نفع یا نقصان۔ جنم و مرن یا کسی قسم کا تعلق کا نتیجہ نہیں حاصل ہوتا وہ
صرف تھوڑا عرصہ معلوم ہو رہے ہیں اُن سب سے معدوم ہو جاتا ہے اب اُن کی

موجودگی بطور ناموجودگی کے ہے کیونکہ اُن سے کوئی نتیجہ حاصل نہین ہوتا سو گیانوان جیون مُکت کے امورات دنیاوی اگر قرار دیئے جاوین تو ایسی طرح ہین - فی الجُملہ گیانوان کو سرب چیشٹا اپنا آپ ہے ساکھ سرب نام آپ ورتارا - سرب روپ آپ آکارا - سرب سمگری جانکا تنا - آپن جس آپ ہی سُنا - تان تے نرودگہن تاکر اور سرب کلپنا کو تیاگ کر اپنے نرو کلپ پرشُدہ چیتن سرب مین جیون کا تیوں ہونا ہی مرشیٹ ہے - جب ایسے ہوا تو سب کُچھ چیتن ہو جاویگا -

گُل پنجم

سوال - عارف یعنے گیانی مُعرا از خواہشات و مُنزا از شہوات ہے وہ کس کی تحریک و تحریص سے فاعل افعال و اعمال ہوتا ہے -

جواب - اوّل جاننا چاہیئے کہ فعل و عمل کس کو کہتے ہین فعل و عمل نام عادت یعنے سوبھاؤ کا ہے سو تمام حواس یعنے اندریاں جو عناصر خمسہ سے طاقتور ہوتی ہیں اپنی اپنی عادت میں مصروف ہیں - جو جو فعل اُنکا ہے وہ حسب عادات شاغل ہیں ایک کی حالت کو دوسری اختیار نہیں کرتی - ایک دوسری سے بے تعلق و فارغ از شادی و غم ہیں - تمام حواس اپنے اپنے فعل کے فاعل ہیں - انکے افعال

واعمال کے ساتھ عارف اپنا کچھ تعلق نہیں دیکھتا۔ کیونکہ اُس نے اپنی ذات کو
اِن تمام سے فارغ و پاک سمجھا و دیکھا ہے۔ یہ تمام حواس یعنی اندریاں و خواطر یعنے
انتہکرن اپنے اپنے موکلان سے طاقت حاصل کرکے حسب عادات فاعل
مختلف افعال ہیں اور گیانی نے اپنا سروپ اُچیت اور اکریے دیکھا ہے اس واسطے
قایم بے حرکت
کسی فعل کے اختیار کرنے یا ترک کرنے میں اُس کو تدارک و رپیش نہیں جس طرح ہوتا
ہے اُس میں وہ بغیر آلایش گناہ و ثواب و خوشی و غمی و اختیار و ترک کے شاہد
رہتا ہے اگر اُس میں کسی فعل کا فخر ہو تو اُس کو فاعل قرار دیا جاوے پھر باعث تحریص
و ترغیب بھی سوچا جاوے۔ مگر چونکہ وہ تمام حواس و خواطر کے افعال کے فخر
سے مُنزّا اور معرّا ہے۔ اسلئے اُس کو فاعل نہیں کہا جاتا جب فاعل ہی نہیں تو تحریک
و تحریص کس کی کہی جاوے جیسے طفل شیر خورہ خود بخود بے تحریک مہد میں
پڑا ہوا اپنے اعضا کو ہلاتا ہے اُسی طرح گیانی کا فعل بھی بے تحریک ہے جیسے
برگ خشک درخت سے جدا ہوکر ہوا سے اِدہر اُدہر اُڑتا پھرتا ہے اور کسی فعل
کا اُس میں فخر نہیں۔ اُسی طرح گیانو ان پراربدہ کی ہوا سے فاعل افعال معلوم
ہوتا ہے مگر اُس میں آلایش کسی امر کی نہیں ہے۔ جیسے بازیگر کی پتلی بذریعہ
رشتہ کے صدہا طرح کے رقص کرتی ہے کسی کام کے کرنے میں اُسکو تامل نہیں ہے

اُسی طرح گیانی پرار بدھ کے رشتہ سے باندھا ہوا ہر قسم کے فعل کا فاعل معلوم ہوتا ہے
کیونکہ پرار بدھ کرم سوائے بھوگ کے دور نہیں ہوتے اور باقی دو قسم کے کرم یعنے
سنچت و آگامی گیان کے ہوتے ہی معدوم ہو جاتے ہیں اور پرار بدھ کہ جس سے
ترکیب سریر کی ہوئی ہے سوائے بھوگ کے نہیں دور ہوتا۔ اس لئے گیانی جس کی
پرار بدھ باقی ہے انواع انواع کے اُمورات میں مشاغل اور الوف افعال کا فاعل معلوم
ہوتا ہے اور اُس کے یقین میں کیول چدا کاس ہے نہ کوئی فاعل ہے۔ نہ مفعول ہے*
پرار بدھ نام سریر کا ہے سو جب تک ہے تب تک ضرور ہے کہ حواس اور خواطر
اپنی اپنی عادت میں مشاغل رہینگے۔ جیسے رام چندجی نے وسشٹ جی پر اعتراض
کیا کہ آپ کس طرح کہتے ہو کہ ہمارے مین اہنکار اور خواہش نہیں۔ ظاہر اُپدیش
یعنے ارشاد کرتے ہوئے معلوم ہوتے ہو اور پھر یہ کہتے ہو کہ یہ تمہارے لایق ہے
اور یہ نہین ہے تو آپ مین اہنکرن چاروں ظاہر و ثابت ہیں۔ تو اُسپر وسشٹ
جی چشم و زبان بند کر کے خاموش ہو گئے ہیں یعنے یہ جواب دیا کہ
ہمارے میں کسی قسم کا داغ یا فخر نہیں ہے۔ ہمارا سروپ کیول انبھو
گیان ہے۔ اور جیسے سری کرشن جی نے ارجن کو فرمایا ہے کہ ہے ارجن تمام اندریاں
اپنے اپنے دہرموں میں برتتی ہیں تو اپنے دہرم کو تیاگ کر ان کے ساتھ کیوں

شاغل ہوتا ہے تو اپنے دھرم میں قائم رہے۔ تیرا اور سریر کا تعلق کبھی نہیں ہوا۔
اگیان کر کے تیرے ساتھ سریر اور اندریاں معلوم ہو رہی ہیں تو ثابت ہوا۔ کہ
گیانوان کسی فعل کا فاعل نہیں ہے اور اُس کی چیشٹا جو معلوم ہو رہی ہے سو ایسی ہے
جیسے کوئی شخص حالت خواب میں کسی جگہہ سے گر پڑے اور اُسکے اعضا و اجزاء
شکست ہو جاویں جب جاگتا ہے تو زخم ظاہر ہوتے ہیں اور اُنکا علاج وغیرہ کرنا پڑتا ہے
اسی طرح اگیان کے زمانہ کا صحبتی جو سریر اور سریر کے کرم ہیں حالت بیداری گیان
میں اُنکے ساتھہ برتنا پڑتا ہے۔ مگر یہ باتیں صرف جگیاسی کے سمجہانے کے لئے
ہیں ورنہ گیانی برہم سروپ ہے اور برہم میں کسی قسم کی اپادہ یا داغ نہیں اسی
طرح گیانوان میں نہ کوئی فعل ہے اور نہ کوئی فاعل ہے اور نہ مفعول ہے سرب آتما
ہے اس لئے تمام افعال کا فاعل ہے جیسے پون یعنی ہوا کی دو صورتیں ہیں اول حرکت
دوم بیحرکت۔ سو ان دونوں صورتوں میں ہوا یکسان ہے ہوا میں کسی صورت کی آمد
رفت سے فرق نہیں ہے۔ اسی طرح آتما کے دو سروپ ہیں ایک سُپہرن یعنی متحرک اور
دوسرا اُپہیر یعنی قائم۔ مگر آتما یکسان ہے اُس میں کسی صورت سے تغیر واقع نہیں ہوتی۔
دیکہو تمام شیا جو ساکن و متحرک ہیں آتما سے ہیں۔ لہذا سب آتما سروپ ہی ہیں
گیانی کیا اگیانی کیا۔ ہزارہا قسم کی مخلوق جو اپنے فعل میں شاغل ہی وہ تمام

ہی سب بے تحریک و تحریص کام کر رہی ہیں۔ کیونکہ ایک ہی برہم پورن مُحیط کُل ہے
اُس میں کون تحریک دینے والا کہیں۔ اور کِس کو تحریک دیا گیا کہیں۔ جیسے خواب
یعنے سُپن مین جو ہزار ہا قسم کے افعال و اعمال ہوتے ہین اُسکو کِس کی تحریک
و ترغیب قرار دی جاوے اور کِس چیز کو فاعل و فعل و مفعول سمجھا جاوے صرف انجہ
ہی تنہیوں سروپ ہے۔ انبہوا ودئیت (واحد) ہے سو تنہن کا سمجھنا دیکھنا وہم مین تھا جب
وہم دور ہوا تو ایک ہی ادوئیت انبہو ہے اسی طرح بیداری میں بھی ایک انبہو
فاعل و فعل و مفعول ہو کر معلوم ہو رہا ہے۔ سوائے چیتن برہم کے نہ کُچھ ہوا ہے
نہ ہے نہ ہو گا۔ گیانوان کا فعل اگیانی کے یقین میں ہے۔ گیانی کے نیچے مین کیول
چداکاس ہے اس لئے اُسکو کسی قسم کا الزام نہین دیا جاسکتا۔ دیکھو زمین و آب
و ہوا اور آتش و آفتاب و ماہتاب جو گیانوان ہیں وہ کِس کی تحریک و ترغیب سے
فاعل افعال ہیں۔ سوچنا چاہئے کہ گیانوان کیا چیز ہے اور فعل کِس سے ہو رہا ہے اگر
کہو آتما فاعل ہے تو آتما ادوئیت (واحد) و نراکار (بے صورت) ست (ہست) ۔ چت (علم) ۔ آنند (سرور) سروپ ہے
اُس میں تین چیزیں یعنے فاعل و فعل و مفعُول نہیں ہو سکتے اور اگر کہو سریر فاعل ہے
تو سریر سوائے عناصر خمسہ کے اور کُچھ نہیں اور عناصر خمسہ خود گیان سروپ ہیں
اُن میں کسی قسم کا تعلق نہیں سو دونوں صورتوں میں فعل و فاعل کُچھ چیز نہیں ہیں

صرف وہم کے باعث یہ ظہورہ ہے گیانوان کا سروپ آتما اور اناتما دونوں ہی برتر ہے کیول کیولی بہاوے اُس ہیں گیا قایم کیا جاوے۔ ہم کو تو کوئی فعل وعمل نہیں معلوم ہوتا جسکے لئے ہم باعثِ تحریک وتحریص کہیں جواب طالبعلم کے لئے لکھے گئے ہیں ورنہ ایک شدہ چیتن برہم خود بخود قایم ہے۔ شانت۔ شانت ؞

گل ششم

سوال۔ عارف کیواسطے نشست بہتر ہے۔ یا گشت ؞

جواب۔ جمعیت خاطر کمی ضروریات وصفائی دل وگوشہ نشینی وحُسنِ الیقین پر منحصر ہے جہان کی گشت ویکجا نشست سے مراد تعلّق وبے تعلّقی کی نہیں بلکہ یہ کام خیال کا ہے۔ اگر خیال کی پریشانی بذریعہ دانش حقیقی دور ہو جاوے تو ہر دو صورتوں میں آرام ہے عارف کی گشت مثل ہوا کے ہے نہ کسی سے الفت نہ کسی سے نفرت ہر جگہ سیر نہ کہیں شر اور نہ کہیں خیر۔ نہ کوئی لگانہ نہ کوئی بیگانہ۔ چشم حیرت کو کھول ہر جگہ یار کو دیکھتا ہوا آلودگی تعلّق سے بے آلودہ بازارہ اُجاڑ اور گلزار وخارزار میں مثلِ طاؤس خراماں ہوتا ہے ظاہر وباطن کی تمیز کو دور کرکے صورت کو معنیٰ اور معنیٰ کو صورت دیکھتا ہے خود بینی وغیر بینی جاتی رہتی ہے ہر مکان لامکان و لامکان

گو ہر مکاں پھر نہ مکیں نہ مکاں نہ ایں نہ آں نہ عیاں نہ نہاں نہ خارج نہ میاں
نہ خاموشی نہ بیاں نہ دانا نہ ناداں نہ جسم نہ جاں نہ جہاں نہ ابداں صرف یکذات
فارغ از اسماء و صفات محض محض عین ہست خود در خود دیکھتا ہے کیا دیکھتا ہے
نہ آپ کو دیکھتا ہے اور نہ غیر کو دیکھتا ہے۔ بدیدہ و بینائی و بنیش سے معرا ہو کر دیکھتا ہے
ایسے عارف کو ہر جگہہ آرام ہے نشست میں مثل کوہ گراں ہے ہوائے حوادث
اُس کو سرِ مو نہیں چلا سکتی۔ بلکہ خود اُس سے مقابل ہو کر رُک جاتی ہے۔ بارش
مصائب روزگار اُسپر قیام نہیں کر سکتی۔ اِدھر اُدھر بہکر دریاؤں کی صورت میں مو
کثرت کی کھیتی کو سیراب کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنی استقامت میں مستقیم۔ معدن
حوصلہ و طمانیت و صورت بُردباری و جمعیت پابرجا۔ سب کی آرامگاہ نہ بیگانہ آشنا
زمین خود شناسی پر خود در خود قائم رہتا ہے۔ ہزارہا مخلوق جو مثل چرند و پرند
و درند اُسپر آتی جاتی ہے۔ جب مثل حباب جامۂ ہستی کو چاک کر کے عُریانی نیستی کو
اختیار کرتی ہے۔ یا مثل اخگر شعلۂ حیات کو خاموش کر کے خاکستر ممات میں پوشیدہ
ہوتی ہے۔ وہ بے تبدیل قائم بخود سب کا تماشا بیں ہو کر مقیم ہے۔ گویا وہ بحر عماں
ہے اور انواع انواع مخلوق موسومہ و موصوفہ مثل امواج و حباب کے اُس میں نمایاں ہے
نہ اُن کی ہستی سے بیشی اور نہ اُن کی نیستی سے کمی کو اُس کی ذات میں دخل ہے

زمین ذات پر مصلاۓ فنا بچھا اور تکیہ توکّل لگا استقامت ہستی حقیقی میں نشست قیام
بذات خود اختیار کرکے مقیم ہے۔ حیرت سے آنکھ کو کھول اور لب کو بند کر غیریت
سے فارغ ہو کر اپنے جلوہ کا بینا ہے نہ زمین نہ آسمان۔ نہ مکان نہ زمان۔ نہ کفر نہ ایمان
نہ مذہب نہ ایقان۔ نہ نام نہ نشان۔ نہ وہم نہ گمان۔ نہ تیر نہ کمان۔ نہ گوش نہ زبان۔ نہ
دوزخ نہ جنان۔ نہ قیامت نہ جہان۔ سب سے فارغ عین عین خود بخود قایم ہے
اس نشست میں دائما خورسند ہے پس گشت ونشست دونوں برابر ہیں لذت
حقیقی کا ذائقہ جن کی زبان جان کو ملا ہے وہ خواب میں بھی مجازی لذات کی طرف
مائل نہیں ہوتے قوت باصرہ وسامعہ وشامہ ولامسہ وذائقہ اگرچہ اپنے اپنے محسوسات
کی محسوسیت میں شاغل رہتے ہیں مگر تو بھی انکا سربراہ نفس جب اُن کے ساتھ شاغل
نہ ہو تو معمولی کارروائی سے زیادہ یہ حواس روح کو لذات عنصری میں گرفتار نہیں
کرسکتے نفس بجز دانش کے مغلوب نہیں ہوتا اور دانش یہ ہے کہ راست
وباطل کی تمیز حاصل کرکے راست میں آمیز و باطل سے گریز اختیار کرے نہ کہ اُسکو
جانکر پھر خیالات معاملات میں اِس خیال سے کہ میں اُن کو کرتا ہوا بھی فارغ ہوں
شاغل ہو جاوے۔ اگرچہ عارف کامل کو کوئی چیز قابلِ ترک واختیار نہیں رہی تاہم
اُس کو اپنی ذات کے سوائے کسی اور شے کی ہستی نہ معلوم ہوتی ہے۔ نہ نظر آتی ہے

اور نہ دلپذیر ہوتی ہے پیر مرد کو بازئ اطفال کب اپنی طرف راغب کرسکتی ہی بادشاہ کو چمباروں کے کام کرنیکی رشک کیوں پیدا ہوگی۔ ویشنو برہمن کو چنڈال کے ساتھ بلکر کہانے کی خواہش نہیں پیدا ہوتی۔ جس چیز کو علم و عمل و تجربہ سے ناقص و ہیچ و نابود دریافت کرلیویں۔ پہر اُس میں رغبت پیدا کرنی بیدانشی ہے دائما اس باغِ جہان میں مثل سروِ آزاد رہنا چاہئے با تعلق و ثمردار کو سنگ بھی سر پر لگتے ہیں بے ثمر و آزاد کو کوئی پوچھتا بھی نہیں جسقدر ہوسکے سادگی اختیار کرنی بہتر ہے

گل ہفتم

بیت

خوش است عالمِ آزادگی و عریانی | اسیر بندِ گرانِ قبا نباید شد
برید دانہ ز خرمن بہ آسیا افتاد | ز ہمرہانِ موافق جدا نباید شد
وفا طلب ز جہانِ فنا نباید شد | امیدوار بایں بے وفا نباید شد

اس طلسمات کثرت میں عالمِ آزادگی کے برابر کوئی عالم نہیں۔ اسکی زمین ہموار و سرسبز۔ گردِ تعلق سے پاک ہوا خوشگوار۔ گرمی خواہش و ہوس سے خالی۔ آب لطیف۔ اختلاط تلخی و شیرینی سے صاف۔ فضا کشادہ و وسیع۔ اُسکے باشندہ کو ہمیشہ آرام و یکسان حالی ہے۔ موسم کی تبدیلی سے اُس میں تبدیل نہیں۔ بیت

دریں چمن سر سبز آں برہنہ پا دارد   که چار موسم چوں سرو یک قبا دارد

اہل معنی دائمًا خود در خود محو خیال زمانہ سے فارغ مجسم وحدت۔ اس ملک آزادگی میں رہتے ہیں آپ سے باتیں اور آپ ہی میں تماشا بینی آپ سخنگو اور آپ ہی سامع نہ کسی سے رغبت اور نہ کسی سے نفرت آپ میں آپ اپنے عیب جو اور اپنے ہنر میں صدر معنی پر جانشیں۔ مثنوی

اہل معنی السخن بلبل بستان خود اند   نبظر آئینہ دار دل حیران خود اند
پائے رغبت نگذارند بداماں بہشت   ہمہ در سیر گلستان گریبان خود اند
فرصت دیدن عیب ہنر خلق کجاست   کہ بصد چشم شب و روز نگہبان خود اند

سادگی نام فخر جسمانی سے بریت کا ہے۔ یعنی جو شخص جسم کثیف یعنی استہول سریر وجسم لطیف یعنے سوکہم سریر و جسم بیدائشی یعنے کارن سریر کے تعلق سے آپ کو فارغ اور معترا جانتا ہے۔ وہ سادہ ہے۔ یا جو آدمی حواس عشرہ کی محسوسات کی حصولی و غیر حصولی میں شاداں و غمگیں نہیں ہوتا وہ سادہ ہے سریر کے دُکھہ سے آپ کو دُکھی نہیں مانتا اور سریر کے سُکھہ سے سُکھی نہیں ہوتا۔ کسی کی تلخ گوئی یا دشنام دہی سے خشمگیں نہیں ہوتا۔ ان تمام الفاظ وصورت کو بے معنی تصور کرکے ان سے بیخبر رہتا ہے وہ سادہ ہے۔ دُشمن اور دوست و کردنی تا کردنی و نیک و

بدزر اور سنگ کی تمیز جس میں نہیں رہی۔ جو حالت آوے یا جسطرح کوئی پیش آوے یا جو کچھہ سر پر آبنے سب میں یکساں وخوش رہنا۔ اوضاع زمانہ سے چشم پوش۔ ملت اہل دنیا سے فارغ۔ رسومات جہان سے بیخبر۔ اُلفت رشتہ داران سے بے تعلق۔ مدح وذم سے بے زبان ہونا۔ سادگی ہے۔ ایسی سادگی عین آراستگی ہے جو لوگ سریر کے دُکھہ اور سُکھہ اور مال کی قلت اور فرط کو پراربدہ سے جانکر اپنا تعلق اُس میں نہیں مانتے۔ اور دائما یکساں حال۔ راضی برضا رہتے ہیں۔ کبھی زبان پر شکایت یا افسوس نہیں لاتے۔ وے لوگ پراربدہ پر شاکر ہیں۔ جن کو یہ یقین ہے۔ کہ سریر کی ترکیب کرموں سے ہوئی ہے۔ اُنہیں کرموں سے دُکھہ وسکھہ وجاہ وحشم ونیک نامی ملنی ہے اُس سے کم وبیش اُس کو حاصل نہیں ہوسکتا۔ پس ہمارا اندارک اور انتظار زیادتی دولت وآرام جسمانی کے لیئے بے فایدہ ہے اس لیئے اس سے دست بردار ہوکر اور اس کو اپنے کرموں پر چھوڑکر خود حصول معرفت واستقامت حقیقت میں متساعی وشاغل رہتے ہیں۔ وے پراربدہ پر شاکر کہے گئے ہیں۔ جو صادق لوگ یہ جانتے ہیں کہ جب تک سریر کی پراربدہ ہے تب تک سریر کا پُرانوں کے ساتھہ ارتباط ہے۔ جس لحظہ میں پراربدہ ختم ہوئی اُسی وقت سریر مثل خشک لکڑی کے بیجان ہوجائیگا پس جب

یہ حال ہے کہ اپنا حصّہ اس خرمنِ عظیم سے لے رہا ہے جب حصّہ ختم ہو چکا اُس وقت کام بھی تمام ہو جائیگا تو ہماری انتظار اور شب و روز کا تردُّد محض بے سود ہے اس یقین سے دل کو اُلفت جسمانی اور خیال پرورش تن و جمع مال سے سرد کر کے سدا مگن رہتے ہیں اور زمانہ کی تغیّر و تبدّل سے لغزش اختیار نہیں کرتے وے لوگ پر ارادہ پرشاکر ہیں۔ ایسا شخص آزاد و مستغنی و کنارہ پسند بے تعلّق ہوتا ہے اور یہ بھی قاعدہ کلیہ نہیں کہ مفلس ہو یا دولتمند۔ جیسا اتفاق ہو گیا ویسا ہو گیا لیکن وہ دونوں سے فارغ ہے۔ اور ایسے اشخاص ہر زمانہ میں ہوتے ہیں۔ آگے بھی ہوئے ہیں۔ اب بھی ہیں اور آیندہ بھی ہونگے۔ پس پر ارادہ پرشاکر رہنے سے۔ انسان آتش خواہش و ہوس سے بچا رہتا ہے۔ فرد

گر ہمے خواہی کہ یابی راہ بکوئے وحدتش
بگذر از خود یعنے از جان و دل و عقل و حواس

گل ہشتم

عارف ہمیشہ اپنے آپ میں محو بلکہ محویّت سے سہو ہے نہ ہستی سے ہستی اور نہ نیستی سے کمی نہ کسی سے آشنائی اور نہ کسی سے جدائی حق میں حق۔ پردہ ہستی

عشق عین بر حق نہ دن سے خبر نہ شب سے اثر نہ زبان سے کلام نہ گوش سے کام باوجود بے وجود - با خبر بے خبر - باہوش بیہوش - بانشان بے نشان زمان و مکان سے برتر - آزادگی کی سمائی نہیں - قناعت کی آشنائی نہیں نہ صبر کا مکان اور نہ شکر کا نشان - جہاں یکتائی مثل دوتائی ہے تو دوتائی کی کہاں سمائی ہے - خودی و بیخودی سے دور - پاکی و ناپاکی سے عور - وصل و ہجر سے خالی عین لاابالی نہ مدح نہ ذم نہ بیش نہ کم نہ راست نہ چپ نہ زیر نہ بالا نہ ظاہر نہ باطن نہ پس نہ پیش عین عین خود در خود ہے - ذات بحت میں مسرور ہے - نہ عبادت سے مدعا - اور نہ معرفت سے آشنا - آپ ہی آپ ہے وہم کو راہ نہیں - جو کسی حالت میں دخل پا کر کچھ اور کا اور دکھاوے - عین حق ہے بلکہ کسی کلمہ کی سمائی نہیں - راست و چپ زیر و بالا پس و پیش ظاہر و باطن ایک ذات ہمہ صفات دیکھتا ہے کیسے دیکھتا ہے نہ آپ سے عین اور نہ غین نہ دیکھنے والا اور نہ دیکھنا اور نہ دیکھا گیا۔

ابیات

بودیم بظاہر چو نمودیم بہ بیں — داریم وجود و بے وجودیم بہ بیں
چیزے نشدیم تا بگوئیم بہ تو — القصہ ہمانیم کہ بودیم بہ بیں
از بیم و امید وارہیدیم خوشیم — از بے سری و سری بریدیم و خوشیم

جز وحدتِ حق یار ندارد عارف	با ہستی خود کار ندارد عارف
از گلشنِ اقبال و خبر وارستہ	جز گلشنِ دیدار ندارد عارف
بشناس کہ غیر حق وجودت نبود	بے ذاتِ خدا بود نمودت نبود
عالم خود ہیچ ندارد چیزے	اے موج سوائے بحر بودت نبود

یکدلی کے برابر عبادت نہیں اور دودلی کے برابر کفر نہیں۔ پس واجب ہے کہ ہمیشہ یک دل و یکنظر و یک سخن رہے۔ اس کو توحید کہتے ہیں۔ بیت

یکتا شدن از نشانِ یار یست	دو رنگ بودن نہ دوستداریست
توحید نہ گفتگوئے باشد	عاشق نہ دو دل و دو روئے باشد

الفتِ جسمانی نے انسان کو ایسا رزیل اور ذلیل کیا ہے کہ دربدر خوار دام ہوا و ہوس میں گرفتار کبھی شاہ کبھی گدا کہیں زیر کہیں بالا ہے۔ اس کے قطع تعلق میں آرام و آسائش ہے۔

گل نہم

سوال۔ آزاد پُرش کے کیا نشان ہیں۔

جواب۔ آزاد پُرش کی سیر ولی علامات تو احاطۂ قیاس و تحریر میں آسکتی ہیں

لیکن اُس کے ذاتی نشان وہ خود ہی جانتا ہے۔ سو ہیرونی علامات یہ ہیں
اوضاع زمانہ سے چشم پوش۔ دشمن و دوست۔ نیک و بد۔ خاک و زر۔ آب حیات
و زہر ہلاہل میں یکساں نظری۔ راحت و رنج جسمانی سے پاک۔ ہمیشہ خود در خود
محو مدح و ذم سے خاموش۔ ہوش زمانہ سے بیہوش بے زبان ہمہ گوش۔ نہ عابد
نہ عبادت نہ معبود۔ دین و دنیا سے بیزار۔ باہمہ بے ہمہ۔ تمام تعینات
و رسومات و اضافات سے معرا نہ معرفت کا فخر نہ جہالت سے عذر نہ عبادت
میں شاغل۔ نہ لذت نفسانی میں مائل۔ قال سے گریز حال میں آمیز۔ بلکہ حال و قال
سے پرہیز۔ نہ خدا نہ بندہ نہ عین نہ غین صرف مفہوم ہے ایسا آزاد عین ذات
بحت ہے اس کی حصولی خود بخود ہے۔ صرف درمیانی فہمید درکار ہے۔ بیت

گر بجوئی ور نہ جوئی خود خودی
چند وابستہ بہر نیکے بدی

لذت ایزدی جن کے کام جان کو ذایقہ بخش ہو رہی ہے اُن کو سوائی حق بینی
حق شناسی اور حق دانی کے اور کچھ عزیز نہیں ہوتا اسکے لئے ثابت قدمی اور
ایزادی شوق صادق چاہئے۔ بیت

طریق فقر و فنا پیش گیر و خوش میرو
ز پس نظر مکن و خیز و پیش گاہ مپرس

صحبت پر اسکا بڑا حصر ہے دنیا داروں کی صحبت سے اسکا اثر کم ہوتا ہے اور ہمنشینی

فقرا و عارفان سے روز افزوں ہوتی ہے پس واجب ہے کہ صرف بقدر لاچاری
وضرورت اہالیان دنیا و اقبال سے قیل وقال یا موافقت رکھے اور پھر الگ
ہو کر گوشہ تنہائی یا مجلس فقرا میں وقت عزیز کو بسر کرے۔ **فرد**

زاہلِ فقر و فنا پرس ذوقِ فقر و فنا
ازان کہ ہست گرفتار مال وجاہ مپرس

اور اپنے دل سے اس قدر بے تعلقی رکھے کہ بدن تک اپنا نہ سمجھے۔ ہمیشہ
سبک ولطیف و بے صورت و بے نشان رہے۔ **فرد**

چو پا بصدق نہادی و ترک سر کردی
اگر کلاہ ربائیدت از کلاہ مپرس

گل دہم

سوال۔ فقیر کس کو کہتے ہیں۔

جواب۔ فقیر چار حروف فؔ و قؔ و یؔ و رؔ سے مرکب ہے جنکے معنی یہ ہیں ۞

ف ——— فاقہ کش
ق ——— قانع
ی ——— یار خدا
ر ——— رحیم

جس میں یہ عادات ہوں وہ فقیر ہے

ف ——— فعل
ق ——— قول
ی ——— یقین
ر ——— رفتار

یہ چاروں جس شخص کے برابر ہوں وہ فقیر ہے

ف ——— فراغت
ق ——— قناعت
ی ——— یگانگت
ر ——— رحمت

جس کی طبع ان اخلاق سے آراستہ ہو
اُس کو فقیر سمجھو

ف ——— فساد
ق ——— قمار
ی ——— یاواگوئی
ر ——— ریا

ان عادات سے جو پاک ہے اُسکو
فقیر سمجھو

ف ——— فیض
ق ——— قیاس
ی ——— یاوری
ر ——— رسوخ

دوسروں کو جو اس طرح برتے اور اپنی عادات سے
لوگوں کو فائدہ بخشے اسکو فقیر جانو

ف ——— فنا
ق ——— قیام
ی ——— یاس
ر ——— ریاضت

ان عادات سے جس نے اپنی طبیعت کو درست کر لیا ہے
اور نفس کو مارا ہے وہ فقیر ہے

ف ——— فضولی
ق ——— قلّت
ی ——— یبوست
ر ——— رعونت

ان خیالات سے جو آزاد ہے وہ
فقیر سمجھو

گل یازدہم

عارف جزو میں کُل ـ کُل میں جُزو ـ نہ جزو نہ کُل ـ عین عین دیکھتا ہے ـ غیریت

سے دور وحدانیت سے معمور۔ دوئی سے مستور۔ یکتائی میں مشہور۔ پرواز سُرور
رہتا ہے۔ اُلفت سے پاک کُلفت سے بے باک۔ گریبان تعلق چاک نہ خنداں
نہ غمناک میدان خود شناسی پر خود در خود بازی کرتا ہے۔ مثل اکاس گُل میں
محیط۔ مثل باد انقلاب زمانہ میں یکساں مثل آتش خشک و تر میں راضی۔ مثل
آب سب سے شامل مثل زمین نزول حوادث آفات میں بُردبار وجود گُل ہے چشم
حیرت کو کھول بے بول ترازو معنے میں سب کو تول صدحق الیقین پر
مقیم بازار کثرت کی سیر کرتا ہے عالم بے علم۔ عامل بے عمل۔ حلیم بے علم۔
صابر بے صبر۔ شاکر بے شکر۔ بصیر بے بصر۔ سمیع بے سمع۔ باوجود بے وجود
باہمہ بے ہمہ۔ قائم بذات خود ہے۔ نہ معرفت پر نازاں۔ نہ جہالت سے گریزاں
نہ آزادی سے اُلفت نہ گرفتاری سے کُلفت۔ ہر حال میں مسرور ہے۔ سر سے
پا تک نور حق ہے۔ بدن کا ایک ایک مو کوہ طور ہے۔ نہ میں نہ تو نہ وہ نہ یہ نہ اندر نہ باہر
نہ راست نہ چپ۔ نہ زیر نہ بالا نہ بندہ نہ خدا۔ سب سے فارغ خود در خود قائم ہے۔
عقل کو اُسمیں سمائی نہیں معرفت کو وہاں رسائی نہیں۔ خاموشی مثل گفتار۔
اور گفتار مثل خاموشی ہے۔ نہ حال نہ قال عین عین ہے مثل بحر عمان آپ میں
آپ موجزن ہو کر خود بخود ہے۔ اور پھر بحر موج سے فارغ آپ ہی آپ ہے اور کہ

تعین آب سے مُعرّا گم در گم ہے یعنے خود بخود ہے۔ فرد معہ غزل

فرد

تصوّر بندھ گیا تیرے قد و قامت کا دل میں جب
تیری تصویر ہی آنکھوں میں مردم بن کے پھرتی ہے
خدا جانے یہ کیا نشہ چڑھا آنکھوں میں میرے ہے
جدھر دیکھوں اُدھر پیارے تیری تصویر پھرتی ہے

غزل

میں ہوں تیرا تو ہے میرا تو ہے شمع میں پروانہ
تو گُل گلشن میں بُلبل ہوں تو بے پرواہ میں دیوانہ
میں ہوں مجنوں تو لیلی ہے میں ہوں وامق تو ہے عذرا
میں نل تو ہے دمن صورت میں خواہاں ہوں تو بیگانہ
میں سایہ ہوں تو قامت ہے تو دریا میں تری مچھلی
تو جاں میری میں تن تیرا تو مجھ میں میں تیرا استھانہ
میں آئینہ پری تو ہے میں قمری ہوں تو سرو آسا
میں جوہر تو عرض اُس میں تو مے گلگوں میں پیمانہ

میں دل تو دلبر با میرا تو نور آنکھوں کا ہیں آنکھیں

تو گوہر میں صدف تیرا تو گھر والا ہیں ہوں خانہ

ہیں روغن تو طراوت ہے ہیں گل تو رنگ و بو اُس ہیں

ہیں سارنگی تو نغمہ ہے ہیں ہوں الفاظ تو معنے

تو میں ہوا میں تو ہوا نہ تو باقی نہ ہیں باقی

نہ یکتائی نہ دوتائی یگانہ ہے نہ بیگانہ

وصال اور ہجر سے برتر اک حیرت چھائی ہے دل پہ

یہ مے توحید ہے جس میں نہ ساقی ہے نہ پیمانہ

خاتمہ بالخیر

شکریہ منجانب معرفت آثار ملک چاندورام

غزل

کھلی گلزار معنے کی وہ آئے جسکا جی چاہیے	نسیم بیخودی ہو حظ اُٹھائے جسکا جی چاہیے
عجب نسخہ ہے عالم میں سرور سرمدی کا یہ	عملمیں لاکے کلفت کو مٹائے جسکا جی چاہیے

قدر کیا باغِ جنت کو مقابل باغِ معنے کے
فقط جنت سے انساں کو ملے رتبہ فرشتوں کا
خداداقی کی رنگت ہے خدا بینی کی نکہت ہے
نسیمِ بیخودی ہردم چلے ہے باغِ معنے میں
سرورِ جاودانی ہے میسر آم سب اِس میں

وہ رنگا رنگ یہ بیرنگ آئے جسکا جی چاہے
خدائی تک رسائی ہو چلی آئے جسکا جی چاہے
ہمہ تن چشم ہو کر حظ اُٹھائے جسکا جی چاہے
سرورِ سرمدی کی نم کو پائے جسکا جی چاہے
غم و رنج و الم دنیا مٹائے جسکا جی چاہے

یہ نسخہ موسوم بہ گلزار معانی مشتمل بر جمہائے بے نظیر ولاثانی جن میں ہر ایک گل راز معانی و اسرار نہانی کی رنگ و بو سے تروتازہ وشگفتہ ہیں۔ زمین قلب میں جیو برہم کی ایکتا یعنے وحدانیت کا تخم پڑی اور سوچار یعنے دانش حقیقی کا پانی ملنے سے نمودار ہو۔ اس چادر کافوری پر نقل ہوا تاکہ شایقین معرفت اس گلشن حقیقت کو تختہ دل میں جس کی نکہت سے مغز معطر اور رنگت سے چشم تر ہو۔ لگا کر ہر آن اس گلشن معانی کی سیر میں مشغول و مصروف رہکر حیات ابدی و سرور سرمدی کو حاصل کریں۔ ہزار ہا شکر اُس ذات بالصفات کا ہے کہ جس نے اپنی عنایات سے اس وادی پُر خار میں جو کہ سراسر باعث رنج و تکالیف ہے۔ گلشن توحید کو آراستہ و پیراستہ کر کے تمام سر دردیہائے زمانہ سے رہائی بخشی ہے بجز نظر

ترحم اُس ذات والاصفات کے اور کوئی باعث اِس گلزار بیخار کی تصنیف میں نظر نہیں آتا جس سے کہ کتاب ارادتاً تصنیف شدہ معلوم ہو۔ گویا اِس کا ظہورہ خود بخود ہے کیونکہ بعض بلبلان باغ معنے کو مہاراج برہم نیشٹ برہم سوتری یعنے یک بین ویک دان سری ست گور ملک ہیمراج جی کی کرپا سے بذریعہ خطوط اس شگفتہ گلزار حقیقی میں دخل ہوا۔ جنھوں نے اپنے حصّہ کے گلہائے سے جو مجموعہ گلشن کی صفت رکھتے ہیں اور راز معنوی کا اظہار کرتے ہیں۔ سرور سرمدی حاصل کیا۔ بعدہ بلبلان باغ معرفت میں سے ایک بلبل نیک نام بھائی گوبندہ رام خوش کلام ترہی از اوہام نے یہ سوچ کر کہ کوئی عندلیب معنے اِس گلشن یعنے مجموعہ گلہائے کی سیر سے محروم نہ رہے۔ گل گلہائے یعنے خطوط کو یکجا جمع کیا۔ اور طریقت پیوند بھائی کرم چند نے اُن کو نقل کیا اور پھر اس خیال سے کہ اِس گلشن کی آرائش باترتیب ہونی چاہئے۔ جناب فیضمآب مہاراج جیو سے اجازت لے کر چار چمن میں بہ تفصیل ذیل منقسم کر کے ہر ایک چمن میں موافق گل آراستہ کئے۔ تاکہ سیر کنندگان گلستان معنی جس کی نظیر میں فردوس مثل خارستان ہے۔ بتدریج ہر ایک چمن کی سیر کر کے اُن کی تر و تازگی و عمدگی سے محظوظ ہوویں۔ چمن اول دربابِ تہذیب اخلاق

جس میں اکتالیس گل ہیں۔ چمن دوم درباب پیدائش وفنائے جہان
جس میں چھ گل ہیں۔ چمن سوم درباب خدا شناسی وخودشناسی اس میں
چوالیس گل ہیں۔ چمن چہارم درباب حالات عارف جس میں گیارہ گل ہیں۔
لبعداز اں اس خاکسار قدوم میمنت لزوم نے اِس لحاظ سے کہ عوام اِس
گلشن معنی کی سیر سے بے بہرہ نہ رہکر ویرانۂ پُر خار سے رہائی پاویں۔ حضور
فیضگنجور سے معروض ہو کر اس باغ کے دروازہ کو عام پر کھو[...]
لی۔ تاکہ جو صاحب چاہے اِس میں جا کر سرور سرمدی [...]
امید قوی ہے کہ جو صاحب اس گلش[...]
تروتازگی سے مسرور ہو کر اپنے گلے [...]

مفصلہ ذیل کتب

راقم سے مل سکتی ہیں

محصولڈاک	قیمت	نام کتب	نمبرشمار
۳/	عہ	آئینہ ہند جلد اول	
۲/	عــہ ۴/	جلد دوم	
۲/	عــہ ۲/		
۰/	۳/		
۰/	۸/		
۱/	۱۲/		
طبع ہوگا			

عطیه بهارستان مکتوب محمد حسن صاحب دهلوی بدار الکتب خانه وقف سلطنتیه [illegible]

زبانه نویسیت جناب خان بهادر مولوی محمد حسن صاحب شوق

زیدی منول [illegible] نفیسه شهیدیه دام اقباله

محمد [illegible] [illegible] محمد کتابخانه وقف [illegible]

۲۷۳
۲
[illegible]

مژدہ اے بلبلِ معنی کہ تمہاری خاطر
بیخزاں دیکھ یہ ہے باغ کھلا معنی کا

بفضل داور داداد ۔ دانائے نہان و آشکار ایں عجوبہ روزگار مسمی بہ

مجموعۂ اسرار نہانی
یعنی
کتاب گلزار معانی

یہ وہ گلزارِ معانی ہے کہ جسکے گل و برگ
تا قیامت رہیں تاراج خزاں سے محفوظ

من تصنیف منیف بحر حقائق مواج معرفت سری مہاراج امی سوامی ملک بیسمراج صاحب چیدا کاسی

در مطبع اروڑ بنس شہر لاہور بحسن اہتمام
لالہ سالگرام صاحب زیب انطباع یافت

نوٹس

یہ کتاب رجسٹری شدہ ہے اس لئے بدون
اجازت مصنف یا راقم کوئی اس کتاب کو
نہ چھاپے۔ جس کتاب پر مُہر یا قلمی دستخط انگریزی
میں راقم کے نہونگے وہ مال مسروقہ ہوگا۔

راقم چاندورام

انڈکس چمن اوّل درباب تہذیب اخلاق

انڈکس چمن سوم درباب خدا شناسی و خود شناسی

انڈکس چمن چہارم درباب حالات عارف

تمام شد

اوم تت ست

منگل

دوہرا

اوم تت ست برھم اَج شدھ اجنم انوپ
نروِکار کیول اچل ست چت آنند روپ

سوینگ پرکاسی سواست رنج نام روپ آدھار
ساکھی بدھ کو بدھ پرے نموآتما سار

سوہنگ تہنگ سوہ ست سم بندھ مکت نہیں بھید
جگ مو میں مو جگت میں پن پاپ نہیں کھید

ٹیکا یعنے شرح

اوم یعنے اکار۔ اوکار مکار۔ اماترہ۔ اکار معنے تمام عالم و بدن کثیف و برھما و عالم جاگرت و رجوگن۔ اوکار معنے تمام عالم و بدن لطیف و وشن و عالم سپن و ستوگن۔ مکار بمعنے تمام عالم نادانی کل و نادانی جزو و رودر و عالم سکھوپت و تموگن۔ اماتریا اردھ بندی یعنے نیم ماترا ساکھی پرکاس سروپ و گیان سروپ۔ اکار یعنے

عالم و بدن کثیف و برہما و جاگرت و رجوگن اوکار میں لین ہو جاتے ہیں اور اوکار

یعنے عالم و بدن لطیف و بشن و سپن و ستوگن مکار میں لین ہو جاتے ہیں اور مکار

یعنے عالم نادانی کل و جسد و رودر و سکھوپت و تموگن اردھ بندی میں جو عین علم و

روشن ہے لین ہو جاتے ہیں اور یہ اردھ بندیہ آتما ہے نت روپ یعنے

اصل ہمہ۔ اور ست یعنے قید زمانہ سے فارغ ہمیشہ اپنی ہستی میں ہست

ہے۔ برہم یعنے محیط کل عالم ہے۔ اج ہے یعنے سدا ہے۔ شدھ ہے یعنے اودیا سے

فارغ ہے اجنم ہے یعنے پیدا نہیں ہوا اور نہ فنا ہوتا ہے۔ انوپ کہئے لاثانی ہے

نروکار ہے یعنے چھ وکار جو سرب کے ہیں ان سے فارغ ہے۔ پیدا ہونا بڑھنا

کم ہونا۔ تبدیل پانا مرجانا معدوم ہو جانا۔ ان چھ عیوب سے مبرا و

بے عیب ہے۔ کیول ہے یعنے صرف ہے۔ اچل ہے یعنے قائم بذات خود ہے

ست ہے یعنے ہمیشہ ہے۔ چیت یعنے گیان سروپ ہے اور انند روپ یعنے

محض سرور ہے کہ جس سے تمام اشیا میں آنند ہے۔ سوئینگ پرکاشی ہے یعنے

اپنی روشنی سے روشن دوسرے کی احتیاج نہیں ہے۔ سو استت رنج ہے یعنے

خود بخود قائم ہے اور نام روپ کا آدھار ہے یعنے تمام اسماء و صفات اسی سے

ظاہر ہوئے ہیں اور اسی کے آسرے ہیں اور اسی میں لین ہوتے ہیں۔ بدھ کا

ساکھی ہے یعنے عقل و فکر وغیرہ اس کو دریافت نہیں کر سکتے بلکہ ان سب کا
روشن کنندہ اور سب کا شاہد ہے اور بدھ تے پرے ہے یعنے جہان سے عقل و فکر
و قیاس ماندہ ہو کر گم ہو جاتے ہیں اور اُس لطیف ذات کی حقیقت کو نہ سمجھ کر اپنی ہستی
سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ ایسا جو آتما ہے سب کی اصل اور سب کا اپنا آپ
اور من چت بدھ اہنکار سے فارغ۔ اسکو نمسکار ہے نمسکار ہے۔ سو ہنگ ہنگ سو
یعنے سو آتما میں ہوں اور میں سو آتما ہوں۔ کیونکہ سہ حالات جاگرت سُپن و سکھوپت
کا میں ہی شاہد ہوں اور میں ہی روشن کنندہ ہوں اس واسطے سو آتما جو ارد ھ
ماتر روپ ہے اور تمام عیوب سے منزا ہے میں ہوں پھر کیسا ہوں نت ہوں یعنے
قید از منہ ثلاثہ سے فارغ ہوں نہ میرے میں ماضی ہے نہ حال اور نہ استقبال ہے
ہمیشہ ہوں۔ سم ہوں یعنے یکساں ہوں مجھ میں بندھ مکت یعنے گرفتاری و رستگاری
کا کوئی نشان نہیں۔ ان سے فارغ ہوں اور تمام جگت میرے میں ہے اور میں تمام
جگت میں ہوں یعنے میں برہم ہوں۔ دوسرا نہ کچھ ہوا ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے اور
نہ کچھ ہوگا۔ ایسا جو میں ہوں میرے میں پن و پاپ کا کھید کھیئے راگ اور دویکھ
یعنے راحت و رنج نہیں ہے میں سدا انکت اپنے آپ میں قائم نت ترپت جنم مرن سے
رہت بندھ مکت سے فارغ کیول شدھ چیتن ماتر ہوں ایسا جو میں ہوں میری مجھ کو نمسکار ہے

سبب تصنیف کتاب

(من جانب بھائی صاحب معرفت آشناراج بھائی میگھراج جیو)

سُبحان اللہ یہ کیا گلزار معانی ہے جسکے ہر ایک چمن میں مختلف رنگ کا راز نہانی ہے ہر گُل اپنی خوشبو سے دماغ آسائے سالکان خودشناسی و خدادانی ہے ہر ایک غُنچہ خیال عطر بیز مغز جویائے پنہانی ہے۔ اُس کے کلمات بیراگ انگیز کے خار پیراہن پندار ہستی موہومی کو چاک کرتے ہیں۔ اُس کے اوپدیش کے فوّارے جو سطور کی نہروں میں جاری ہیں۔ وہاں نفسِ کو لذائذ جہان فانی کی آلایش سے پاک کرتے ہیں ہر ایک سطر رہنمائے منزل مقصود ہے۔ اُس کا لفظ لفظ برہم شکن ہنگامہ نمود بے بود ہے اور کیوں نہو کہ جس کی تصنیف نتائج افکار بحر زخّار معرفت کردگار سرخوش نشاء توحید برحق سرمست بادہ الوہیت واحد برحق۔ بلبل شاخسار جادو بیانی۔ عندلیب ہزار داستان گلشن معانی۔ واقف مواقف غوامض جزویت و کُلیّت۔ عارف معارف سرائر حقیقت۔ درہم گُسل پردہ ما و من جسمانی۔ آگاہ رموز نہانی۔ فارغ از نفسانی افتتاع مہاتما سیر مہاراج ہیمراج جیو ہے۔ مخفی نہ رہے۔ کہ یہ رنگ برنگ کے پھول گلزار ہمیشہ بہار طبع فیض مجمع سے مختلف اوقات میں علیحدہ ہو کر بلبلان معنے دوست

کے دماغوں میں نگہت فیض پہنچاتے رہے۔ اور بہت سے شائقان اور جگیاسیوں
کی طبع نے اس کی وساطت سے۔ سنئے وپرچے کی گلخن سے باہر آ گلشن
آنند سروپ میں آرام و استقرار پایا لیکن جس نے اُنکے مدعا کو سواد چشم بنایا۔ اُس
نے اپنے ہی دل کا خال سوید اسمجھا۔ یعنے جسکے پاس یہ گل پہنچا اُسنے اپنے
دستار کا زیب یا تعویذ گلو تصور کیا۔ اس لئے علے العموم سالکان کے دل اُن کی
شمیم فیض وہدائیت سے محروم تھے بنابراں بعض شائقین صداقت آئین
نے بقولیکہ خوردہ ہماں بہ کہ بہ تن ہا خوری۔ اس دولت بے بہا و نعمت عظمےٰ
کو اکیلا ہی لوٹنا اور اپنے آپ خوش رہنا نامناسب خیال کرکے اُن عبارات
دلکش کو جو خطوط کے لباس میں ملبوس اور مثل گلہائے بازاری متفرق مکتوب الیہم
کے ہاتھ میں تھے سعی بلیغ سے جمع کیا اور ہم مضمونی کے رشتہ میں لا اپنے
موقعوں پر گلدستوں کی مانند۔ اُن پھولوں کو کاغذی پھولدانوں میں سجایا
اور پھر چارچمن میں اُن کو ترتیب کیا ان ایام میں برگزیدہ صادقان
توحید پسند۔ سرآمد معنے پژوہان حقیقت پیوند۔ فراست و کیاست
ارتسام لالک چاندرام نے فیض رسانی خاص کو پیش نظر رکھ کر
منطبع کرانے سے مطبوع طبائع عام فرمایا۔ تاریخ تالیف بے اختیار

ان اشعار میں حسب ذیل برآمد ہوئی ۔ **اشعار**

جب یہ آراستہ ہوا گلزار ۔ جس کے چمنوں میں ہے طریقت حق
نہیں جاتی خزاں میں اُن کی بہار ۔ رنگ فیض اُن میں ہے نعمت حق
گُلِ کاغذ سے بو نہیں آتی ۔ پر یہ دیتے ہیں دل کو نکہت حق
دل کی آنکھوں سے جب کرو تم سیر ۔ تب نظر آوے نورِ طلعت حق
سال تالیف یوں لکھی ہے غیب ۔ کہ ہوا مظہر حقیقت حق
۱۸۱۳ء

اُن لوگوں کے زہے نصیب کہ موجودات جہان فانی کو محض سراب کا پانی یقین کر کے امید سیرابی سے ہاتھ دھو خارستان ہوا و ہوس نفسانی سے دامن دل کو بیراگ کے ہاتھوں سے چھوڑا کر اس گلزار معانی کی گلگشت میں اپنی بے بہا زندگانی کو بسر کریں اور اپنے مَن کے غزال کو خیالات پراگندہ کی دھوپ سے بچا کر اس کے سخنان دلکش کے درختوں کے سایہ کے نیچے آرام دیویں ۔ اور اس کی ترشنا و ابھلاکھا کی نفسیدہ دہانی کا سنتوکھ اور شانت کے آب حیات سے علاج کریں اور اِن پھولوں کی مضامین عبرت انگیز کے برگوں کو لسان بادِ نسیم بپائے چشم بار بار سیر کر کے اور سدا ہانت کی بو کے ذخیرہ کو اپنے دل کے دماغ میں استھتی دیگر انشاء ابدی سے کہ جسے بہ مانند

کی پراپتی اور سرب دُکھ کی نبرتی کہتے ہیں سو خوش رہیں۔ **فرد**

ہزار گونہ تماشا بزیر ہر برگ است ۔ نسیم تا نشوی سیر باغ نتواں کرد

چمن اوّل درباب تہذیب اخلاق

گل اوّل

سوال۔ اس پُستک (کتاب) کا ادھکاری کون ہے ✤

جواب۔ جو سادھنوں (وسائل) سہت ہے یعنے جسنے سادھنوں کا عمل کیا ہے ✤

سوال۔ سادھن کتنے ہیں اور اُن کی تفصیل کس طرح ہے ✤

جواب۔ سادھن چار ہیں وویک[۲] ویراگ[۳] کھٹ سنپت[۴] موکھ اچھّا[۵]۔ نِت (حق) اور انت (باطل) کو جاننا یعنے یہ سوچنا کہ دیہہ انت ہے۔ اور آتما نِت ہے اُس کو وویک کہتے ہیں ✤

---

[۱] قابل پڑھنے۔ سمجھنے اور فائدہ اُٹھانے کے ✤ [۲] تمیز مابین حق و باطل ✤ [۳] ترک لذات دنیا و عقبیٰ ✤ [۴] ضبط نفس امّارہ و حواس از محسوسات ✤ [۵] آرزوئے نجات ✤

اِس لوگ اور برہما کے لوگ کے سُکھ کاک وِشٹا یعنے نجاست زاغ کے برابر جان کر
دل سے فراموش کرنے ہر طرف سے طبیعت کو روکنا دیہہ کو انیت جاننا اس کو
ویراگ کہتے ہیں۔ کھٹ سنپت میں چھ اشیاء شامل ہیں +

شم۔ دم۔ تتکھیا۔ اُپرام۔ سردھا۔ سمادھانتا۔ من کو سنکلپ وکلپ اور
وشیوں کی واسنا سے روکنا شم کہلاتا ہے۔ اندریوں کو اپنے وشیوں سے باز
رکھنا دم کہلاتا ہے۔ دُکھ سُکھ سردی گرمی بھوک پیاس عزت بےعزتی کو
برداشت کرنا تتکھیا ہے۔ لوکک کرم اور اپیائی پرشوں کے سنگ سے اوپرت رہنا
یعنے دور رہنا اپرام کہلاتا ہے۔ ست گرو اور ست شاستر کے وچن پر پرتیت
کرنی سردھا کہلاتی ہے۔ آلس یعنے سُستی اور پریشانی خاطر سے پاک
ہو کر سخن عارف کو گوش ہوش سے سُننا اور ہوشیار رہنا سمادھانتا ہے +
ہردہ میں یہ اچھا ہونی کہ کب مجھ کو سرو دُکھ کی نورتی اور پرمانند کی پراپتی
روپ موکھ نسچے ہو کر جنم مرن کی بھرانت سے خلاصی ہوگی۔ اُس کو موکھ
اِچھا کہتے ہیں +

سوال۔ کرم اور اُپاسنا سے بھی حصول گیان میں کچھ امداد ملتی ہے یا نہ +

جواب۔ ہاں ملتی ہے۔ کیونکہ انتہکرن میں تین دوکھ یعنے مل۔

وکھیپ - آورن ہوتے ہیں - مَل دُوکھ نشکام کرم سے دور ہوتا ہے وکھیپ اوپاسنا سے دور ہوتا ہے - اور آورن گیان سے زائل ہوتا ہے - جب تک مَل اور وکھیپ دوکھ سے انتہ کرن پاک نہو تب تک گیان کا پرکاش نہیں ہوتا اس صورت سے کرم اور اوپاسنا گیان کے سادھن ہیں +

سوال - جگیاسی کو کون کرم مَل دوکھ کے نورت کرنے کیواسطے کرنے چاہیئے +

جواب (۱) دیا یعنے سرو جیوؤں کو تن من دھن اور وچن کر کے سُکھ دینا

(۲) ستت وچن یعنے جو کچھ سنا ہو یا دیکھا ہو یا جس قدر معلوم ہو اُتنا کہنا +

(۳) اَستے یعنے دوسرے کے سخن کو با حوصلہ شکر تسلیم کرنا +

(۴) برہم چرج یعنے آشٹ پرکار کے میتھن سے اُپرت رہنا اگر گرہستی ہے تو اپنی استری کو رِتو کے سمے ویرج دان کرنا اور پر استری کو ماتا یا استھوا بہن کے سمان جانکر آشٹ پرکار کے میتھن سے پاک رہنا اور اگر ویرگتی ہے تو بالکل برہم چاری ہونا - آشٹ پرکار کے میتھن یہ ہیں +

سروَن - سمرن - کیرتن - چتون - ایکانت ہو کر بات کرنا - وِڑر سنکلپ

غیر عورت کی بابت جو ذکر ہوتا ہو کہ فلاں خوبصورت ناز و ادا والی ہے اسکو سننا شرون کہلاتا ہے۔ شنیدہ سخنان کو پھر دل میں یاد کرنا سمرن کہلاتا ہے۔ دوسرے کے روبرو اس عورت کی تعریف کرنی کیرتن کہلاتا ہے۔ بار بار اسکا خیال کرنا چِتون کہلاتا ہے۔ تنہا کسی گلی یا کوچہ میں یا گھر میں اس سے بات کرنی۔ دل میں مصمم ارادہ کرنا کہ اسکو ضرور ملنا ہے۔ وِڑر سنکلپ کہلاتا ہے +

جتن ۱؎ - پراپت ۲؎ +

(۵) سنتوکھ یعنے جو کچھ ہری کی پرالبدہ (قسمت) سے حاصل ہو اُس پر شاکر او صابر رہنا کمی سے نفرت اور بیشی سے الفت نہ کرنی موجودہ پر نا رضامندی اور غیر موجودہ کے لئے تدارک ۱؎ نہ کرنا +

(۶) اہنسا یعنے جیو کی رکھیا کرنی۔ مراد یہ ہے کہ نہ جیو کو سریر سے دکھ دینا اور نہ زبان سے ایسا کلمہ اُس کی نسبت بولنا کہ جس کے سننے سے غنچۂ دل کُملاوے اور نہ اپنے من سے دوسرے کی نسبت خیال بد کرنا +

(۷) تپ یعنے اندریوں کو جتن کر کے وشیوں (لذت) کی طرف سے ہٹانا +

(۸) مانسی پوجا یعنے من کو سدا دیہہ (بدن) کی طرف سے ہٹا کر پرماتما کیطرف لگانا +

(۹) اشنان اس کی دو قسم ہیں۔ ایک بیرونی دوسرا اندرونی۔ بیرونی یہ ہے کہ جسم کو غلاظت اور آلودگی سے بذریعہ آب پاک رکھنا۔ اور اندرونی یہ ہے کہ انتہکرن (دل) کو خواہش لذات نفسانی۔ طمع۔ شہوت۔ حسد۔ کینہ۔ بغض۔ ریا۔ کبر۔ نخوت۔ چغل خوری۔ بدنیتی سے پاک رکھنا اور کبھی جسم کی خوبصورتی یا زور بازو یا اقبال یا اولاد یا دولت پر نازاں ہو کر دل میں فخر نہ کرنا +

۱؎ تدارک کرنا مثلاً وکیل کا بھیجنا۔ روپیہ خرچ کر کے اسکو بلوانا یا خود اسکے پاس جانا ۲؎ جتن کہلاتا ہے ۳؎ حصول یعنے اُس عورت کا ملنا